# اصلاحی واقعات



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی مبارک اور نورانی زندگیوں سے ثابت وصادر شدہ نادر الوقوع، مستند، سچے، دلکش اور بصیرت افروز واقعات۔

مؤلف


حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ


جلد، اوّل


خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

# اصلاحی واقعات

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

**خلیفہ ومجاز**

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنامبٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

**ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)**

## مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے


نام کتاب ---------------- اصلاحی واقعات جلد، اوّل

مؤلف ------------------ حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی

کمپیوٹر وکتابت ------------ عبد اللہ علاء الدین قاسمی

صفحات ----------------- 416

تعداد -----------------

سنہ اشاعت --------------- 2020

قیمت -----------------


## ملنے کے پتے


☆ خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

☆ مولانا عبد المجید صاحب قاسمی، صدر: دار العلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبد الجبار صاحب استاذ: دار العلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبد العلام صاحب نزد مدینہ مسجد پورانی سیماپوری (نئی دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمان صاحب اتوار بازار نزد مدینہ مسجد اگر نگر مبارک پور (نئی دہلی)

Mobile:7654132008/7428151390/9674661519

**Pulbisher :**

**KHANQUAH E ASHRAFIA M.R.A**

# فہرست

| مضامین | صفحات |
|---|---|

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تمہید

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡكَ أَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَا أَوۡحَیۡنَا إِلَیۡكَ هَٰذَا الۡقُرۡآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبۡلِهِ لَمِنَ الۡغَافِلِینَ۔ (سورۂ یوسف)

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم آپ کو سب سے صحیح اور عمدہ ترین قصہ سناتے ہیں۔

اس قرآن کے ذریعہ جو آپ کو بھیجا جبکہ آپ اس سے پہلے واقف نہیں تھے۔

سامع، مخاطب اور قاری کے ذہن وقلب تک پیغام اور احکام کو پہنچانے اور اس میں راسخ و پیوست کرنے کے لئے اصحاب قلم وسخن کے یہاں اظہار خیال کے لئے جہاں مختلف شکلیں ہیں ان میں ایک اہم طریقہ قصہ اور واقعہ نگاری بھی ہے اور انسانی شعورو فطرت سے بھی اس کا تعلق ہے کہ کسی بات کو ذہن نشیں کرنے کے لئے اگر کسی واقعہ اور حکایت کا سہارا لیا جائے تو اس سے بات مؤثر اور مفید ہوجاتی ہے اور پیغام بھی دل میں ثبت ہوجاتا ہے، چنانچہ مذکورالصدر آیت پاک سے بھی یہ حقیقت آشکارا ہورہی ہے کہ مخاطب کو خوش، مطمئن اور متاثر کرنے اور اس کی عملی راہ کو ہموار کرنے کا ایک عمدہ اور بہترین طریقہ واقعہ نگاری اور قصہ گوئی بھی ہے اور چوں کہ قصص وواقعات کے فوائد ونتائج ہر دور میں انسانی سرشت اور طبیعت پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں اسی لئے خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام ربانی کو مخلوقات خدا تک پہنچانے کے لئے داستاں سرائی اور واقعہ گوئی کو اہمیت

دی، مگر واقعات کا موضوع وسیع صحراء سے کم نہیں ہے جس میں ریگزار بھی ہیں اور گلزار بھی، خارستان بھی ہیں اور گلستاں بھی، خشک لکڑیاں بھی ہیں اور گیلی بھی، الغرض رطب و یابس کی متنوع کائنات ہے جہاں سے صاف اور صحیح چیزوں کی تحقیق وانتخاب ایک اہم اور دشوار ترین امر ہے، عام طور پر مصنفین واقعات کی تحریر کے وقت قصہ نویسی کے لئے تحقیق و تنقیح سے بہت کم کام لیتے ہیں اسی لئے ان کی کتابوں میں صحیح اور غلط تمام ہی قسم کے واقعات مخلوط ہو جاتے ہیں جو بے سروپا اور غیر معتبر ہوتے ہیں، خصوصاً جب ان واقعات کے ناقلین اور کاتبین ایسے افراد ہوں جو علمی اور عملی دونوں پہلوؤں سے کمزور ہوں تو پھر قاری کے لئے تشکیک و تردد کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا، پھر ایسے واقعات کو سطحی اور کوتاہ علم حضرات غفلت و بے فکری اور آزادیِ خیال کے ساتھ پڑھ کر یا سن کر بیان کر دیتے ہیں جن سے کوئی فائدہ مرتب ہونے کے بجائے تنقید و تبصرہ کا پر فتن دروازہ کھل جاتا ہے۔

راقم السطور عرصہ سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے متمنی اور فکر مند تھا مگر دیگر تالیفی و تصنیفی مصروفیتوں کی بنا پر اس طرف خاطر خواہ توجہ دینی مشکل ہو رہی تھی، خاکسار کی دلی تمنا یہ تھی کہ ایسے واقعات پیش کئے جائیں جو مستند ہوں، جن پر ہر شخص کا بہ آسانی اعتماد بحال ہو سکے، جن کو پڑھتے ہی تسلی اور تشفی ہو جائے اور بے جھجک پڑھ کر اور سن کر اور ہر شخص بقدر وسعت ظرف ہدایت ونجات کی روشنی حاصل کر سکے۔ قرآن شریف کا مزاج اور اس کا مطالبہ بھی یہی ہے کہ احسن القصص یعنی اچھے سے اچھا قصہ بیان کرو صحیح اور معتبر واقعات کو تحریر کرو، قرآن شریف کی اس ہدایت کا تقاضہ یہی ہے کہ جو بھی

واقعہ لکھا یا بیان کیا جائے وہ صحیح راویوں اور معتبر سندوں سے لئے گئے ہوں تاکہ راویوں اور روایتوں پر پڑھنے اور سننے والے کو پورا پورا اعتماد ہو۔ خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے اس ہیچمدان کو اس محنت وکاوش کے لئے خامہ فرسائی کی توفیق ارزانی فرمائی۔

راقم نے اس کتاب کا نام ''اصلاحی واقعات'' رکھا ہے ان شاء اللہ آپ جب اس کے اوراق پر نظر ڈالیں گے تو کتاب کا ہر واقعہ آپ کو مرغوب ومحبوب بھی لگے گا اور عبرت وموعظت کی نعمت بھی ملے گی، نیز ہر واقعہ آپ کے فکر ونظر کو روشن کرکے حفظ وبیان پر مجبور بھی کرے گا، محفل زندگی کو نور ونکہت سے معمور کرنے کے ساتھ ساتھ منبروں، اجتماعوں اور ہر نوع کی مجلس ومحفل میں پیش کرنے کی ہمت وحوصلہ بھی عطا کرے گا، یہ جلد اول ہے ان شاء اللہ دوسری جلد عنقریب آپ حضرات کی خدمت میں شرف قبولیت حاصل کرے گی، اللہ تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو قبول فرما کر میرے اور تمام قارئین کے لئے ذریعۂ مغفرت ونجات بنائے۔

میں اپنے فرزند کبیر مولوی عبداللہ سلمہ کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے واقعات کی ترتیب وکمپوزنگ کی محنت شاقہ کا شبانہ وروز تحمل کرکے اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی قابل تحسین تدبیریں کیں اللہ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

۱/جمادی الاول، بروز جمعرات ۱۴۴۲ھ، مطابق ۱۷ دسمبر ۲۰۲۰ء

# پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم جنگِ احد میں شہید ہو گئے، اپنے ذمہ بہت سارے قرض اور نو لڑکیاں چھوڑ گئے، جب کھجور توڑنے کا وقت آیا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ یہودی آپ کو دیکھ لیں ہو سکتا ہے کہ آپ کو دیکھ کر کچھ نرمی برتیں، تو آپ نے فرمایا: جاؤ ہر قسم کی کھجوروں کا علیحدہ علیحدہ ڈھیر لگاؤ، چنانچہ میں نے حکم کے مطابق کیا۔ پھر میں نے آپ کو بلایا۔ جب ان قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو مجھ پر اور بھڑک اٹھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سخت رویے کو دیکھا تو پہلے بڑے ڈھیر کے چاروں طرف چکر لگائے، اس کے بعد اس پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلا لو، وہ آتے رہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو باری باری ناپ کر پورا پورا دیتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس طرح میرے والد کی طرف سے ان کے قرض کو ادا کر دیا۔

میں یہ چاہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کھجوروں کے ذریعہ کسی طرح میرے والد کے قرض کو ادا کر دے چاہے ایک کھجور بھی نہ بچے جسے میں اپنی بہنوں کے پاس لے کر جاؤں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام کھجوروں کے ڈھیروں کو بچا دیا اور میں اس ڈھیر کو دیکھنے لگا جس

پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر قرض خواہوں میں کھجوریں تقسیم فرما رہے تھے، تمام قرض خواہوں کو دینے کے بعد بھی دیکھنے میں وہ ڈھیر اس طرح لگ رہا تھا کہ اس ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔ (حوالہ بالا رقم الحدیث: ۵۰۰۰ (۲) الاستیعاب: ۲/ ۳۱۵)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا

اسلام میں بھی عفوودرگزر کی بڑی اہمیت ہے، اگر کسی شخص کو دوسرے سے کوئی تکلیف پہنچتی ہو تو اسے شریعت کی حدود میں رہ کر بدلہ لینے کا بھی حق حاصل ہے، لیکن اگر وہ بدلہ لینے کے بجائے معاف کردے تو بے حد اجروثواب کا حقدار ٹھہراتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ''اور انہیں چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر سے کام لیں، کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف کردے'' یہاں بھی یہ بات قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو معاف کرنے کے بجائے اس سے بدلہ لے تو اس سے اسے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ یا اگر کسی نے ایسی تکلیف پہنچائی ہے جس کا بدلہ لینا ہی ممکن نہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص انتقام کی آگ میں جلتا رہے گا اور اپنی صحت اور اپنی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کرلے گا، اس لئے جب بھی کسی شخص پر غصہ آئے اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو تو یہ سوچ لینا چاہئے کہ ہمارے پیارے نبی کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اپنی صحت کا خیال رکھئے، دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کیجئے کہ اسی طرح آپ زندگی میں کامیابیاں حاصل کرسکتے ہیں،

انتقام ''حسد'' کو جنم دیتا ہے اور حسد اس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ہے جس سے کیا جائے اور اس کے لئے بھی جو کرتا ہے۔

آخری بات جب کسی پر بہت غصہ آئے تو اس جگہ کو فوراً چھوڑ دیں، ایک گلاس پانی پئیں اور اطمنان سے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھ جائیں، کچھ دیر کے لئے کچھ نہ سوچیں، جب دماغ ٹھنڈا ہو جائے تو گذشتہ معاملہ پر نظر ڈالیں اور اس کے بعد متعلقہ فرد سے بات کریں، دورانِ گفتگو اپنے جذبات قابو میں رکھیں اور معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوشش کریں۔

امید ہے کہ آئندہ آپ غصے سے نہیں بلکہ عقل سے کام لیں گے اور دوسروں کے لئے اپنا خون جلانے کے بجائے انہیں معاف کر کے خود بھی سکون سے رہیں گے اور دوسروں کو بھی امن سے جینے کا درس دیں گے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور حلم کا عظیم واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہودی پڑوسی تک کو ہدیہ دیا کرتے تھے اور بیماری میں اس کی عیادت کیا کرتے تھے۔

ایک یہودی کا قرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا تھا اس نے مسجد میں آکر مانگا اس وقت آپ کے پاس موجود نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر لے لینا۔ یہودی نے کہا میں تو لے کر جاؤں گا۔ اللہ اکبر! کس درجہ حسن معاشرت تھی کہ رعیت کا ادنیٰ آدمی بھی جو چاہے کہے اور آپ باوجود ہر طرح قدرت واختیار کے انتقام نہیں لیتے۔ صحابہ نے کچھ کہنا بھی چاہا۔ حضور نے روک دیا اور فرمایا:

''اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً'' کہ صاحب حق کو تقاضے کا حق ہے۔ چنانچہ وہ بیٹھا رہا۔ اور رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر بھی نہ جانے دیا۔ تو آپ مسجد ہی میں رہے صبح کو نماز پڑھی۔ یہ حال دیکھ کر نماز کے بعد اس یہودی نے کہا میں نے ''تورات'' میں پڑھا تھا کہ نبی آخر الزماں کے یہ یہ صفات ہیں۔ میں نے اور تو سب صفات دیکھ لی تھیں ،صرف صفت حلم (بردباری وتحمل) کا امتحان باقی تھا سو آج اس کا بھی امتحان ہو گیا ۔واقعی آپ سچے نبی ہیں (کلمہ پڑھا) اور مسلمان ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر مسلم کی اس قدر رعایت کی ہے تو مسلمان کی کس درجہ رعایت فرماتے ہوں گے۔ پھر غیر مسلم تو آدمی ہے حضور نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ان کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں کہ جانوروں کو زیادہ نہ مارو، بھوکا نہ رکھو، تحمل سے زیادہ کام نہ لو، زیادہ بوجھ نہ لادو۔ (حقوق و فرائض: ص ۱۴۶)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرنے کا معجزہ

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جوانی میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر تشریف لائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جسکا ابھی تک نر سے میل نہ ہوا ہو میں نے کہا ہاں میں ایسی بکری لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے تن پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تھن دودھ سے بھر گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نکالا خود نوش فرمایا ابوبکرؓ کو پلایا پھر میں نے پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن کو حکم دیا سکڑ جاوہ سکڑ گیا اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی مجھ کو بھی اس کی تعلیم دیجئے یہ معجزہ دیکھ کر عبداللہ بن مسعودؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ (اشرف الھدایہ از جمیل احمد صاحب ج:۱ص:۵۴)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر برکت کا معجزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (ان میں سے کسی ایک) سے روایت ہے۔ راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کے تعیین میں (صحابی سے روایت کرنے والے راوی کا) شک مضر نہیں ہے۔ کیونکہ صحابی کوئی بھی ہو، سب عدول ہیں (یعنی روایت حدیث میں معتبر ہیں) روایت یہ ہے کہ غزوۂ تبوک ہوا، تو اس موقعے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی، انہوں نے، عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ نحر (ذبح) کرلیں اور ان کا گوشت کھائیں اور چربی حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے کرلو۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے اور انہوں نے یہ بات سن کر کہا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس طرح کریں گے تو سواریاں کم ہوجائیں گی۔ البتہ آپ یہ کریں کہ ان سے ان کے بچے کچے کھانے کا سامان منگوالیں، پھر ان پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں شاید اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، ٹھیک ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دسترخوان منگوایا اور اسے بچھا دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کے بچے کھچے زادِراہ منگوائے۔ پس کوئی مکئی کی ایک

مٹھی لایا، دوسرا کوئی کھجور کی مٹھی، کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا، یہاں تک کہ دستر خوان پر اس سے کچھ چیزیں جمع ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا: اپنے اپنے برتنوں میں ڈال لو، پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالنا شروع کیا، یہاں تک کہ لشکر میں انہوں نے کوئی برتن ایسا نہیں چھوڑا جسے نہ بھرا ہوا (علاوہ ازیں) سب نے کھایا، یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی کلمہ توحید و رسالت کے ساتھ اللہ کو ملے اس حال میں کہ کوئی شک و شبہ نہ ہو، پھر اسے جنت میں جانے سے روک دیا جائے؟ (یعنی ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ سیدھا جنت میں جائے گا) (مسلم)

## کعبہ کی حفاظت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

خدا کا یہ نظام بھی کس قدر معنیٰ خیز اور فکر انگیز ہے کہ ابرہہ ایک ملک کا طاقت ور ترین بادشاہ لیکن کعبہ پر قبضہ و تخریب نہ کر سکا، اور اللہ کے جس محبوب بندے نے اس پر اسلام کا پرچم بلند کرنا تھا، وہ پیدا ہوئے تو ان کے والدِ گرامی صرف چند چیزیں وراثت میں چھوڑ گئے۔ ایک باندی اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا، پانچ اونٹ اور چند بکریاں تھیں ان کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ (تاریخ الخمیس:۱/۱۸۷)

اس کے باوجود اصحابِ فیل کی تباہی، ناکامی اور عبرت ناک انجام کا یہ قرآنی و تاریخی واقعہ جہاں اللہ کی قدرتِ قاہرہ کی کھلی علامت ہے، وہاں وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ان معجزات (ارہاصات) میں سے ایک ہے جو اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوئے، ان دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والدہ کے بطنِ منور میں ہونا ہی اللہ کے دشمنوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنا۔ (سبل الہدیٰ: ۱/ ۲۱۴، تاریخ الخمیس: ۱/ ۱۶۷)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان کا آگ میں نہ جلنے کا معجزہ

آگ کے بارے میں مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا۔ اس مہمان نے یہ واقعہ بیان کیا کہ کھانے کے بعد انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دسترخوان پر شوربے اور چکنائی وغیرہ کے داغ دھبے لگے ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خادمہ کو بلا کر کہا کہ اس دسترخوان کو تھوڑی دیر کے لئے دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ خادمہ نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت تمام مہمان اس دسترخوان کے جلنے اور چکنائی کی چراند کا انتظار کرنے لگے، لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ کپڑا جلنے کے بجائے بالکل بے داغ ہو گیا اور خادمہ نے صاف ستھرا اجلا دسترخوان تنور میں سے نکال لیا، جیسے کوئی نیا دسترخوان ہو۔ لوگوں نے حیران ہو کر انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ ماجرا کیا ہے کہ کپڑا آگ میں نہ جل سکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حقیقت حال بتائی اور لوگوں کو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما کر اسی دسترخوان سے اپنا روئے مبارک پونچھا کرتے تھے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ یہ کپڑا آگ میں جلنے سے محفوظ رہا ہے۔

## پرانے کنواں سے پانی نکلنے کا معجزہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ۶ھ میں مقام حدیبیہ میں پہونچے وہاں ایک قلیب یعنی پرانا کنواں تھا اس میں پانی بہت کم تھا وہ جلد ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکش سے ایک تیر نکال کر اس میں ڈالدیا جس سے بالکل تازہ پانی نکل آیا سارے لوگ سیراب ہو گئے۔

## کفار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور طائف کا مشہور واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ فرمایا ہے، چنانچہ ایک بار آپ دعوت اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے رئیسوں نے آپ کو سخت جواب دیا اور اتباع (یعنی آپ کی بات ماننے) سے انکار کیا، اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اوباشوں (بدمعاشوں) کو آپ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے یہاں تک کہ آپ کی ایڑی سے خون بہنے لگا، اس وقت غضب الٰہی جوش میں آیا اور حق تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سنا اور ان کا معاملہ آپ کے ساتھ دیکھا۔ اب یہ ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) آپ کے حکم کے تابع ہیں آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں اگر آپ چاہیں تو یہ اسی وقت مکہ اور طائف کے پہاڑوں کو باہم ٹکرا کر سب آدمیوں کو پیس ڈالے گا۔

صاحبو! تم دنیا کے محکموں کو کیا کہتے ہو؟ حق تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا محکمہ ہے پہاڑوں کا بھی ایک محکمہ ہے جس پر فرشتے مقرر ہیں اور پہاڑ ان کے حکم کے تابع ہیں، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں فرشتے پہاڑوں کو ہلا دیتے ہیں جس سے زلزلہ آجاتا ہے ۔بعضے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں۔ کسی سے چشمے ابلنے لگتے ہیں، اسی طرح ہوا کا ایک محکمہ ہے، اس پر بھی فرشتے مقرر ہیں، پانی کا بھی ایک محکمہ ہے۔

غرض ملک الجبال حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے حکم کے تابع ہوں، جو چاہے حکم دے دیجئے، اگر آپ چاہیں تو میں پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا کر ان سب کافروں کو پیس ڈالوں جنہوں نے آپ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اور میری قوم کو چھوڑ دو، میں جانوں اور وہ مجھے جانیں، مجھے امید ہے کہ شاید ان میں سے یا ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ موحّد (اللہ کو ایک ماننے والے) پیدا ہوں۔ پھر خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ خداوند ان کی ہلاکت سے کیا نفع؟ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ ان کی آنکھیں کھول دیں تاکہ وہ مجھ کو پہچان لیں۔ یہ اندھے ہیں ۔مجھے پہچانتے نہیں اس لئے ایسا برتاؤ میرے ساتھ کرتے ہیں۔

رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ، کا مطلب یہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت تو دشمنوں پر بھی اس قدر تھی اور دشمن بھی کیسے جو رات دن تکلیفیں دیتے تھے۔ اور افسوس ہے کہ ہم کو اپنے احباب سے بھی اس قدر شفقت نہیں، سنت رسول اللہ یہی ہے کہ مبتلائے جہل پر رحم کیا جائے۔

(العبد الربانی ملحقہ حقوق وفرائض ،ص ۷۸، ۷۹)

## سحر جادو اور عملیات کی اقسام واحکام حضور ﷺ پر سحر کیے جانے کا واقعہ

یہودیوں میں سحر (جادو) کا بہت چرچا تھا اور وہ اس میں بڑے ماہر تھے۔ چناں چہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کیا تھا اور وہ لبید کی بیٹیوں نے سحر کیا تھا جس کا اثر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گیا تھا۔ پھر وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا گیا کہ آپ پر فلاں شخص نے سحر کیا ہے۔ چناں چہ سورۂ فلق میں اس طرف اشارہ ہے:

{وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ}

آپ کہیے کہ میں ان عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونک مارنے والی ہیں۔

گرہوں پر پھونک مارنے کی تخصیص اس لیے ہے کہ حضور پر جو سحر ہوا تھا وہ اسی قسم کا تھا کہ ایک تانت کے ٹکڑے میں گیارہ گرہیں دی گئی تھیں اور گرہ پر کلماتِ سحر کو دم کیا گیا تھا۔ اور عورتوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس واقعہ میں عورتوں ہی نے سحر کیا تھا۔ دوسرے کچھ تجربے سے اور نیز علم طبعی کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا سحر بہ نسبت مردوں کے زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیوں کہ سحر میں قوتِ خیالی کو زیادہ اثر ہے خواہ سحر حلال ہو یا حرام۔ (اشرف العملیات، ص/75)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صاحبزادہ کی وفات پر گریہ فرمانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی جان کنی کے وقت تشریف لائے، اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت عبدالرحمن

بن عوفؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگ تو بچوں کی موت پر روتے ہی ہیں بھلا آپ بھی رونے لگے؟ آپ نے فرمایا یہ طبعی رحمت ہے (جو اللہ پاک نے دل میں رکھی ہے) پھر فرمایا کہ بے شک آنکھ اشکبار ہے اور دل اندوہ گیں ہے، یعنی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غمزدہ ہیں اور زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے، پھر فرمایا، اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم کو رنج ہوا۔ (بخاری ومسلم)

''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی پر اور جو دھیان دے کر نوحہ سننے والی ہو اس پر (یعنی دونوں پر) لعنت بھیجی ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح ص ۱۵۱، از ابوداؤد)

تشریح: جیسا کہ سابق حدیث کی تشریح سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر بے اختیار آنکھوں سے آنسو آجانا اور دل کا رنجیدہ ہونا مواخذہ اور پکڑ کی بات ہے، لیکن زبان سے جاہلیت کی بات نکالنا اور خدائے پاک پر اعتراض کرنا اور اپنے اختیار سے بلند آوازیں نکالنا، چیخنا، چلانا، شور مچانا، کپڑے پھاڑنا، اسلام میں ان چیزوں کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو نوحہ سننے کا ارادہ کرے اور اس کو پسند کرے۔

نوحہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی مرنے والے پر روئے اور اس کی خوبیوں کو شمار کرائے، اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مطلقاً آواز کے ساتھ رونے کو نوحہ کہا جاتا ہے۔

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ عزیز قریب، شوہر اور اولاد کی موت پر نوحہ کرتی ہیں، چیخنا چلانا، شور مچانا، میت کو خطاب کرنا اور یہ کہنا کہ ہائے میرے پیارے اے میرے جوان، اے بیٹا تو کہاں گیا؟ مجھے کس پر چھوڑا؟ تو ایسا تھا ویسا تھا، اور اس طرح کی بہت سی باتیں پکار پکار کر بیان کرنا اور رونا پیٹنا مہینوں تک کے لیے ان کا مشغلہ بن جاتا ہے اور بعض علاقوں میں سالہا سال تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔ یہ بات سخت ممنوع ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی پر لعنت فرمائی اور ساتھ ہی نوحہ سننے والی پر بھی، کیوں کہ نوحہ کرنے والی کا نوحہ سننے کے لیے جو عورتیں جمع ہوں وہ نوحہ کرنے کا سبب بنتی ہیں، عموماً نوحہ کرنے والی عورت تنہائی میں نوحہ نہیں کرتی۔

## حکومت میں عدل وانصاف بال سے زیادہ باریک

ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق ؓ وحضرت عمر فاروق ؓ وحضرت عثمان ذوالنورین ؓ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے.......... حضرت سیدنا علی ؓ نے فوری طور پر خاطر و مدارت کا اہتمام کیا اور ایک روشن طشت میں نہایت نفیس شہد بھر کر پیش کیا، اتفاق سے اس شہد میں ایک بال پڑا ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا اور صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: یہ طشت وشہد جس میں ایک بال بھی نظر آ رہا ہے بعض حقائق ومعارف کی تشریح چاہتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زور طبع سے اس کے متعلق بیان کرے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

دین دار آدمی اس طشت سے زیادہ روشن اور ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ شیریں اور ایمان کا آخر تک ساتھ لے جانا اس بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہی اس طشت سے زیادہ روشن، اور حکمرانی شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن حکومت میں عدل وانصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ دین اس طشت سے زیادہ روشن، اور علمِ دین کا پڑھنا شہد سے زیادہ شیریں اور علم پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمان اس طشت سے زیادہ روشن، خدمتِ مہمان شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن مہمان کی دلنوازی اور خوشنودی حاصل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیانات سماعت فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف پردہ میں متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا بیٹی! تم بھی کچھ کہو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتوں کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ روشن اور چادر عورتوں کے منہ پر شہد سے زیادہ شیریں اور خود کو نگاہ غیر محرم سے بچانا بال سے زیادہ باریک ہے۔

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں سنو! معرفتِ الٰہی اس طشت سے زیادہ روشن اور معرفت سے آگاہی شہد سے

زیادہ شیریں ہے، لیکن اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ پر ایک اعرابی نے آواز دی اور حاضری کی اجازت طلب کی، اجازت ملی اور نووارد شخص حاضر ہوا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راہِ خدا اِس طشت سے زیادہ روشن ہے اور اس راہ میں چلنا شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن آخر تک اس راہ پر قائم رہنا بال سے زیادہ باریک ہے............اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہشت اس طشت سے زیادہ روشن ہے، اور بہشت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں، لیکن پل صراط سے گذرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (کنز المعارف)

## تین پسندیدہ اعمال

ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مجلس میں اپنے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے، دورانِ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:

اے ابوبکر صدیقؓ! اِس دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ پسندیدہ تین چیزیں کونسی ہیں؟

آپؓ نے جواب میں نہایت عقیدت سے عرض کیا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مَیں یہ پسند کرتا ہوں کہ:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھا رہوں ۔ ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کرتا رہوں ۔

۳۔اپنا تمام مال آپ ﷺ پر خرچ کر دوں۔

•پھر حضور ﷺ نے رخِ انور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کرتے ہوئے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! مَیں یہ پسند کرتا ہوں کہ:

۱۔نیکی کا حکم دوں، اگرچہ سرسری طور پر ہی کیوں نہ ہو- ۲۔برائی سے روکتا رہوں، اگرچہ سرِ عام ہو- ۳۔حق بات کہوں، اگرچہ سننے والوں کو کڑوی لگے۔اور پھر حضورِ اکرم ﷺ نے حیا کے پیکر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے متعلق دریافت فرمایا: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے:

آقائے دو جہاں ﷺ! مَیں تین چیزیں بیحد محبوب رکھتا ہوں:

۱۔لوگوں کو کھانا کھلانا- ۲۔اسلام کا پیغام پھیلانا- ۳۔رات میں ایسے وقت پر نماز پڑھنا، جب سب لوگ نیند کی آغوش میں ہوں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت علیؓ یوں گویا ہوئے: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ تین چیزیں بہت عزیز ہیں:

۱۔مہمان نوازی کرنا- ۲۔گرمی کے موسم میں روزے رکھنا۔ ۳۔دشمن پر تلوار سے وار کرنا۔(صحیح اسلامی واقعات)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شیاطین کے حملہ کا واقعہ

حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ آیا ہے، حضرت ابوالتیاح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن حبیش رضی اللہ عنہ سے جو کہ بہت بوڑھے تھے، پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیاطین نے پکڑ لیا تھا تو آپ نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ شیاطین وادیوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، اور آپ پر پہاڑ کو ڈھکیل دیا، اور ایک شیطان کے ساتھ آگ کا ایک شعلہ تھا اس نے آپ کو جلانے کا ارادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے اور پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد! پڑھیے، آپ نے کہا کہ کیا پڑھوں؟ کہا کہ یہ پڑھیے، جب آپ نے یہ پڑھا تو شیاطین کی وہ آگ بجھ گئی اور اللہ نے ان کو ہزیمت دیدی، وہ دعا یہ ہے:

{أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقاً يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ}

(میں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعہ جن سے کوئی نیک یا بد آگے نہیں جاسکتا پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا، وجود دیا، اور پھیلایا ہے، اور

اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اس سے جو اس میں چڑھتی ہے اور اس سے جو زمین میں پھیلتی ہے اور اس سے جو اس سے نکلتی ہے، اور اس رات و دن کے فتنوں کے شر سے بھی اور ہر رات میں آنے والے کے شر سے بھی، سوائے اس کے جو خیر لے کر آئے ، اے رحمن !) (ابن ابی شیبہ:۵/۵۱، مسند احمد:۳/۴۱۹، کنز العمال:۵۰۱۸ الترغیب والترھیب:۲/ ۳۰۳، اس حدیث کو امام منذری نے الترغیب میں ذکر کر کے فرمایا کہ امام احمد و امام ابویعلی کی سندیں جید ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بعینہ اسی طرح کا قصہ مروی ہے۔ (السنن الکبری للنسائی:۶/ ۲۳۷، معجم اوسط للطبرانی:۱/ ۱۸، عمل الیوم اللیلۃ للنسائی:۱/ ۵۳۰)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر وتحمل سے یہودی کا مسلمان ہونا

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے زید بن سُعْنَہ۔ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پتا لگا کہ مدینہ میں ایک رسول آئے ہیں، تو میں انہیں دیکھنے گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب میں نے چہرۂ نبوت کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ حق ہے۔ ہماری کتابوں میں جو نشانیاں ہیں وہ سب اِن میں ہیں۔ بس دو نشانیاں ابھی باقی ہیں: ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کا حلم ان کے غصے پر سبقت لے جائے گا۔ یعنی برداشت زیادہ ہوگی، غصہ کنٹرول میں رہے گا۔ اور دوسری نشانی یہ ہے کہ کوئی جاہل ان کے ساتھ جتنی زیادہ جہالت والا معاملہ کرتا جائے گا، ان کی برداشت اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔ اب ایسی نشانیوں کا پتا کسی بیان وغیرہ سے تو نہیں لگتا، بلکہ معاملات سے پتا لگتا ہے۔ کوئی معاملہ کسی کے ساتھ کریں تب پتا چلے گا کہ کس میں کتنا حلم ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ان دونوں نشانیوں کو چیک کروں۔ چناں چہ میں اس مقصد

سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب قریب رہا، موقعے کی تلاش میں رہا۔ چناں چہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ ایک بدو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میرے قبیلے کے کچھ لوگ ایمان لا چکے ہیں اور وہاں پر قحط آ چکا ہے، اگر آپ مجھے کچھ دے دیں، تا کہ میں جا کر ان کی مدد کرسکوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ابھی تو کچھ نہیں ہے۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت آگے بڑھا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے کچھ پیسے لے لیجیے اور فلاں دن فلاں وقت میں مجھے فلاں درخت کی کچھ کھجوریں واپس کر دیجیے گا۔ ادائیگی میں ابھی کر دیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودی کی بات سنی تو فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں تم سے قرض تو لے لیتا ہوں، مگر باغ کی تخصیص نہ کرو کہ فلاں باغ ہی دوں۔ تم مجھے ابھی پیسے دے دو، میں تمہیں اتنی کھجوریں ادا کر دوں گا اور معیّن وقت میں ادا کر دوں گا۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں تو پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا۔ چناں چہ میں نے کچھ درہم وغیرہ دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے Deal کر لی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیسے اس دیہاتی صحابی کو دے دیے اور فرمایا کہ یہ پیسے میری طرف سے ان کو دے دینا تا کہ وہ اپنا گزارا کرسکیں۔ راوی زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ ابھی وقت معیّن آنے میں دو یا تین دن باقی تھے۔

میں دو تین دن پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر تشریف لے جا رہے تھے اور چاروں طرف جلیل القدر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں مجمع کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض کو اس جگہ سے پکڑا جہاں پر قمیض اور تہہ بند ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ وہاں سے پکڑ کر غصے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ پھر میں نے کہا کہ میرا قرضہ ادا کرو جو تم پر ہے اے محمد! اور چوتھی بات یہ کہی کہ اے ہاشم کی اولاد! تم لوگ حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے ہو۔ پہلی چیز قمیض پکڑلی۔ دوسری چیز غصے سے دیکھا۔ تیسری چیز سخت بات کہہ کر ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ چوتھی چیز باپ دادا کا بھی طعنہ دیا۔ یہ چاروں باتیں کوئی چھوٹی نہیں ہیں، بہت بڑی بات ہے۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مجھے غصے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! میں یہ کیا سن رہا ہوں کہ تو نے میرے نبی کو یہ کہا؟ اللہ کی قسم! اگر تیرا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا۔ دیکھیے! غصے کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کنٹرول دیکھیے کہ عمل پھر بھی وہ شریعت پر ہی کرتے ہیں۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اسی طرح مسکراہٹ اور بشاشت تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم دونوں تمہارے کسی اور سلوک کے مستحق تھے۔ تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھے کہتے کہ اچھی طرح حق ادا کرو، اور اسے کہتے کہ اچھی طرح تقاضا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جاؤ، جتنا اس کا قرض ہے اتنا ادا کرو، اور مزید تین صاع وہ ادا کرو جو تم نے اس پر غصہ کیا ہے۔

زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کھجوریں دیں جتنا میرا قرض تھا، مزید اور بھی دیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رویہ دیکھ کر میں نے اسلام قبول کرلیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ایسے تھے کہ یہودی مسلمان ہوجایا کرتے تھے۔ آج ہمارے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے گھر والے ہی ہمیں دیکھ کر دین دار نہیں بن پاتے۔ معلوم ہوا کہ اپنا قرض واپس مانگنے والا اگر سختی کرے تو اس کے برتاؤ کو برداشت کرے، ہوسکے تو اس کا قرض فوراً ادا کردے۔ (گلدستہ سنت جلد نمبر 4، ص/86)

## زندہ دفن کرنے کا واقعہ سن کر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار ہو گئے

زمانہ جاہلیت کی کارکردگی اللہ رب العزت نے درجِ بالا آیت میں بیان فرمائی ہے کہ جس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اسے زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔

سامعین کرام! صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیس بن عاصم زمانہ جاہلیت کی اپنی داستان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے اپنی کئی بیٹیوں کو زندہ درگور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس پر رحم نہیں آیا کہا نہیں۔

واقعہ یوں بیان کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں جب اپنے گاؤں سے تجارت کے لئے روانہ ہو رہا تھا اس وقت میری بیوی حاملہ تھی، میں اسے اس بات کی تاکید کرتے ہوئے روانہ ہوا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کی پرورش کی جائے اگر لڑکی پیدا ہو تو اس کو زندہ درگور کیا جائے۔ میرے آنے تک میری بیوی کو لڑکی پیدا ہوئی جس کو اس

نے اپنی بہن کے پاس پرورش کے لئے بھیج دیا۔ جب میں گھر پہنچا تو اس نے مجھے خبر دی کہ لڑکی پیدا ہوئی تھی جسے میں نے زندہ درگور کر دیا۔ کچھ دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک حسین وجمیل اور خوبصورت لڑکی ہنستے کھیلتے میری بیوی کے پاس آئی اور باتیں کرنے لگی۔ اس کی یہ الفت ومحبت میرے دل میں گھر کر گئی، میں محبت ولاڈ و پیار سے بچی کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ میری شفقت ومحبت بھری نگاہ کو دیکھ کر میری بیوی نے اس راز کو عیاں کر دیا کہ یہ بچی میری اور آپ کی ہے۔ یہ سننا تھا کہ میری یہ محبت نفرت میں تبدیل ہوگئی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا اس بچی کو نہلاؤ دھلاؤ اور نئے کپڑے پہناؤ میں اسے گھمانے کیلئے لے جاؤں گا، بیوی نے بچی کو بہت اچھی طرح تیار کیا۔

میں نے اپنی بیٹی اور پھاوڑے کو اپنے ساتھ لیا اور جنگل لے گیا۔ بچی کہتی رہی کہ ابا جان! آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں خاموش چلتا رہا کچھ نہ کہا یہاں تک کہ بیابان میں پہونچ کر میں نے پھاوڑے سے گڈھا کھودنا شروع کیا۔ اس دوران جو مٹی میرے کپڑوں پر لگتی میری بچی اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اسے صاف کرتی اور کہتی اے ابا جان یہ سب آپ کیوں کر رہے ہیں؟

جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو اپنی اس بچی کو گڈھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی کہنے لگی: اے ابا جان آپ کیا کر رہے ہیں، کیا آپ مجھے اس ویران جنگل کے اندر تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے، کیا آپ مجھے یہاں اکیلے چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ بچی رو رو کر کہہ رہی تھی لیکن اس وقت میرے دل پر کچھ اثر نہ ہوا میرا دل سنگ ہوگیا تھا۔ میں پتھر دل بن گیا تھا وہ آواز ابھی میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو بخش دے گا؟ اس واقعہ کے سننے کے بعد حضرت نبی اقدس

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا چہرہ انور اٹھایا تو آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں آپ اشکبار ہو گئے۔ (علماء صالحین)

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عورت پر اللہ کی رحمت کا سایہ

ہمارے نبی اتنے رقیق القلب نرم مزاج اور نرم دل والے تھے کہ قرآن مجید نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمۃ اللعالمین'' کہا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عورت کو جو عزت و رتبہ بخشا وہ کسی بھی مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ عورت پر صنف نازک ہونے کی وجہ سے اتنا ہی بوجھ ڈالا جتنا وہ سنبھال سکتی ہے اور مرد کی قوت کی اعتبار سے اسے قوامیت کا مرتبہ عطاء کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آدمی کو اس بات کی تاکید کی کہ عورت نازک ہوتی ہے، اس کے چہرے پر نہ مارے، بوجھ کے تعلق سے ارشاد ربانی ہے: **لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**۔

اللہ تعالیٰ نے روحانی عبادت اور اخروی درجات وفضائل میں مرد وعورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی، دونوں کے لئے یکساں طور پر میدان عمل ہے اور دونوں زیادہ سے زیادہ نیکیاں واجر وثواب کما سکتے ہیں۔ مرد وعورت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر وثواب میں کچھ کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا**۔

’’بے شک مسلمان مرد مسلمان عورتیں اطاعت کرنیوالے مرد اطاعت کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والے عورتیں عاجزی کرنے والے مرد عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔‘‘

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ عقلی کا ایک واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ عقلی اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب قریشِ مکہ نے کعبۃ اللہ کی عمارت کو از سرِ نو تعمیر کیا اور اس وقت حجرِ اسود کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا گیا تھا، تو تعمیر کے بعد قریش کے قبائل نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ حجرِ اسود کو کون اپنی جگہ نصب کرے؟ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ فضلیت اس کو ملے، یہاں تک نوبت پہنچی کہ لوگ اپنی بہادری اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرنے کے لیے عربوں کے دستور و رواج کے مطابق پیالوں میں خون بھر کر اس میں ہاتھ ڈال کر کہنے لگے کہ یہ فضیلت ہم حاصل کریں گے۔

اس میں اشارہ تھا کہ ہم جنگ کے لیے بھی تیار ہیں۔ ایک تجربہ کار بوڑھے نے مشورہ دیا ’’کہ ایسا کرو کہ کل صبح جو آدمی سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہو اسی کو اس کا اہل

سمجھا جائے کہ وہ کعبۃ اللہ میں حجرِ اسود نصب کرے"۔ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، جب صبح ہوئی، تو سب سے پہلے اس میں داخل ہونے والے وہ ہمارے اور آپ کے آقا سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو خوش ہو گئے اور آپ سے کعبۃ اللہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کے لیے کہا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمالِ عقلی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے عجیب تدبیر پیش فرمائی، آپ نے فرمایا کہ ایک چادر بچھا دو، جب چادر ڈال دی گئی، تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر اس میں رکھا؛ پھر تمام سردارانِ قریش سے فرمایا کہ سب اس چادر کو پکڑ کر چلیں، جب چلے، تو کعبۃ اللہ کے پاس آپ نے رُکوا کر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو نصب کر دیا، خود بھی اس فضیلت سے مشرف ہوئے اور سب کو بھی شامل کر لیا اور ایک بڑی جنگ سے لوگوں کو بچا لیا۔ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/ ۱۹۷)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمال فصاحتِ لسانی کا عطا فرمایا گیا تھا اور اس میں بھی آپ بے نظیر تھے، حتیٰ کہ حضرات صحابۂ کرام کو بعض وقت آپ کی گفتگو سمجھنے میں دقت پیش آتی اور وہ آپ کی انتہائی فصیح و بلیغ زبان، جو انتہائی کمالِ عروج کو پہنچی ہوئی تھی، سمجھ نہ سکتے؛ اس لیے بسا اوقات آپ کو بات دہرانی پڑتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہم میں ہی رہے؛ پھر بھی آپ ہم میں سب سے زیادہ فصیح ہیں، یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیل کی زبان کی فصاحت مٹ گئی تھی، حضرت جبرئیل اس کو لے کر میرے پاس آئے اور میں نے اس کو یاد کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ سے حضراتِ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اور ہم ایک ہی

خاندان کے ہیں اور ایک ہی شہر میں زندگی کر رہے ہیں؛ مگر آپ ایسا کلام کرتے ہیں کہ ہم سمجھ نہیں پاتے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب کی تعلیم دی ہے اور بہترین تعلیم دی ہے۔ (جمع الوسائل: ۲/ ۸)

اور ایک کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقی کمال ہے، کمالِ اخلاق کا یہ عالم کہ جو آپ کو دیکھتا اور آپ کے اخلاق کو دیکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عمدہ اخلاق والے تھے۔ (شمائلِ ترمذی: ۲۳)

غرض یہ کہ کسی طرح کا بھی کمال ہو، وہ آپ میں علی وجہ الاتم والاکمل پایا جاتا ہے، اسی لیے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمانے تصریح کی ہے کہ کمالِ ایمان یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صاحبِ کمال نہیں اور نہ کوئی ایسا ہے، جو آپ کے برابر صاحبِ کمال ہو۔ (شرح شمائل علی حامش جمع الوسائل: ۱/ ۱۸)

## خاندان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ دل کے بہت نرم تھے۔ قرآن کریم پڑھتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ اس طرح بلک بلک کر روتے کہ دیکھنے والے بھی رونے لگتے۔ ۱۲ ہجری میں جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مکہ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعزیت کے لیے آپ کے پاس آئے۔ آپ کا حال یہ تھا کہ یہ حضرات تعزیت کرتے جاتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے۔ بار بار سرد آہ بھرتے۔ اس قدر سرد آہیں بھرنے کی وجہ سے آپ کا نام ہی ”سرد آہ بھرنے والا“ مشہور ہو گیا تھا۔

آپ نے چار نکاح کیے۔ دو اسلام سے پہلے، دو اسلام کے بعد۔ اسلام سے پہلے قتیلہ بنت عبد العزیٰ اور ام رومان رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اسلام کے بعد اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ ان میں قتیلہ کے بارے میں معلوم نہیں کہ مسلمان تھیں یا نہیں۔ ام رومان رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئی تھی۔

اور حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح ہوا تو اس سے پہلے ہی یہ دونوں اسلام قبول کر چکی تھی۔

آپ کے ہاں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام عبد الرحمن، عبد اللہ اور محمد ہیں، جب کہ بیٹیوں کے نام اسماء، عائشہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ عظیم شرف حاصل ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ ہستی ہیں، جنہوں نے ہجرت کے موقعے پر ''کمال جرأت'' کا ثبوت دے کر حضور نبی اکرم ﷺ اور اپنے والد کے سفر کا انتظام کیا۔ ان کی شادی مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ہجرت کے موقعے پر ہی ان سے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ یہ نو عمر صحابہ کرام میں بڑے بہادر شمار کیے جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام میں ان کا نمایاں مقام ہے۔

ام کلثوم آپ کی تیسری بیٹی تھیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ اس لیے یہ تابعیہ تھیں۔

عبد الرحمن بن ابی بکرؓ آپ کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا ان کی والدہ ہیں۔ غزوہ بدر کے موقعے پر کفار کے لشکر میں شامل تھے۔ میدان

جنگ میں یہ آگے بڑھے اور کسی مسلمان کو مقابلے پر آنے کی دعوت دی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے مقابلے پر جانے کی اجازت طلب کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی۔اس کے بعد غزوہ احد میں بھی یہ کفار کے لشکر میں شامل تھے۔یہ صلح حدیبیہ کے موقعے پر اسلام لائے اور مدینہ میں آکر اپنے والد کے ساتھ رہنے لگے۔بہت بہترین تیرانداز تھے۔صلح حدیبیہ کے بعد جتنے بھی غزوات پیش آئے، ان میں برابر شریک ہوتے رہے۔جنگ یمامہ میں انہوں نے کمال ہی کردکھایا۔دشمن کے بڑے بڑے افسروں کو تنہا انہوں نے ہی اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔اسی طرح قلعہ یمامہ کی ایک دیوار میں شگاف تھا۔مسلمان اس شگاف کے ذریعے اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔لیکن محکم بن عقیل نامی ایک سردار اس شگاف کی حفاظت کررہا تھا۔حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ وہ ڈھیر ہوگیا اور مسلمان قلعے میں داخل ہوگئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور یہ سگے بہن بھائی تھے۔دونوں ایک دوسرے سے محبت تھی۔53 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر بڑے دردناک اشعار پڑھے تھے۔

آپ کے دوسرے بیٹے عبداللہؓ تھے۔قتیلہ ان کی والدہ تھیں۔یہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دونوں سگے بھائی بہن تھے۔انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ایمان لانے کے بعد ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی اور غار ثور میں قیام فرمایا تو یہی تھے جو قریش کی خبر خفیہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے رہے۔جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے، تب انہوں نے بھی حضرت ام رومان، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ہجرت کی۔ فتح مکہ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک رہے۔ طائف کے معرکے میں انہیں ایک تیر لگا، اس سے شدید زخمی ہو گئے۔ علاج کے بعد زخم ٹھیک تو ہو گیا تھا لیکن تقریباً اڑھائی سال بعد دوبارہ ہرا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چالیس روز بعد یہ اسی زخم سے وفات پا گئے۔

محمد بن ابی بکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے حضرت علیؓ سے شادی کر لی تھی۔ اس طرح محمد بن ابی بکر حضرت علیؓ کی آغوش میں پلے۔

کچھ مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں میں یہ بھی شریک تھے، لیکن مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے اس کا انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خون سے محمد بن ابی بکر کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں مصر کا والی مقرر فرمایا۔ جب یہ مصر پہنچے تو ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کو یہ خبر ملی تو بہت رنج ہوا۔ ان کے بیٹے قاسم کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تربیت حاصل کی تھی۔ اس لیے یہ فقیہ بنے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا شمار ہوا۔

خلفائے راشدین میں دیکھا جائے تو سب سے زیادہ فتوحات حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئیں۔اور کئی لحاظ سے اصلاحات بھی سب سے زیادہ ان ہی کے دور میں ہوئیں۔لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت صرف سوا دو سال تک رہی جب کہ حضرت عمرؓ کو دس برس کے قریب وقت ملا......لہٰذا حضرت عمرؓ کے دور میں جو کچھ ہوا،اس کی بنیاد دراصل حضرت ابوبکرؓ نے ہی رکھی تھی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہر طرف فتنوں نے سر اٹھا لیے تھے۔کہیں زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کا فتنہ تو کہیں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے فتنے تھے۔غرض مدینہ منورہ کے چاروں طرف فتنہ پرور لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ان تمام حالات کا مقابلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس طرح کیا......وہ آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ان کی جگہ کوئی بھی دوسرا ہوتا،حوصلہ ہار جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ صلاحیتیں اور جراتیں عطا فرمائیں تھیں کہ کمزور ہوتے ہوئے بھی ان سب کے خلاف مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ گئے اور وہ کام کر دکھائے کہ آج بھی لوگ حیرت زدہ ہیں اور رہتی دنیا تک حیرت زدہ رہیں گے۔(خلافت راشدہ قدم بقدم،ص/83-85)

## ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی مہم پر لشکر کی قیادت کا حکم فرمایا تھا جس میں صدیق اکبر،عمر بن خطاب اور دیگر اجلہ صحابہ شریک تھے۔ابھی لشکر مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ اور

صدیق اکبر، عمر بن خطاب، اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ابھی لشکر روانہ نہیں ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اور لشکر واپس آ گیا پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پورے مدینہ کے لوگ بڑے کشمکش کے عالم میں تھے ہر طرف سے دشمنان اسلام تاک میں لگے ہوئے تھے مگر ان سب کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو روانہ فرمایا لوگوں نے بہت منع کرنا چاہا مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس لشکر کو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ کبھی بھی واپس نہیں ہو سکتا، بہر حال لشکر اسامہ کو روانہ فرمایا اور چند ہی دنوں کے بعد فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی تھی کہ جب دشمنوں نے دیکھا کہ اتنا بڑا لشکر یہ لوگ باہر لڑنے کے لئے بھیج رہے ہیں تو آخر خود مدینہ میں جو مرکز الخلافہ ہے وہاں کتنا لشکر ہو گا اور ان دشمنوں کے دلوں پر رعب بیٹھ گیا۔

## صدیق اکبر کا واقعہ

ابوبکر صدیق ؓ نے بوڑھاپے کی حالت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر بٹھایا اور غارِ ثور پر چڑھے اللہ اکبر۔ غارِ ثور کی بلندی کا کیا کہنا؟ جو حاجی حج کے لئے گئے ان کو معلوم ہے اور دیکھا ہے کہ وہ پہاڑ کتنا بلند و بالا ہے اس پر خالی چڑھنا مشکل ہے جبکہ ابوبکر صدیقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کمر پر بٹھایا اور پھر غار ثور تک پہونچے خود کو بھی سنبھالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سلامتی کے ساتھ لیکر گئے

اور ساری پونجی چالیس ہزار درہم جو آپ کے پاس تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی اور عرض کیا میں اور میری جان و مال سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے ہے، آپ جہاں چاہے خرچ کر دیں اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ایسے انسان کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سب کا حق ادا کر دیا مگر ابوبکر کا حق مجھ سے ادا نہ ہوسکا اور فرمایا دنیا میں اگر کسی کو دوست بناتا تو میں ابوبکرؓ کو بناتا۔ اور ہمارے سماج اور معاشرہ میں کیا ہے دو بات میٹھی ہوگئی تو وہ دوست ہوگیا آج دوست بنالیا اور کل روتا پھرتا ہے ایسی ہی دوستی بعد میں فتنہ بنتی ہے، وہ فتنہ بنتی ہے جان کے لئے اور وہ فتنہ بنتی ہے مال کے لئے، یعنی وہ دوستی ہر مقام کے لئے فتنہ بنتی ہے بلکہ وہ وہ دوستی دنیا و آخرت کے لئے فتنہ بن جاتی ہے، بعض مرتبہ ایسی دوستی ہوتی ہے کہ اس دوستی سے ایمان چلا جاتا ہے پتہ بھی نہیں چلتا اللہ معاف فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ انسانوں کو ڈراتے ہیں اسلئے ڈراتے ہیں تا کہ انسان سنبھل جائے قرآن مقدس میں اللہ نے کئی جگہ ارشاد فرمایا: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی عظمت کو جانو اور سمجھو اللہ نے جو تم کو احکامات دیئے ہیں اس پر چلو اور اپنی پوری زندگی اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر ڈھال لو۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا اللہ تعالیٰ نے تم کو اختیار دیدیا ہے چاہے تم اچھے راستہ پر چلو یا برے راستہ پر، اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے بھلائی اور برائی کے کھول دیئے ہیں پھر قیامت کے روز کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔

تو قرآن مقدس میں اللہ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ اے لوگو تم

اپنے رب سے ڈرو وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کا نہیں ہوگا اور نہ کوئی کام آئے گا وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اور بیٹا اپنے ماں باپ کو کچھ نہیں دے سکتا ہے دنیا میں آپ چاہیں جتنی خدمت کرلیں لیکن قیامت کے دن کوئی اپنے ماں باپ کے کام نہیں آئے گا، آپ کی نیکی آپ کے کام آئے گی اور آپ کے والدین کی نیکی انکے کام آئے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم اپنا دربار سجائیں گے اور ساری مخلوق ہمارے سامنے ہوگی اس کے بعد اعلان ہوگا آج یہاں کسی کی بڑائی نہیں چلے گی، آج صرف ہمارا حکم چلے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے آجائیں وہ لوگ جو دنیا میں اپنی مونچھوں پر تاؤ دیا کرتے تھے اور شیخی بگھارا کرتے تھے اور اپنی تعریف خود کیا اور کرایا کرتے تھے آج کسی کی کوئی بات نہیں چلے گی صرف ان کی بات چلے گی جو متقی ہیں پرہیز گار ہیں (آخرت ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ورنہ عذاب ہی عذاب ہے۔ اَلْعَيَاذُ بِاللهِ)

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ گہرے یار غار حضرت ابوبکر t ہیں سب سے زیادہ محبت کرنے والے، کیسی محبت؟ ہجرت کی رات میں پہاڑ پر چڑھنا ہے غار ثور میں جانا ہے، حضرت ابوبکر t نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان حالانکہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال چھوٹے بعض

روایات میں آتا ہے کہ سترہ سال چھوٹے، قابل غور ہے کہ ابوبکر صدیق t آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زیادہ بوڑھے ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ چڑھیں گے تو پاؤں مبارک سن ہو جائیں گے۔ آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں آپ سوچئے ایسی چڑھائی پر کہ خطرناک راستہ ہے ابوبکر t اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر اٹھا کر اوپر چڑھے، کیسی قربانی، کیسا صبر اور اس مصیبت کو نعمت محسوس کر رہے ہیں، وطن چھوٹ رہا ہے، گھر والے چھوٹ رہے ہیں کاروبار چھوٹ رہا ہے، عزت ہاتھ سے جا رہی ہے لوگ جان کے دشمن ہیں پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق t کہہ رہے ہیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ میرے کندھوں پر بیٹھیں، میں آپ کو اوپر لے کر چلتا ہوں۔

آج اگر کوئی مصیبت آجائے اگر کسی امام صاحب کی طرف سے کوئی تکلیف پہونچ جائے، کوئی بزرگ ہیں اگر انکی طرف سے کوئی تکلیف پہونچے تو کوئی ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہے، اور قربان جایئے حضرت ابوبکر t پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلے، آپ کو غار ثور میں صاف کرنے کے بعد لٹاتے ہیں اور کیسے لٹاتے ہیں، فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سو جائیں آپ تھکے ہوئے ہیں حالانکہ تھکے ہوئے تو ابوبکرؓ بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ جاتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زانو پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ہے سارے سوراخ بند کر دیئے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر کہیں سے کوئی موذی جانور نہ آجائے، روایت میں آتا ہے کہ ایک سوراخ رہ گیا جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں مبارک رکھ دیا، ادھر سانپ ہر روز آتا اور

دیکھتا کہ سرور کائنات تشریف لائے یا نہیں مگر آ کر واپس چلا جاتا، اتفاق سے ایک دن آیا تو دیکھا کہ سارے سوراخ بند ہیں اس کو غصہ آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو ڈنس لیا سانپ کا کانٹنا کوئی معمولی نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی بہت برداشت کیا لیکن آپ کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گر پڑے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، دریافت کیا کیا ہوا؟ فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا اچھے ہو گئے۔

آج جس کو مصیبت سمجھتے ہیں اس کو وہ نعمت سمجھ رہے تھے مسلمان کا ہر کام اللہ کو خوش کرنے کیلئے ہونا چاہئے۔ (خطبات رحیمی جلد پنجم، ص/165)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی پر بہتان لگایا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ قافلہ سے پیچھے رہ گئیں، منافقین نے بہتان تراشی کی کہ نعوذ باللہ آپ زنا کار ہیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا سب سے بڑا صدمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوا اور بہتان لگانے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت خدمت کرتے تھے، سو آدمی ایسے تھے جن کے اخراجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکمل برداشت کرتے تھے ان میں سے کچھ لوگ منافقوں کے

ساتھ ہو گئے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرلیا، اب میں ان کی مدد نہیں کروں گا کیونکہ یہ میری بیٹی پر بہتان لگاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حکم فرمایا کہ ابوبکر سے فرما دو کہ تم احسان کرتے رہو، احسان کے کیا معنی ہیں ہمارے یہاں؟ احسان کے معنی ہیں کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ احسان کررہا ہے تو ہم بھی ان کے ساتھ احسان کریں حالانکہ، احسان کے معنی یہ ہیں کہ سامنے والا آدمی آپ کے ساتھ برا سلوک کررہا ہے آپ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اس کو احسان کہتے ہیں۔

ایک آدمی آپ کے ساتھ برائی سے پیش آرہا ہے آپ اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آئیں اس کو کہتے ہیں احسان اور یہی خوبی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے، میں عرض کررہا تھا کہ ہر چیز اللہ کی نعمتوں میں سے ہے جب آدمی برے کاموں میں مشغول ہوجاتا ہے ،تو بیماریوں اور پریشانیوں کے ذریعہ اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس بیماری کے ذریعہ صحت کی قدر کرسکتا ہے، ایک آدمی بے عزت ہوگیا تو وہ بھی اللہ کی نعمت ہے کیوں کہ اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ اب اپنی عزت اور وقار کو باقی رکھنے کیلئے ہوشیار ہوجائے تو دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو اللہ کی نعمتوں میں سے نہ ہو۔

## حضرت ابوبکرِ صدیق
## اور طریقۂ نقشبندیہ کی فضیلت

ابوبکرِ صدیق اکبر کو رسول پاک کے بعد جو مقام اور مرتبہ حاصل ہوا اس میں ان کے جن کمالات کو دخل ہے ان میں سب سے بڑی صفت ان کی مسابقت الی الایمان، اللہ

اور رسول کی کمال محبت ،فنائیت در توحید، معرفت باری تعالی میں تعمق اور گہرائی جیسے اوصاف ہیں،اور ان جیسے کمالات نے ان کو جہاں خلافت ظاہری یعنی حکومت وسلطنت تک پہنچایا وہیں دینی امامت، دینی مرجعیت اور مقتدائیت عطا فرمائی اسی کا نام خلافت راشدہ ہے، یعنی خلیفہ راشد وہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت وسلطنت کے ظاہری انتظامات کرتا ہے تو دوسری طرف دینی روحانی کمالات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے جس کی سند زبان رسالت سے انکو حاصل ہوئی، رسول پاک نے فرمایا اِقْتَدُوا، بالذین من بعدی ابی بکر وعمر، میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا، اور اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِه لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، یعنی جب کہ حضور اپنے دوست صدیق اکبر سے فرمارہے تھے مت گھبراؤ بیشک اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے اس میں حضرت صدیق اکبر کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، ان فضائل وکمالات نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ رسول پاک کے بعد آپ سب سے افضل اور صاحب کمالات انسان تھے، خود حضرات صحابہ کرام بھی حضرت صدیق اکبر کو حضور پاک کے بعد سب سے افضل سمجھا کرتے تھے جیسا کہ بخاری اور ابوداؤد کی روایات اس پر شاہد ہیں چنانچہ امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے قال کنا فی زمان النبی لانعدل بابی بکر احداً اور امام ابوداؤد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا کنا نقول ورسول اللہ حی افضل ام النبی بعدہ ابوبکر کہ حضور پاک کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ اپنے سلسلہ کو حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ اس کا آغاز حضرت صدیق اکبر سے ہوا جن کو رسول پاک سے نسبت اتحادی حاصل تھی اسی وجہ سے حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ کو تمام سلاسل پر فوقیت دیتے ہیں، ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ ''یہ سلسلہ وصول الی اللہ کے لئے سب طریقوں کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس سلسلہ کے مشائخ بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں اور سلسلوں کی انتہا ہے وہاں سے ہمارے سلسلہ کی ابتداء ہے، ان کی انتہاء ہماری ابتدا میں درج ہے، سلسلہ نقشبندیہ جو بزرگوں کا طریقہ ہے بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ (دیکھئے مکتوب نمبر ۵۸ دفتر اول حصۂ دوم ص ۱۹۵)

نیز دفتر اول حصہ چہارم ص ۵۱۶ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ''حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریقہ طلب کیا جو بیشک موصل ہو اور آپ کی یہ التجاء قبول ہوگئی ہے چنانچہ ''رشحات'' میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہاء اس کے ابتداء میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے ؎

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست
سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نا بینا ہو

نیز حضرت شیخ جمال ناگوری کی طرف ایک مکتوب صادر فرماتے ہوئے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ ”پیری ومریدی طریقۂ نقشبندیہ میں طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے کلاہ اور شجرہ سے نہیں جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اوران کی تربیت انعکاسی ہے اس بناء پر ان کی بدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اوران کا راستہ بالکل قریب ہے ان کی نظر امراض قلبیہ کو شفا دیتی ہے اوران کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالارا اند
کہ برند از رہِ پنہا بحرم قافلہ را

ترجمہ نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں

(مکتوبات دفتر دوم حصہ اول ص ۹۸۷)

مزید بصیرت پیدا کرنے کے لئے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا ایک اور مکتوب مبارک ملاحظہ فرمایئے جو آپ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ کے صاحبزادے خواجہ محمد قاسم کو تحریر فرمایا، حضرت لکھتے ہیں: مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقۂ نقشبندیہ کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے اور سماع، رقص، وجد وتواجد سے جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانۂ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت درانجمن کو اختیار کیا ہے تو

لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں، اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلی توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے (مکتوبات حصہ سوم دفتر اول ص ۳۹۷)

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد وفا کرنا

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے جابر! اگر بحرین سے (ہماری زندگی میں) مال آ گیا تو میں تمہیں اتنا اتنا اور اتنا مال دوں گا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر دس انگلیوں سے ایک مرتبہ، پھر اکیلے ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا) اللہ کی شان! نبی علیہ السلام کی زندگی میں تو نہ آیا۔ جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وہاں سے مال آیا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اگر نبی علیہ السلام نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آ کر مجھ سے لے لے، اور اگر کوئی قرض ہو تو آ کر مجھ سے لے لے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو جا کر بتایا کہ نبی علیہ السلام نے مجھ سے اتنا وعدہ کیا تھا تو انہوں نے مجھے تین مرتبہ ہاتھ پھیلا کر دیا۔ میں نے بعد میں گنا تو وہ پندرہ سو تھے۔ (بخاری: رقم 2537)

کسی کے قول کو پورا کرنا بھی سنت ہے۔ اور یہاں وعدہ وفا کرنے میں کتنا زبردست اہتمام ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اپنا وعدہ کیا ہوا پورا نہیں کر پاتے، اگر والد صاحب نے کسی سے کچھ وعدہ کر دیا ہو تو اسے کیا پورا کریں گے؟ غور کرنے کی بات ہے۔

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حرام سے احتیاط

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت کا ایک غلام تھا، وہ ایک دن کچھ کھانا لایا، حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ کھالیا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کھانا حرام ہے؛ کیوں کہ غلام نے بتایا کہ وہ جاہلیت میں لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا تھا، یہ کھانا اسی کے عوض میں ملا ناہے۔ حضرت صدیقِ اکبر نے فرمایا کہ تجھ پر تف ہے! تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر آپ نے منہ میں ہاتھ ڈال کر تے کرنا چاہا؛ مگر تے نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا پانی پینے سے تے ہوگی۔ آپ نے پانی منگوایا اور آپ پانی پیتے جاتے اور تے کرتے جاتے، یہاں تک کہ پورا کھانا نکل آیا۔

لوگوں نے کہا کہ اس ایک لقمے کے لیے آپ نے اتنی مشکل اٹھائی؟ فرمایا کہ اگر اس کے لیے میری جان بھی چلی جاتی، تو بھی میں ضرور اس کو نکالتا؛ کیوں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، کہ جو جسم حرام سے پلا ہو، وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے۔ (صفوۃ الصفوۃ:۱/۲۵۲، حلیۃ الأولیاء:۱/۳۱، ریاض النضرۃ:۲/۱۴۱)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات

اس کے بعد چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی واقعات سنیے۔ سیدنا صدیقِ اکبر

رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے عمر میں تقریباً تین سال بڑے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ میں اور مختلف علاقوں میں تجارت کرتے تھے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اور تجارت کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی بھی تھی۔ جیسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق دی تو بغیر کسی دلیل اور اعتراض کے فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت کے معاملات کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اور خود اپنے معاملات میں بڑے صاف گو انسان تھے۔

## صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا قے کرنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کچھ غلام رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک غلام کو تجارت کے لیے بھیجتے تھے۔ وہ غلام ان کے لیے کچھ نفع لے کر آتا تھا۔ ایک دن وہ کھانا لے آیا اور آکر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو پیش کردیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا لے کر کھانا شروع کردیا۔ غلام نے کہا کہ حضرت! آپ ہمیشہ پوچھتے تھے کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟ ساری کارگزاری سنتے تھے، مگر آج آپ نے نہیں پوچھا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! بتاؤ کہاں سے کما کر لائے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرتبہ ایک مشرک نے مجھ سے فال نکلوایا تھا۔ مجھے فال نکالنا آتا نہیں تھا، میں نے ویسے ہی اسے دھوکہ دیا کہ مجھے فال نکالنا آتا ہے

اور اس کا فال نکال دیا۔آج بڑے عرصے بعد وہ مشرک مجھے ملا اور یہ کہا کہ یہ مال رکھ لو،تم نے میرا فال نکالا تھا اور مجھے فائدہ ہوا۔یہ وہی کمائی ہے جس کا کھانا میں آپ کے لیے لایا ہوں۔اللہ اکبر کبیرا! یہ بات بس سنی ہی تھی کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگلیاں ڈالیں اور سارا قے کر نکال دیا۔بڑی مشکل اور تکلیف ہوئی۔غلام نے کہا کہ حضرت! معمولی لقمے کے لیے اتنی تکلیف! فرمانے لگے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ حرام سے بنتا ہے،جہنم ہی اس کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے۔کیا شان تھی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی کہ حلال وحرام کا اتنا زیادہ خیال کیا کرتے تھے۔(گلدستہ سنت جلد نمبر 4)

## ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی استقامت

یہ پورا منظر دیکھنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے عمر! سن لو،یہ سنبھلنے کا وقت ہے،میں سنبھلا ہوا ہوں،میرے ساتھ تم بھی جڑ جاؤ،دونوں ملکر اس امت کو سنبھالیں گے،جس امت کو ابھی صبر نہیں آرہا ہے،جن کے دلوں پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹ گیا،اور آخری نبی اللہ کو پیارے ہو گئے،اور سنبھلو،اگر نہیں سنبھلو گے تو ہم دونوں ملکر اس امت کو نہیں سنبھال سکیں گے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،کیا آپ سنبھلے ہوئے ہیں؟ فرمایا ہاں میں سنبھلا ہوا ہوں،اور سن لو میری بات "اَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَاَنَاحَیٌّ" اللہ کے نبی دنیا سے رخصت ہو گئے،تشریف لے گئے،لیکن "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ

مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ‘‘ دنیا میں جو بھی نبی آیا، اللہ کو پیارا ہو گیا، جیسے پہلے رسول گئے ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسول بھی دنیا سے تشریف لے گئے’’ اَفَائِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ‘‘(۱) لیکن اللہ کا دین زندہ ہے، اللہ کے نبی جو دین لیکر آئے تھے وہ قیامت تک زندہ رہے گا، اور اس پر عمل کرنا ہی سچی محبت ہے۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قابو میں آنا

جب یہ جملے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ادا کئے تو حضرت عمر فاروق کو کچھ ہوش آیا، فرمایا، لوگوں دل تو نہیں مانتا؛ لیکن اسلام کا اور اللہ کا بنایا ہوا عقیدہ ہے، جس کو آنا ہے اس کو جانا بھی ہے اور لو مجھے یقین آ گیا، اور جب مجھے یقین آ گیا تو سب کو یقین آ جانا چاہئے۔

## حضرت عمرؓ کا تقوٰی

حضرت ایاس بن سلمہؓ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بازار سے گزرے ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا انہوں نے آہستہ سے کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا۔ راستے سے ہٹ جاؤ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہا اے سلمہ کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے میں نے کہا جی ہاں پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے او رمجھ کو چھ سو درہم دیئے اور کہا انہیں اپنے سفر حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے تو وہ

کوڑا یاد بھی نہیں رہا فرمایا لیکن میں نے تو اسے نہیں بھلایا یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا۔ (حیاۃ صحابہ ج:۲ ص:۱۴۵)

## دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط

روایت میں ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک قدیمی روایت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کو بھینٹ چڑھاتے ہیں اگر نہ چھڑھائے تو دریا میں پانی نہیں آتا ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضا مند کر لیتے ہیں اور اس کو بہت عمدہ کپڑوں اور بہت قیمتی زیور پہنا کر بناؤ سنوار کر کے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاصؓ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کیلئے آیا ہے تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے وہ باز رہے۔ دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آکر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ بودوباش ترک دیں اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفہ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میرا یہ خط ڈال دو حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس پرچے کو نکال

کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ خط ہے خدا تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے اہل مصر دریائے نیل کی طرف، بعد حمد وصلوۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کردے یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے گرانی ارزانی سے بدل گئی خط کے ساتھ ہی خط کا خطہ سرسبز ہوگیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد، ۴ ص: ۲۱۳)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے ممبر پر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ لوگو سنو اور اطاعت کرو۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا نہ سنیں گے، نہ اطاعت کریں گے چونکہ حضرت کی ذات کو کہا تھا اس لئے برا نہیں مانا اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے بھائی کیوں نہیں سنو گے؟ اس نے کہا کہ مال غنیمت کی جو چادریں تقسیم ہوئی ہیں تو سب مسلمانوں کو تو ایک ایک ملی ہے اور آپ نے دو کیوں لے لی آپ نے اس سے فرمایا بس اتنی سی بات ہے اور اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کا جواب دو۔ انہوں نے کہا کہ چادر والد صاحب نے بھی ایک ہی لی ہے اور دوسری

چادر جوان کے بدن پر ہے وہ میری ہے۔ نماز کا وقت ہو گیا تھا اور ان کے پاس کپڑے نہ تھے اس لئے میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی آپ کو دے دی۔ یہ سن کر وہ شخص مطمئن ہو گیا اور کہا کہ اب آپ خطبہ ارشاد فرمائیے ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چھ نصیحتیں

ایک موقع پر خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور نصیحت فرمایا:

جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔

جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے کم رتبہ اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔

جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے۔

جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے۔

اور جس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اسکا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

## غریبی اور خوش حالی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محتاجی اور غربت سات چیزوں کی وجہ سے آتی ہے۔

(۱) جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔

(۲) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے۔

(۳) پیشاب کرنے کی جگہ پر وضو کرنے سے

(۴) کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔

(۵) منہ سے چراغ بجھانے سے۔

(۶) دامن یا آستین سے منہ صاف کرنے سے۔

خوش حالی مندرجہ سات چیزوں کے کرنے سے آتی ہے۔

(۱) قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے۔

(۲) پانچوں وقت کی نماز پڑھنے سے

(۳) اللہ کا شکر ادا کرنے سے۔

(۴) غریبوں اور مجبوروں کی مدد کرنے سے۔

(۵) گناہوں سے معافی مانگنے سے۔

(۶) ماں باپ اور رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے۔

(۷) صبح کے وقت سورہ یٰسین اور شام کے وقت سورہ واقعہ پڑھنے سے۔

کرتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے خود اپنے اندر خدا کا خوف اور محبت پیدا تو کرے۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ روم کا قاصد آیا چونکہ مدینہ میں وہ پہلی دفعہ آیا تھا اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکان معلوم نہ تھا صرف نام سے واقف تھا، ایک بہت بڑے بادشاہ کا گمان اس کے ذہن ودماغ میں تھا کہ جس طرح دیگر بادشاہ دنیا کے عیش وعشرت اور ٹھاٹھ سے رہتے ہیں اسی طرح حضرت عمر بھی ہوں گے چنانچہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے پوچھا: امیر المؤمنین کا دربار کہاں ہے؟

تو لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد میں آرام فرما رہے ہیں یہ مسجد کی طرف چلا وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عمر ایک تہ بند پہنے ہوئے اور اینٹ کا تکیہ لگا کر سو رہے ہیں۔ یہ شخص دیکھ کر بڑا حیران اور متعجب ہوا کہ ایک ایسا بادشاہ جس کا نام سن کر بڑے بڑے بہادر اور شیر دل بھی کانپ اٹھتے ہیں وہ اس طرح بغیر کسی حفاظتی دستہ اور ہتھیار کے زمین پر آرام سے سو رہا ہے اور اس کو کسی طرح کا کوئی خوف اور ڈر بھی نہیں ہے پھر اس قاصد کے دل میں اتنا ڈر و خوف پیدا ہوتا ہے کہ وہ کانپنے لگتا ہے اور دل دل میں کہتا ہے کہ اس مرد فقیر سے مجھے اس طرح خوف محسوس ہو رہا ہے کہ جو جسم مجھے عطا کیا گیا ہے اگر اس طرح کے سات جسم بھی عطا ہو جائیں تو بھی اس کے خوف سے کانپ اٹھیں گے پھر اس کی سمجھ میں بات آگئی اور کہا کہ درحقیقت یہ رعب و دبدبہ یہ خوف مجھے اس مرد فقیر کا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہے اس لئے مجھے بھی اس سے خوف اور ڈر محسوس ہو رہا ہے پھر اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے بہنوئی اور بہن کے اسلام لانے کے متعلق سنا تو غصہ میں بھرے ہوئے ان کے گھر گئے اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا پھر پوچھا کیا پڑھ رہے تھے تو بہن نے کہا کہ آپ پہلے غسل کر لیجئے پھر دکھائیں گے چنانچہ پاک و صاف ہونے کے بعد قرآن کریم کا ایک حصہ جس میں سورہ طٰہٰ کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا

فَاعْبُدْنِيْ (میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو) تو کہنے لگے کیا ہی اچھا کلام ہے پھر کہا کہ مجھے اس مقام پر لے چلو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں مسلمان اس وقت قلیل تعداد میں تھے اور دارارقم میں سارے مسلمان جمع ہوتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دارارقم پہنچے ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی مسلمانوں نے دیکھا تو ڈر گئے شاید ان کا ارادہ ٹھیک نہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کی بہادری عرب میں مشہور تھی وہ اسلام لا چکے تھے اور دارارقم میں وہ بھی موجود تھے انہوں نے کہا کہ اگر اچھے ارادے سے آرہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا جائے گا جیسے ہی دارِارقم میں داخل ہوئے کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

آخر یہ قرآن ہی کی تو کشش تھی کہ چند آیتیں پڑھ کر فریفتہ اور دیوانے بن گئے کفار مکہ کے پاس ایک بڑے تاجر اور بزنس مین اور قبیلۂ دوس کے سردار طفیل بن عمر دوسی آیا کرتے تھے قریش ان کی بڑی خاطر مدارات کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے شہر سے نکل کر ان کا پرزور استقبال کیا کرتے تھے قرآن کی کشش اور اسکی حلاوت و چاشنی لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہی تھی اور لوگ پروانوں کی طرح قرآن سننے کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اسلام بھی قبول کرلیا کرتے تھے اور ادھر کفار مکہ بالخصوص سردارانِ قریش کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی ٹھیک اسی زمانہ میں طفیل بن عمر دوسی مکہ آئے لوگوں نے ان کو بہت ڈرایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں جو ان کی بات سنتا ہے مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہ اتنا ڈرے کہ کانوں میں روئی ٹھونس لی حرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے بے اختیار کچھ کلام سن لیا کلام اچھا معلوم ہوا آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر گئے اور کہا اپنا کلام اور اپنا دین پیش کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سنایا اور اسلام پیش کیا طفیل اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

جب کفار مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ بڑے بڑے تاجر بزنس مین قرآن کریم کو سن کر دیوانہ وار اسلام میں داخل ہورہے ہیں تو پرستان لات وہبل اور عابدین کنکر وپتھر اور بھی زیادہ بے چین ومتفکر ہوئے اس لئے ائمۃ الکفر ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ اور ربیعہ وغیرہ اس ڈیوٹی پر مقرر ہوئے کہ گھر گھر جا کر اس بات کی اطلاع دیں کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطہ اور تعلق نہ رکھے اور ان کا کلام نہ سنے لیکن انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جس چیز سے روکا جائے اسی کو کرتا ہے۔

عربی کا ایک مقولہ ہے اَلْاِنْسَانُ حَرِيْصٌ فِيْ مَامُنِعَ انسان کو جس چیز سے روکا جائے اسی کے پیچھے پڑتا ہے اب یہ سرداران کفار تو کہہ کر چلے جاتے کوئی مستقل پہرہ نہیں دے سکتا تھا جب دیکھتے راستہ صاف ہے تو سیدھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جاتے کہ دیکھیں تو سہی کیا کلام پڑھتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن کا کوئی حصہ پڑھتے وہ قرآن کے شیدائی اور فدائی بن جاتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ان کا اسلام چھپنے والی چیز نہ تھی۔

## تربیت کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ آپؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو دیکھا کہ: کچھ لوگ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں (جس طرح آج کل بہت سے پیر صاحبان اپنے مریدوں کے ساتھ لیے ہوئے

چلتے ہیں) حضرت عمر فاروق ؓ کے ہاتھ میں درہ تھا، آپ ؓ نے اس سے حضرت ابی بن کعب ؓ کو مارا اور فرمایا کہ: یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ چیز پیچھے چلنے والوں کے لیے باعثِ ذلت اور آگے چلنے والوں کے لیے فتنہ کا سبب ہوسکتی ہے ''**هٰذا ذلة للتابع وفتنة للمتبوع**'' (منہاج السنۃ:٦/٢٥٦)

حضرت عمر فاروق ؓ جانتے تھے کہ حضرت ابی بن کعب ؓ صحابیٔ رسول ہیں، اور ان کا بہت اونچا مقام و مرتبہ بھی ہے؛ لیکن اس سب کے باوجود آپ نے انہیں سخت تنبیہ فرمائی کہ اس طرح کا انداز کسی کو بھی فتنہ میں مبتلا کر سکتے ہیں، اور اس کے دل میں اپنی ذات کی بڑائی کا تصور سما سکتا ہے، اور یہ بات اللہ جل شانہٗ کو پسند نہیں ہے۔
(ذکرِ فاروق:٢٢۔ بحوالہ فاروق اعظم ؓ:٤٧٥)

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل (وسوسہ کا علاج)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ ایک جنگل سے گزر رہے تھے، تو ایک جگہ پر پانی تھا اور وہ دہ دردہ نہ تھا، صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ پانی قلیل ہے اور درندے بھی آ کر پانی پیتے ہوں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو نے دیکھا ہے؟

آہ! کیا اسلام ہے، لہٰذا شبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، یقین کو یقین زائل کر سکتا ہے۔ قسم کھا سکو کہ میرا وضو ٹوٹ گیا ہے تب وضو ٹوٹتا ہے، شریعت نے وساوس کو قطع کیا ہے، شیطان

وسوسہ ڈالے تو اس کو قطع کر دو۔ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا کہ مجھے وسوسہ آتا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔تو شیخ نے لکھا کہ تم قسم کھا سکتے ہو کہ میں تم سے ناراض ہوں؟ تو جو طہارت کے وساوس کا علاج ہے کہ قسم کھا سکو، تو وہی شیخ کے بارے میں وساوس کا علاج ہے۔(سفرنامہ حرمین شریفین، ص/165)

## حسن بصریؒ کو حضرت عمرؓ کی دعا

حسن بصریؒ کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی، انہوں نے حسن بصریؒ کی ماں کو بتایا، "کہ اس بچے کو حضرت عمرؓ کے پاس دعا کیلئے لے جاؤ، وہ حسن بصریؒ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی تو حضرت عمرؓ نے دعا کی "**اَللّٰھم فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَحَبِّبْهُ إِلَى النَّاسِ وَاجْعَلْهُ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ**" (اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو لوگوں کا محبوب بنا اور اس کو اپنی بہت ساری مخلوق پر فوقیت عطا فرما) حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی ہے، پہلی دعا **اَللّٰھم فَقِّهْهُ فِي الدِّيْن** کا تجربہ کریں تو ثمرہ یہ ہے کہ حسن بصریؒ کے فقہی اقوال سات جلدوں میں جمع کیے گئے۔

دوسری دعا **وَحِبِّبْه إِلَى النَّاسِ** کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے آپ کو کئی دفعہ طلب کیا تا کہ اسکو سخت سے سخت سزا دے لیکن حسن بصریؒ جب دربار میں حاضر ہوتے تو حجاج کھڑے ہوتے اور منہ بند ہو جاتا اور کہتے تھے: "**أَنْتَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى**" (آپ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزیز ہو)

اسی طرح حضرت حسن بصریؒ کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت بھی حاصل تھی۔ایک دفعہ ایک عورت نے تحفہ بھیجا اور خادم سے کہا،'' کہ یہ حسن بصریؒ کو دے دیں،'' خادم نے کہا،'' کہ میں حسن بصریؒ کو کس طرح پہچانوں گا؟'' تو فرمایا'' سب سے جو خوبصورت ہو وہ حسن بصری ہوگا'' عالم کو چاہیے کہ اس کے پاس جب کوئی اپنا بچہ دعا کیلئے لے آئے تو اس کو حضرت عمر والی دعا دیدے،قرآن مجید کا کچھ حصہ بالخصوص آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔(شیر علی شاہ المدنی کی درسگاہ میں،ص/169)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانوروں سے متعلق خشیت

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بذات خود اپنے اونٹوں کو پانی پلاتے، چارہ ڈالتے اور فرماتے یہ میرے ملکیت میں ہے خدائے بزرگ و برتر ہم سے باز پرس فرمائے گا،اگر دریائے فرات کے ساحل پر کوئی کتا یا کوئی بکری بھوک سے مرجائے تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس اور جواب طلبی ہوگی۔اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میری حکومت میں اگر کوئی خارش زدہ بکری مرجائے تو اللہ کے یہاں جواب دہ ہوں گا۔(حیاۃ الحیوان)

جانوروں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی طاقت تحمل سے زیادہ کام نہ لیا جائے،ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے،وہاں آپ نے ایک اونٹ دیکھا۔جب اس اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ آپ اس اونٹ کے پاس آئے اس کے آنسو پونچھا اور فرمایا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ اس کے مالک نے کہا: ''میں ہوں اے اللہ کے رسول! آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''کیا تمہیں اس حیوان کے معاملے میں اللہ کا خوف ہے؟ جس کو اللہ نے تیری ملکیت میں دیا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس سے طاقت سے زیادہ کام لیتے ہو اور اسے بھوکا رکھتے ہو''۔ (مسند احمد)

## حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بکری کی ٹانگ پکڑ کر زمین پر گھسیٹ رہا ہے تاکہ اسے ذبح کرے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''ستیاناس ہو تیرا، اسے موت کی طرف تو اچھے طریقے سے لے جا'' حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کی ایک دلکش مثال وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے پیش کی، انہوں نے مرتے وقت اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے اونٹ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑنا کیوں کہ میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی بھی تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا''۔ نیز ایک دوسرے صحابی حضرت عدی بن حاتم چیونٹیوں کیلئے روٹی کا چورا بناتے اور کہتے: ''یہ ہماری پڑوسن ہیں لہٰذا ہم پر ان کا بھی حق ہے''۔ (حیوۃ الحیوان)

ان تعلیمات کی روشنی میں فقہائے اسلام نے حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کے ایسے احکام مقرر کئے ہیں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ

جانوروں کا تمام دودھ نکال لینا جب کہ اس کا چھوٹا بچہ ہو جائز نہیں ہے، ہاں اگر بچے کی خوراک بھر دودھ چھوڑ کر اضافی دودھ نکالے تو جائز ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ مالک پر لازم ہے کہ وہ حیوانات کی ضروریات فراہم کرے یا اس کو فروخت کر دے یا پھر اسے جنگلات میں کھلا چھوڑ دے جہاں اسے چارہ اور جائے پناہ مل جا سکے۔ ورنہ اسے قانونا مجبور کیا جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس مذہب کی تہذیب وتمدن اور اصول وضوابط اور دستور میں داخل ہے، جس کو بدقسمتی سے پوری دنیا دہشت گرد ثابت کرنے کے لئے ایڑی چھوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ جس مذہب نے انسان تو کیا حیوانات پر بھی رحم وکرم اور شفقت اور رحیمانہ سلوک کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جس کی ہمیں پوری انسانیت کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ (عملی زندگی، ص/253)

## حضرت عمرؓ کی ایک باپ اور بیٹے کو نصیحت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا، حضرت میرا بیٹا بہت زیادہ نافرمان ہے ہر وقت تکلیف پہنچانے کا کام کرتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے بیٹے کو بلا کر لاؤ بیٹے کو بلایا امیر المؤمنین نے بہت ساری نصیحتیں کی گرمی سے نرمی سے سختی سے سمجھایا آخر میں بیٹا کہنے لگا، امیر المؤمنین میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہو، کہا کہ جس طرح ماں باپ کا اولاد پر حق ہے، کیا ماں باپ پر بھی اولاد کا حق ہے امیر المؤمنین نے فرمایا بے شک اولاد کے حقوق بھی ہیں۔ عرض کیا اولاد کے حقوق والد پر کیا ہیں؟ فرمایا اپنی شادی کرے تو نیک خاندان میں کرے، یہ کس کا حق ہے؟

اولاد کا حق ہے، شادی باپ کی ہو رہی ہے اور حق اولاد کا ہے تاکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ نیک ہو یہ ایک بنیادی حق ہے دوسرے فرمایا جب بچہ پیدا ہو جائے اس کا اچھا نام رکھے ہمارے یہاں نام رکھنے کا معیار بھی عجیب وغریب ہے، اماں جان، بابا جان، پیارے جان، باشاہ صاحب وغیرہ صحابہ اور صحابیات کے نام پتہ نہیں کتنے ہیں، سارے فالتو پڑے ہیں نعوذ باللہ، ہماری معلومات کا فقدان تو یہ ہے ایک صاحب کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی بچی کا نام قرآن میں دیکھ رکھا ہے کسی عالم سے پوچھ کر نہیں، کیا نام رکھا؟ مجرمین نام رکھا ہے، قرآن میں دیکھ نام رکھا ہے۔ بہت اچھا لگا مجرمین نام رکھ دیا بچی کا، یعنی اتنی بھی معلومات نہیں عربی اور اردو سے اتنی بھی واقفیت نہیں کہ مجرمین کے کیا معنیٰ ہیں، تو سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا دوسرا حق یہ ہے کہ بچے کا نام اچھا رکھیں۔ بچے کے نام کے اثرات اس کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ (خطبات رحیمی جلد دہم، ص/162)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قرآن کا اثر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ہے اور تمام کتبِ سیر اور تاریخ میں مذکور ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے نکلے تھے، راستے میں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے ملاقات ہوگئی، حضرت نعیم کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں، (نعوذ باللہ) انھوں نے کہا کہ آپ ادھر کیا جاتے ہیں! پہلے آپ اپنے گھر کی خبر لو کہ تمھاری بہن ''فاطمہ'' اور بہنوئی دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو چکے ہیں۔ عمر یہ سن کر بہن

کے گھر کا رخ کرتے ہیں اور بہن اور بہنوئی کو خوب مارتے ہیں، جب تھک کر بیٹھتے ہیں، تو خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ (مسلمان) قرآن پڑھتے ہیں اور وہاں ان کے بہن اور بہنوئی بھی پڑھ رہے تھے، آخر وہ کیا اور کس قسم کا کلام ہے؟ بہن سے کہا مجھے قرآن دکھاؤ، غسل کے بعد بہن نے عمر کے ہاتھ میں قرآن کے اوراق رکھ دیے، جن میں { سورہ طٰہ } کی ابتدائی آیات لکھی ہوئی تھیں، حضرت عمر نے جوں ہی ان کو پڑھا، دل کی کایا پلٹ ہوگئی، کہنے لگے کہ مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو کہ ایمان قبول کروں۔ وہ عمر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے نکلے تھے، قرآن کی تاثیر سے اپنا سر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال آئے۔ یہ قرآن کی سحر آفرینی اور اعجاز نمائی نہیں تو اور کیا ہے؟!

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے میرے نفس کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں! خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ میں تمہارے نفس سے زیادہ تم کو محبوب نہ ہو جاؤں“۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اب آپ مجھے میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اب (ایمان مکمل ہوا) اے عمر!۔ (بخاری: ۲/۹۸۱)

ان احادیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونی چاہیے اور یہ ایمان کا تقاضا ہے؛ بل کہ اصل ایمان ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث گذرے ہیں، جنھوں نے مسلم شریف کی شرح لکھی ہے اور دیگر بہت سی حدیثی خدمات انجام دی ہیں، انھوں نے شرحِ مسلم میں لکھا ہے کہ ”قاضی عیاض نے فرمایا کہ ایمان کی حقیقت بغیر محبتِ نبوی کے مکمل نہیں ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت کو ہر والد، ہر بچے، ہر فضل و احسان کرنے والے کی قدر ومنزلت پر بلند کیے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا اور جو شخص اس بات پر عقیدہ نہ رکھے اور اس کے علاوہ پر اعتقاد رکھے، تو وہ مؤمن ہی نہیں ہے۔“ (شرح مسلم: ۱/۴۹)

## امانت داری اور حضرت عمر کا مشہور واقعہ

جیسے حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ کسی اہم مقصد کے لئے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا، اور تقریر سے پہلے ایک جملہ ارشاد فرمایا:

**اَیُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوا وَاَطِیْعُوا** اے لوگو! سنو اور مانو!

ایک بڑھیا کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے **لَا نَسْمَعُ وَلَا نُطِیْعُ** کہ نہ تیری بات سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسا کیا مجھ سے جرم ہوا، کہ میری بات سننے کے لئے تیار نہیں، میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں، اس بڑھیا نے کہا کہ فلانی جگہ سے چادریں آئیں، اور آپ نے تمام مدینہ والوں کو ایک ایک چادر دی اور آپ اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں، اور ایک تہبند کی جگہ باندھے ہوئے ہیں، دو

چادریں آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ حضرت عمر ایک دم ممبر سے نیچے اتر آئے، اور فرمایا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ دے گا، بھائی بلاؤ عبداللہ کو، عبداللہ بلائے گئے، اور پوچھا کہ اس سوال اور اعتراض کا جواب دو، بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان کا کرتا پھٹ گیا تھا، ابا جان کو کچھ ضروری بات کہنی تھی، اتنا موقع نہیں تھا کہ کرتا سلوایا جائے، میں نے اپنی چادر ابا جان کی خدمت میں پیش کردی، دو چادریں اس طریقے سے ابا جان کے پاس ہوگئیں ایک میری ہے اور ایک ابا جان کی ہے، تب بڑھیا کھڑی ہوئی اور کہا **الاٰن نَسمعُ ونُطِیْعُ** اب سنیں گے اور مانیں گے بھی، اب کہو کیا کہنا ہے؟ یہ ہے امانت داری اور یہ ہے عدل وانصاف۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج:۲،ص:۳۸۹،ذکر شفقتہ علی رعیتہ)

یہی حضرت عمرؓ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جارہے ہیں، راستہ میں ایک بڑھیا ملی، جن کی کمر مبارک بھی جھک گئی تھی، اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں، حضرت عمرؓ سے فرمایا: قِفْ یَا عُمَر عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جارہا ہے، حضرت عمر ٹھہر گئے، اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہوگئی، اور فرمایا اے عمر میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گزر چکے ہیں، ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا، اور اونٹ بھی چرانا نہیں آتا تھا، صبح سے شام تک حضرت عمر اونٹ چرایا کرتے تھے، تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟ ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پھلی نہیں پھوٹتی، تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا، اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا، اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا، دوسرا دور وہ آیا کہ لوگوں

نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا، اس لئے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا، اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے، گھر والوں نے حضرت عمر کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کر دیا تھا، ۲ھ میں غزوۂ بدر ہوا، اور اس میں ابوجہل مارا گیا، اس وقت تلک ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا، بڑھیا نے کہا اب تیسرا دور یہ ہے کہ اب تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر، بلکہ امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے ہیں اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا:

اِتَّقِ اللہ تعالیٰ فِی الرَّعِیَّۃِ۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ حافظ ابن حجر ۲۹۱-۲۹۰/۴)

رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

امیر المؤمنین بننا آسان ہے، مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے، کل حقوق کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو، عمرؓ زار و قطار رو رہے ہیں، یہاں تلک کہ داڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں، صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لیجاؤ، حضرت عمرؓ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اٹھ سکی، اشارہ سے ہی منع فرمادیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرما رہی ہیں، جب وہ چلی گی تب صحابہ میں سے کسی نے پوچھا: کہ یہ بڑھیا کون تھیں جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتی تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں تھا، بجز فجر کی نماز کے، یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی۔ اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَدْ سَمِعَ اللہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ اِلَى اللہِ۔ (سورۂ مجادلہ آیت: ۱)

ترجمہ: بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے جھینک رہی تھی۔

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی، حضرت عمر نے ان بی بی صاحبہ کے ارشاد عالیہ کو اپنے لئے لائحۂ عمل اور دستور بنالیا تھا، اور پوری زندگی حق والے کا حق ادا فرماتے رہے، اوراس میں کسی طرح کی کوئی خیانت نہیں کی، ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہاتھ دھونے کے لئے صابون وغیرہ کوئی چیز ہے؟ کسی نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی مسلمانوں کو مشک تقسیم کرکے آیا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ اس کی خوشبو سے نفع حاصل کروں۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم صحابہ کے طریقہ کو اختیار کریں اور ان کے ارشادات وفرمودات کو اپنائیں، اس لئے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا: أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ۔ (مشکوٰۃ المصابیح: باب مناقب الصحابہ، رقم: ۶۰۱۸، ص: ۱۶۹۶، ج: ۳)

ترجمہ: میرے صحابہ آسمان کے تاروں کے مثل ہیں، ان میں سے جس کا بھی اتباع کرلو گے کامیاب ہوجاؤ گے۔

اورخلفائے راشدین کے اتباع کی بالخصوص تاکید فرماتے ہوئے ارشادفرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔ (ریاض الصالحین ص: ۹۰، رقم: ۱۵۷، باب فی الأمر بالمحافظة علی السنة وآدابها۔ رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑلو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب نیزہ مارا گیا...... حضرت عبیدہ بن عباس ؓ ان کے پاس

آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے اسلام قبول کیا جب کہ لوگوں نے کفر کیا اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا جب کہ لوگوں نے ان کی مدد چھوڑی اور آپ شہید ہوئے جب کہ آپ کے بارے میں دو شخصوں کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی تھی کہ وہ آپ سے راضی تھے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنی گفتگو دہراؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے دوبارہ یہی باتیں عرض کر دیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فریب خوردہ شخص وہ ہے جس کو تم نے فریب دیا خدا کی قسم! اگر مشرق سے مغرب تک (پوری دنیا) میری ملک ہوتی تو میں قیامت کی ہولناکی سے بچنے کے لئے اس کو فدیہ میں دیدیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مرض الوفات میں میری ران پر رکھا ہوا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھدو، میں نے عرض کیا آپ کو اس سے کیا لینا دینا سر زمین پر رہے یا میری ران پر۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: لا اُم لک (تیری ماں مرے) میرا سر زمین پر رکھدو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا سر زمین پر رکھ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میری اور تیری ماں کی ہلاکت ہے اگر میرا پروردگار عزیز وجلیل مجھ پر رحم نہ فرمائے۔

## حضرت عثمانِ غنیؓ کی فضیلت

حضرت عثمان غنیؓ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے اس لئے کہ آپ کی بیوی حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمارداری کا حکم فرمایا تھا۔

بدر کی لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں تین دن قیام فرمایا۔

محترم سامعین عظام ایک اہم مسئلہ کی طرف میں آپ لوگوں کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عثمانِ غنی کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں اور غزوہ بدر میں وہ حکماً شریک نہ ہوئے جو ثواب ایک غازی کو ملا وہ ان کو بھی ملا، اسی طرح غنیمت میں ان کو حصہ دیا گیا تھا، ایک اہم واقعہ ہے اس کو بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، جس کو امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے عثمان بن عبداللہ بن موہب روایت کرتے ہیں کہ مصر کا ایک شخص حج کرنے کے لئے آیا تو اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو بتایا گیا کہ اہل قریش ہیں پھر پوچھا کہ یہ بڑے میاں کون صاحب ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمر ہیں، پھر وہ شخص گیا اور کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اس نے تین سوال کئے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان غزوہ احد سے بھاگ گئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ جی نہیں پھر پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ جی ہاں شریک نہیں ہوئے، پھر پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضواں میں شریک نہیں ہوئے، تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ جی ہاں شریک نہیں ہوئے تو اس مصری نے کہا کہ اللہ اکبر یعنی اتنے بڑے بڑے فضائل سے محروم ہیں، ان کو کیسے خلیفہ بنا دیا گیا؟ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ تعال بین لک (آمیں تجھ کو بتاتا ہوں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ احد سے بھاگے تھے لیکن میں گواہی دیتا ہوں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نکاح میں تھیں، اور وہ بیمار تھیں تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم یہیں رہو تمہارے لئے ایک شریک بدر کے حصہ کا ثواب ہے اور مال غنیمت میں حصہ ہے، اور صلح حدیبیہ میں شریک نہ ہوسکے تو اس کی وجہ ہے کہ اگر بطن مکہ میں حضرت عثمان سے بڑھ کر کوئی معزز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو مکہ بھیجتے لیکن کوئی اہل مکہ کے نزدیک ان سے زیادہ معزز نہیں تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور جب ان کے قتل کئے جانے کی غلط خبر مشہور ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد پر بیعت کی اور حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنا دایاں ہاتھ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا جب حضرت ابن عمرؓ نے پورا جواب دے دیا تو فرمایا اس مصری سے، ساتھ ساتھ جواب بھی لیتا جا، یعنی حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں حکماً شریک مانے گئے ہیں اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت عثمانؓ کو شرکاء بدر میں شمار کیا ہے۔ (خطبات رحیمی جلد ہشتم)

## حضرت عثمان غنیؓ کی سخاوت

حضرت عثمان غنیؓ کوئی معمولی انسان نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں تھی، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ، آپ مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور عثمان غنیؓ کی قبر کے درمیان جتنے لوگ بھی دفن کئے جائیں گے سب جنتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاقے سے تھے، بے چینی کے عالم میں مسجد میں آتے اور سجدے میں پڑ جاتے اور خدا کو یاد کرتے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس جاتے اور دریافت کرتے

کہ گھر میں کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہیں ہے، اسی طرح آپؐ بار بار مسجد میں جاتے، اللہ کو یاد کرتے اور گھر آ کر دریافت کرتے کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ عرض کرتیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ہمارے کچھ بھائیوں کے دماغ میں بات آتی ہے کہ نعوذ باللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کمانے والے نہیں تھے اور صحابہ کمانے والے نہیں تھے، اس لئے ان کو فاقہ سے رہنا پڑتا تھا ایسا نہیں بلکہ ان حضرات کے دل میں لالچ نہیں تھا، جو بھی ان کے پاس مال آتا فوراً مستحقین پر خرچ کر دیا کرتے تھے، یہ ان حضرات کی شان تھی۔ ان کا فاقہ اختیاری تھا۔

## سب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مسجد پختہ بنائی گئی

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مسجد کو پختہ بنایا گیا تو بہت سے صحابہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو اسی حالت میں رہنے دو جس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، وہی کچی دیواریں اور وہی کچی چھت اور کچی زمین، تو حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ میں آپ حضرات کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں بہت سارے احباب مسجد کو قدیم حالت پر رکھنا چاہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غربت زیادہ تھی آج مسلمانوں کی حالت اچھی ہے اور مسلمانوں کے پاس حکومت ہے اور مسلمانوں نے اپنے رہنے کے لئے عظیم الشان مکان بنا لئے ہیں، اگر کسی مسلمان کے دل میں یہ بات آجائے کہ مسجد سے اچھا تو میرا گھر ہی ہے تو اللہ ناراض

ہو جائے گا، میری رائے ہے کہ اللہ کا گھر بندوں کے گھر سے اچھا ہے تا کہ اللہ کے گھر کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔ حضرت عثمان غنیؓ نے سب سے پہلے مسجد کو پختہ بنایا الحمدللہ پوری دنیا میں مسجدیں پختہ ہونے لگیں، بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہونے لگیں، دنیا میں لاکھوں کروڑوں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں ان میں نماز پڑھنے والوں کو، امداد کرنے والوں کو اور محبت بھری نظروں سے دیکھنے والوں کو اللہ نے اپنے خاص بندوں میں شامل کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من بَنٰی مسجدا اللہ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ جو لوگ اللہ کے گھر کی تعمیر کریں، مسجدوں کی بنیاد رکھیں تو اللہ رب العزت جنت میں عالیشان محل بنائیں گے، دنیا میں آپ مسجد مٹی اور چونے کی بنائیں گے، اینٹ کی بنائیں گے لیکن اللہ کا احسان دیکھئے کہ جنت میں جو محل ہوگا اس کی اینٹ سونے اور چاندی کی اور گارا مشک وعنبر کا ہوگا اور اس میں جو درخت ہیں اس کے تنے سونے کے ہیں، جب ہوا سے اس کے پتے ہلتے ہیں تو ایک خاص قسم کی سریلی آواز آتی ہے جس کو سن کر جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (خطبات رحیمی جلد ششم)

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبر کے خوف سے رونا

اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی قبر کو جب دیکھتے، قبر پر کھڑے ہوتے، تو بہت رویا کرتے تھے، حتی کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ جنت و دوزخ کے ذکر پر اس قدر نہیں روتے، جتنا کہ قبر کو دیکھ کر روتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، جو یہاں کامیاب ہوگیا اس کے لیے اگلی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی اور جو اس سے نجات نہیں پایا اس کے لیے اس کے بعد کی منزلیں اور زیادہ مشکل ہوں گی؛ نیز فرمایا کہ **ما رأيتُ منظراً قطّ إلّا والقبر أفظع منه** ’’(میں نے قبر سے زیادہ بھیانک کوئی منظر نہیں دیکھا)۔(ترمذي:۲۳۰۸،ابن ماجہ:۴۲۶۷،مسند أحمد:۴۵۴،مستدرک حاکم:۱/۵۳۶)

بہر حال! قبر ایک بھیانک جگہ ہے، اگر اس کو ایمان وعمل سے تیار نہ کیا گیا، اسی تیاری کے لیے ہمیں یہ دنیا دی گئی ہے، دنیا عیش وعشرت کے لیے نہیں ہے، بل کہ ایک عبرت کا مقام ہے اور یہ حقیقت قبر میں جا کر کھلے گی، مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شعر میں دنیا کی حقیقت بیان کی ہے، ان کا شعر ہے ؎

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

یہاں سے لوگ جب جائیں گے، تو معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ دنیا خاک نظر آئے گی۔

## حضرت عثمان بن عفانؓ کے اقوال زریں

۱: گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے۔

۲: ایسی بات نہ کہو جو لوگوں کی سمجھ سے باہر ہو۔

۳: علماء کرام کی مالداروں سے دوستی ریاکاری کی دلیل ہے۔

۴: ہر وہ کام دنیا ہے جس سے آخرت مقصود نہ ہو۔

۵: جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا اس قدر ہی اس سے بے رغبت ہوا۔

۶: اپنا بوجھ لوگوں پر نہ ڈالو چاہے کم ہو یا زیادہ۔

۷: امراء) مالداروں ( کی تعریف سے پرہیز کرو اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

۸: فقر پر صبر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراخی نصیب ہوتی ہے۔

۹: غلط جگہ پر مال خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔

۱۰: آہستہ بولنا نیچی نگاہ رکھنا اور میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

## حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کا عدل و اِنصاف

حضرت ابوالفرات ؒ کہتے ہیں: حضرت عثمان ؓ کا ایک غلام تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: میں نے ایک دفعہ تمہارا کان مروڑا تھا لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔ چناں چہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا: زور سے مروڑ، دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے! اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔

حضرت نافع بن عبدالحارث ؓ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب ؓ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دارالندوۃ تشریف لے گئے۔ (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجدِ حرام میں شامل کر دی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکا دی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا۔ آپ نے اسے اُڑا دیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپ نمازِ جمعہ سے فارغ ہو گئے تو میں اور حضرت عثمان بن

عفانؓ ان کے پاس آئے۔ آپ نے کہا: آج مجھ سے ایک کام ہو گیا ہے، تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو۔ آج میں اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکا دی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا، مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کر کے کہیں چادر کو خراب نہ کر دے اس لیے میں نے اسے اُڑا دیا۔ وہ اُڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ بیٹھا۔ وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آ رہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اُڑا دیا، وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ گیا جہاں اسے موت آ گئی۔ یعنی میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔ یہ سن کر میں نے حضرت عثمان سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ امیر المؤمنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟ انھوں نے کہا: میری بھی یہی رائے ہے۔ چناں چہ حضرت عمرؓ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔ (حیاۃ الصحابہ)

## حضور ﷺ کا حضرت عثمان بن عفانؓ کو دعوت دینا

حضرت عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں اپنی خالہ اَرْوٰی بنتِ عبد المطّلب کے پاس اُن کی بیمار پُرسی کے لیے گیا۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ میں آپ کو غور سے دیکھنے لگا اور آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ اُن دنوں ہو چکا تھا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے عثمان! تمھیں کیا ہوا؟ (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے کہا: میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے میں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اس

پر آپ نے فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

{وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے: اور آسمان میں ہے روزی تمہاری، اور جو تم سے وعدہ کیا گیا۔ سو قسم ہے ربِّ آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فراست

ایک دفعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بازار میں ایک گناہ ہو گیا کہ نامحرم عورت پر نگاہ پڑ گئی، پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ان کی مجلس میں بیٹھ گئے، حضرت نے فرمایا کہ کیا حال ہے کہ بعض لوگوں کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے اور وہ مجلس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ حضرت! کیا جبرئیل اب بھی وحی لاتے ہیں؟! کیا نبوت ختم نہیں ہوئی؟! جبرئیل کی آمد و رفت کیا اب بھی باقی ہے؟! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! نبوت کا دروازہ تو بند ہو گیا؛ مگر فراست کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، مؤمن کی فراست دیکھ لیتی ہے کہ کس نے کیا گناہ کیا ہے۔ (تفسیر القرطبی: ۱۰/۴۴)

## حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب حضرت عثمان غنیؓ کو عہد شکنی کرنے والوں نے نیزہ مارا اور خون آپ کی ریش

مبارک پر بہہ رہا تھا تو اس وقت انہوں نے یہ کلمات کہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سوائے آپ کے کوئی معبود نہیں آپ کی ذات پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں)۔

اے اللہ! میں اپنے تمام امور میں آپ سے رہنمائی طلب کرتا ہوں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں اور میں اپنی مصیبت میں آپ ہی سے صبر مانگتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے خزانوں کی تفتیش کی گئی تو اس میں ایک مقفل صندوق نکلا، اس کو لوگوں نے کھولا تو اس میں ایک ورق تھا جس پر لکھا ہوا تھا، ھذہ وصیۃ عثمان۔ (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے)

بسم الله الرحمن الرحيم - عثمان بن عفان اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له وان محمداً عبدهٗ ورسوله، وأن الجنة حق وأن الله يبعث من فى القبور ليوم لا ريب فيه - ان الله لا يخلف الميعاد عليها يحيا وعليها يموت وعليها يبعث ان شاء الله۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کو ان کی قبروں سے اس دن اٹھائیں گے کہ جس میں کوئی شک نہیں بے شک اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتا، اسی پر وہ زندہ رہے، اسی پر ان کی وفات ہوئی اور ان شاء اللہ اسی پر وہ اٹھائیں جائیں گے۔

## حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حکم دیا کہ میرا بستر گھر کے آنگن میں لے چلو، چنانچہ آپ کا بستر صحن میں لایا گیا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! میرا گمان ہے کہ میں تیرے پاس جانے والا ہوں کیونکہ اتنی تکلیف (زندگی میں) مجھے کبھی نہیں پہنچی، میں اپنے بارے میں ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک خلافت کا منصب خالی رہا۔۔۔ اس دوران لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے درخواست کی: آپ خلافت کا منصب قبول کریں۔

لوگوں نے سخت اصرار کیا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ بھاری بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ آخر کار جن مہاجرین اور انصار کا اصرار حد سے بڑھ گیا، تب آپ نے مجبور ہو کر یہ بوجھ اٹھا لیا۔ چنانچہ ۲۱ ذوالحجہ ۳۵ ہجری کے دن مسجد نبوی میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئی۔

خلیفہ بننے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا پتا چلانا اور نہیں سزا دینا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت مشکل یہ تھی کی شہادت کے وقت صرف ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ موجود تھیں اور وہ قاتلوں کو پہچانتی نہیں تھیں۔

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ تاریخ کی کتابوں میں قاتلوں کے نام لکھے ہیں لیکن گواہی کی جو قانونی حیثیت ہے، اس سے وہ مجرم ثابت نہیں ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ قاتلوں کے خلاف گواہ کوئی نہیں تھا۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ انہیں سزا دینے کے معاملے میں معذور تھے۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا خیال تھا کہ یہ جو اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے۔۔۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے گورنروں اور دوسرے عہدے داروں کی بے احتیاطی سے ہوا ہے، چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے دور کے عاملوں کو معزول کر دیا۔ عثمان بن حنیف کو بصرے کا گورنر مقرر فرمایا۔ عمار بن حسان کو کوفے کی حکومت سپرد کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو یمن کا امیر مقرر فرمایا اور سہیل بن حنیف کو شام کا گورنری کا فرمان دے کر روانہ کیا۔ سہیل تبوک کے مقام تک پہنچے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فوجیوں نے انہیں روک لیا اور مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا۔ یہ خبر سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اندازہ ہوا کہ ان کی خلافت لڑائی جھگڑوں سے خالی نہیں ہے۔ اب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو لکھا:

ماجرین اور انصار نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ ان سب نے اتفاق کر کے خلیفہ چن لیا ہے۔ اس لیے آپ بھی مجھے خلیفہ مان لیں۔

اس کے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے قاصد قبیصہ عبسی کے ذریعے زبانی پیغام بھیجا۔ انہوں نے آ کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات کی اور کہا:

شام میں ساٹھ ہزار لوگ ایسے ہیں، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلود قمیص کو دیکھ کر روتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کیا وہ لوگ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں۔اے اللہ! میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔عثمان کے قاتلوں سے اللہ سمجھے۔“

یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیصہ کو واپس روانہ کر دیا۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بیعت نہیں کریں گے۔

دوسری طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئی ہی تھیں کہ راستے میں ان کے ایک عزیز مل گئے۔ان سے مدینہ منورہ کے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا کہ۔”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔اور حضرت علی خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں اور وہاں فتنے کا بازار گرم ہے۔

آپ نے یہ خبر سنی تو مکہ واپس لوٹ گئیں۔لوگوں نے واپسی کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

عثمان مظلوم شہید کر دیئے گئے یہ فتنہ دبتا نظر نہیں آرہا، اس لئے تم لوگ مظلوم خلیفہ کا خون رائیگاں نہ جانے دو۔قاتلوں سے خون کا حساب لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں فتنہ وفساد کے آثار دیکھ کر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر مکہ آ گئے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے بھی وہاں کے حالات پوچھے۔انہوں نے بھی وہی حالات بیان کئے۔اس طرح تمام باتوں کی تصدیق ہو گئی۔

ادھر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اپنی پوری کوشش کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتلوں کا پتا چلانے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے... یہی وہ حالات تھے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کیا۔ مکہ میں اپنے اردگرد موجود لوگوں کے درمیان آپ نے اعلان کرایا:

ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے۔

اس وقت مکہ معظّمہ کے حاکم عبداللہ بن عامر حضرمی تھے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھ مروان بن حکم اور سعید بن عاص وغیرہ نے نہایت پر جوش انداز میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ یہ حضرات بنی امیہ سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بھی بنی امیہ سے تھے۔ اس طرح بنی امیہ کے لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور یہ ایک باقاعد تحریک بن گی۔ ان حضرات نے مکہ سے بصرہ جانے کا پروگرام بنایا تاکہ وہاں کے لوگوں کو ساتھ ملایا جا سکے۔

ان حضرات کی ان تیاریوں کی خبریں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچیں تو آپ نے بھی بصرہ کا رخ کیا تاکہ ان لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ کر بیت المال کی حفاظت کریں اور عراق کے لوگوں کو اپنی وفاداری کے لئے تیار کر سکیں..... مدینہ منورہ کے لوگوں کو جب آپ کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ بھی موجود تھے.... یہ بہت بلند پایہ صحابی تھے... غزوہ بدر میں شریک رہ چکے تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے ساتھیوں کی طرف سے عرض کیا:

آپ کا مدینہ منورہ چھوڑ کر جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں کتنی بڑی بڑی جنگیں پیش آئیں لیکن انہوں نے کبھی مدینہ منورہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ یہ ٹھیک ہے، اس وقت حضرت خالد، ابوعبیدہ، سعد بن وقاص اور ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہم جیسے صحابہ کرام نے شام اور ایران کو فتح کر ڈالا تھا لیکن اس وقت بھی جانبازوں کی کمی نہیں، لہذا آپ یہیں رہیں۔

ان کی اس بات کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

عراق اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی نوآبادی ہے۔ وہاں کے بیت المال بھی مال وزر سے پر ہیں اس لئے میرا وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"

اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں عام اعلان کر دیا کہ لوگ عراق کے سفر کے لئے تیار ہو جائیں بعض بڑے صحابہ کے علاوہ باقی لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ انہیں لیے مدینہ منورہ سے نکلے۔ ابھی زی قار تک پہنچے تھے کہ خبر ملی۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور مکہ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ بصرہ پہنچ گئی ہیں۔ قبیلہ بنوسعد کے علاوہ وہاں کے تمام لوگوں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ وہیں رک گئے۔ آپ نے حضرت حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہم کو کوفہ روانہ فرمایا تا کہ وہاں کے لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالہ عنہ کی حمایت پر تیار کریں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ پہنچ کر وہاں کی مسجد میں لوگوں کے سامنے

تقریر کی اور انہیں حضرت علی کا ساتھ دینے کے لئے کہا۔۔۔ حجر بن عدی کندی کوفہ کے بڑے آدمی تھے، بہت بااثر تھے۔ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی تائید کی اور کہا:

"لوگو! امیر المومنین نے خود اپنے صاحبزادے کو بھیج کر دعوت دی ہے۔ اس دعوت کو قبول کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا ساتھ دے کر فتنے کی آگ کو بجھا دو۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔"

اس طرح حضرت حسن اور حجر بن عدی کندی کی تقریروں سے لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا ان کے گرد تقریبا 9 ہزار مسلمان جمع ہو گئے یہ انہیں لے کر روانہ ہوئے اور ذی قا پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اب اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور بصرہ کی طرف کوچ فرمایا۔ (خلافت راشدہ قدم بہ قدم، ص/241)

## جنگ جمل

اس وقت بصرہ کا حال یہ تھا کہ وہاں تین گروہ تھے۔ ایک غیر جانب دار گروہ تھا۔۔ یعنی نہ وہ ادھر تھا، نہ ادھر، دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا طرف دار تھا اور تیسرا حضرت عائشہ صدیقہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہم وغیرہ کا حامی تھا۔

خانہ جنگی کی تیاریوں کو دیکھ کر پہلے گروہ نے بہت کوشش کی کہ مسلمان آپس میں نہ لڑیں۔۔ تمام نیک نیت لوگ یہی چاہتے تھے۔ خود حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہم بھی یہی چاہتے تھے کہ جنگ نہ ہو اور یہ اختلافات دور ہو جائیں۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے نزدیک پہنچ گئے تو سب نیک لوگوں نے صلح پر زور دیا۔

آخر صلح کی بات چیت شروع ہوئی۔۔۔دونوں طرف کے لوگوں کی یہ عین خواہش تھی کہ جنگ نہ ہو۔آپس کے اختلافات بات چیت کے ذریعے طے ہو جائیں۔صلح کی بات چیت جاری تھی اور زبردست امید ہو چلی تھی کہ تمام معاملات طے ہو جائیں گے۔مصلح ہو جائے گی کہ رات ہوگئی اور طے پایا کہ باقی بات چیت صبح ہو جائے گی۔چنانچہ دونوں فریق اپنے اپنے پڑاو میں چلے گئے۔۔سب آرام اور چین کی نیند سو گئے۔

اب ہوا یہ کہ دونوں طرف کچھ ایسے لوگ شامل تھے جو چاہتے تھے کسی قیمت پر صلح نہ ہو۔کیونکہ صلح ہو جانے کی صورت میں ان کی خیر نہیں تھی اور ظاہر ہے۔

یہ لوگ وہی بلوائی تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر کو چالیس دن تک گھیرے رکھا تھا اور انہی میں سے کچھ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو شہید کیا تھا،اب ظاہر ہے صلح ہونے کی صورت میں وہ پکڑے جاتے،کیونکہ اس طرح سکون کے ساتھ تحقیقات کرنے کی مہلت مل جاتی اور ان کی نشاندہی ہو جاتی۔ پھر ظاہر ہے۔انہیں قتل کے جرم میں قتل کر دیا جاتا۔وہ بھلا یہ کیسے پسند کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن سبا کے لوگ بھی دونوں طرف موجود تھے۔وہ تو تھے ہی سازشی لوگ۔ مسلمانوں کو آپس مین لڑانا ہی ان کا مقصد تھا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ مقصد آج تک کارفرما چلا آرہا ہے۔آج بھی دشمن طاقتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوششوں میں دن رات ایک کرتی رہتی ہیں۔ایسے لوگوں نے رات کے وقت اچانک حضرت عائشہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ان کے ساتھی یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی فوج نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔بس اس طرح دونوں فریقوں میں جنگ شروع ہوگئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں تا کہ فوج کو روک سکیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اپنی فوج کو روکنے کے لئے پورا زور لگایا۔لیکن جنگ چھڑ گئی تھی، پھر جلد نہ رک سکی۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھیوں نے انھیں اونٹ پر سوار دیکھ کر خیال کیا کہ آپ جنگ پر آمادہ ہیں، لہذا اور زیادہ جوش وخروش سے لڑنے لگے۔ان کی فوج میں محمد بن طلحہ سواروں کے افسر تھے۔عبداللہ بن زبیر پیدل فوج کے افسر تھے اور مجموعی طور پر پوری فوج کی قیادت حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کر رہے تھے۔

جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو بلا کر فرمایا:

اے ابوعبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ۔۔۔"کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو۔۔۔؟" تو تم نے عرض کیا تھا۔۔۔۔"اے اللہ کے رسول! ہاں! میں علی کو دوست رکھتا ہوں۔۔۔" یاد کرو، اس وقت تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کے" ایک دن تم اس سے ناحق لڑو گے۔" (مستدرک للحاکم: ۵۲۶۶ ۳/ ۴)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ نے فورا کہا:

"ہاں! مجھے یاد آ گیا۔"

یہ کہہ کر حضرت زبیر لڑائی سے الگ ہو گئے، انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سی فرمایا: اے پیارے بیٹے! علی نے مجھے ایسی بات یاد دلا دی ہے کہ جنگ کا تمام جوش ختم ہو گیا ہے بے شک ہم حق پر نہیں ہیں۔لہذا تم بھی جنگ سے باز آ جاو۔۔۔اور میرے ساتھ چلو۔"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا:

میں تو میدان جنگ سے نہیں ہٹوں گا۔

اس پر وہ اکیلے ہی میدان جنگ سے نکل آئے اور بصرے کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاتے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی بدل گیا اور وہ بھی میدان جنگ سے نکل آئے...ایسے میں ان کے پاؤں میں ایک تیر آ کر لگا۔۔۔زخمی حالت ہی میں وہاں سے نکل آئے۔ تاہم اسی زخم سے آپ کی شہادت ہوئی۔

اس موقعے پر میدان جنگ میں عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کرنے کی کئی بار کوشش کی، لیکن آپ کے ساتھ جو جاں نثار تھے وہ انہیں منہ توڑ جواب دیتے رہے۔ وہ لوگ آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جاں نثار ان کے لئے رکاوٹ بن گئے اور ان کی ایک نہ چلنے دی۔ ان کی لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں لیکن وہ آپ کی حفاظت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹ رہے تھے۔ ان کی بہادری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حیرت زدہ کر دیا۔۔۔ادھر حضرت علی اس بات سے پریشان تھے کہ ان کی جانثاری کی وجہ سے جنگ طول پکڑتی جاری ہے۔۔۔اور فریقین کا زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ یہی حالت رہی تو نہ جانے نقصان کہاں تک پہنچے۔ حالت یہ تھی کہ ایک گرتا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کی نکیل دوسرا پکڑ لیتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اونٹ کی نکیل پکڑی وہ زخمی ہوئے تو فوراً ایک اور نے پکڑ لی

وہ بھی زخمی ہوئے تو ایک اور نے پکڑلی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ستر آدمیوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ (تاریخ طبری: ۶/۳۱۸، مستدرک للحاکم: ۳/۳۶۶)

بصرہ کا شہسوار عمرو بن بحرہ اس قدر جوش سے لڑ رہا تھا کہ جو اس کے سامنے آیا کٹ گیا۔ اس طرح بنوختبہ شجاعت کے جوہر دکھا رہا تھا۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے سوچا، جب تک اونٹ کو بٹھایا نہیں جائے گا، اس وقت تک خون ریزی نہیں رکے گی۔ اس لئے آپ کے اشارے پر ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ پر وار کیا۔ اونٹ زخمی ہو کر بیٹھ گیا اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی فوج ہمت ہار گئی۔ جنگ کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس وقت اعلان فرمایا:

بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور مال غنیمت نہ لوٹا جائے جو ہتھیار ڈال دیں انہیں امن ہے۔

اس اعلان کے بعد آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس آئے اور ان کی مزاج پرسی کی۔ انہیں چند دن بصرہ میں آرام و آسائش سے ٹھہرایا۔ پھر ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ بصرے کی چالیس معزز عورتیں ان کے ساتھ گئیں۔ رخصت کرتے وقت چند میل تک ساتھ گئے۔ ایک منزل تک اپنے صاحب زادوں کو ساتھ بھیجا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے رخصت ہوتے وقت فرمایا:

"میرے بچو! ہماری آپس کی کشمکش صرف غلط فہمی کا نتیجہ تھی، ورنہ مجھ میں اور علی میں پہلے کوئی جھگڑا نہیں تھا۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس بات کی تائید کی اور فرمایا: یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں۔ ان کی تنظیم اور توقیر ضروری ہے۔

اس طرح رجب کی پہلی تاریخ ۳۶ ہجری کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اس جنگ میں اونٹ پر سوار تھیں اس لئے یہ جنگ جنگ جمل کہلائی۔ (خلافت راشدہ قدم بہ قدم ص/249)

## حضرت علیؓ کی علمیت

حکایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خذیفہ بن یمانؓ سے ملاقات کی تو حضرت خذیفہ سے پوچھا اے خذیفہ تم نے کس حال میں صبح کی؟ فرمایا: اے امیر المومنین فتنہ سے محبت کرتا ہوں، حق کو ناپسند کرتا ہوں، جو شئے پیدا نہیں ہوئی اس کا قائل ہوں جو نہیں دیکھا اس کی گواہی دیتا ہوں، بغیر وضو کے صلوٰۃ ادا کرتا ہوں، زمین میں میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان میں نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس بات پر بہت غصہ ہوئے، اور ارادہ کیا کہ ان کو سخت سزا دیں پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں صحابیتؓ کا لحاظ کر کے رک گئے۔ آپ اس کشمکش میں تھے کہ آپؓ کے پاس حضرت علی بن ابی طالبؓ گزرے تو ان کے چہرے سے غصہ کو بھانپ گئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کو کس نے غصہ آلود کیا تو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کو یہ بات غصہ نہ دلائے یہ (حذیفہ) فتنہ کو پسند کرتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے: {إنما أموالكم وأولادكم فتنة} یہ اولاد اور مال پسند کرتے ہیں ان کا مراد یہی ہے فتنہ سے ان کا یہ کہنا کہ وہ حق کو پسند نہیں کرتے، تو حق سے مراد موت ہے جس سے کوئی چارہ نہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ ہی کہتے ہیں جو پیدا نہیں ہوا مراد اس سے قرآن ہے جو پیدا شدہ نہیں (بلکہ اللہ پاک کی صفت کلام ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ اس کی گواہی دیتا ہے جس کو دیکھا نہیں۔ یہ اللہ کی تصدیق کر رہے ہیں جس کو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ بغیر وضوء کے صلوٰۃ ادا کرتا ہوں تو یہ بغیر وضوء کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھتے ہیں (اور درود کا بغیر وضوء پڑھنا گناہ نہیں ہے) ان کا یہ کہنا کہ ان کے پاس زمین میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان میں نہیں ہے وہ اس طرح کہ حذیفہؓ کے پاس بیٹی بھی ہے اور بیوی بھی جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ بیٹے ہیں اور نہ بیوی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابوالحسن (یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے) تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تم نے میری بہت بڑی فکر زائل کر دی۔ (انسو کا سمندر: ۱۸۳)

## ولادت سے وفات تک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے ایک روایت کے مطابق اندرون خانہ کعبہ چھٹی صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں بعض وجوہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آ گئے اور دربار نبوت سے آخر تک جڑے رہے۔ دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بتوں کی پوجا کبھی نہیں کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ سے پہلے کسی نے خدا کی عبادت

نہیں کی۔ابتدائی عمر سے ہی حضور سے از حد زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب کوہ صفا پر چڑھ کر حضور نے اعلان نبوت کیا تو آپ کی آواز پر کسی نے بھی کان نہیں دھرا، مگر حضرت علی جو اس وقت عمر میں صرف ۱۵ / سال کے تھے، کہا: ”گو کہ میں عمر میں چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم آپ کا یاور دست و بازو بنوں گا۔جس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی آپ اپنی جان کی بازی لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر پوری رات لیٹے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے نکل گئے۔اس کے تین دن بعد خود بھی حضور سے جا ملے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مظاہرہ کیا اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ کی زندگی کا اہم باب ہے۔سوائے ایک جنگ کے آپ نے ہر جنگ میں شرکت کی اور داد شجاعت دیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور اہل بیت کی حفاظت ونگرانی کے لیے مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تو اس کا آپ کو بہت قلق ہوا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے اعزاز کو بلند کیا کہ ”علی تم اسے پسند نہیں کرتے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مقام اور درجہ ہو جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا۔حضرت علی کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اہم اور مشکل ترین امور کی انجام دہی کے لیے حضرت علی کو مامور فرماتے۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے، دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر لحاظ سے حضور کی فرماں برداری اور اطاعت کرتے رہے۔اسی جاں نثاری کو دیکھ کر حضور نے غدیر خم کے خطبہ میں فرمایا کہ: ”جو علی

کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے اور جو علی کا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ سوم کے زمانے تک میں بھی اہم کارنامے اور خدمات انجام دیں اور جنگی معرکے سر کیے۔ اور جب خود خلیفہ بنے تو باوجود پورے ملک میں بدامنی اور خلفشاری کے حالات پر قابو پائے، مگر دشمنوں نے آپ کو زیادہ دن حکومت کرنے نہیں دیا اور آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کا انتقال ۴۰ ھ ء میں ہوا۔ کل ۴ / سال نو مہینے حکومت کر سکے۔ آپ کی تعلیمات، خطبات، وصایا، انشا پردازی اور اخلاقی اقدار کا شاہکار مجموعہ نہج البلاغہ ہے، جسے شریف رضی نے جمع کیا ہے۔ پیش نظر مضمون میں حضرت علی کے بعض اہم اخلاقی قدروں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انسانوں کے لیے مینارۂ نور ہیں۔

## نبی کے اخلاق کا اثر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ آپ خلق خدا کو ادب واحترام اور اخلاقی اقدار و تہذیب کی تعلیم دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا: ”انا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق“ (میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی اس خوبی کو قرآن کریم میں اس انداز میں بیان کیا ہے: ”انک لعلی خلق عظیم“ (اے نبی! آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے رخصت فرما گئے، تو کچھ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ کا اخلاق کیسا تھا، تو

انھوں نے جواب دیا: ”کان خلقہ القرآن“ یعنی جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق تھا۔ اسی پس منظر میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے اخلاق و کردار اور ان کی تعلیمات کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔ چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دورِ رسالت سے ابتدائی عمر سے آخر تک جڑے رہے، اس لیے ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے جو طرزِ عمل اور اخلاق و کردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اسی کو حضرت علی نے اپنی زندگی میں نافذ کیا۔

چنانچہ علامہ سید ابوالحسن ندویؒ اس نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلق، ایک عمر کی رفاقت اور روزمرہ کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کی وجہ سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کے مزاج افتادِ طبع سے اور ذاتِ نبوی کی خاص صفات و کمالات سے گہری مناسبت ہوگئی تھی، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا تھا، وہ آپ کے میلانِ طبع اور مزاج کے رخ کو بہت باریک بینی اور چھوٹی بڑی باتوں کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے، جن کا آپ کے رجحان پر اثر پڑتا ہے، یہی نہیں بلکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے بیان کرنے اور ایک ایک گوشہ کو اجاگر کر کے بتانے میں مہارت تھی، آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و رجحان اور طریق تامّل کو بہت ہی بلیغ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔“

## اخلاق فاضلانہ کی اعلیٰ مثال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اخلاق اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے وقت ان عوامل کو بھی اذہان و قلوب میں مستحضر کرنا چاہئے کہ جن کی وجہ سے آپ اپنے اصحاب

میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ باوجود خانگی ذمہ داریوں کے حب نبی میں سرشار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت رسانی کے لیے ہر وقت بے چین اور مضطرب نظر آتے ہیں۔ اپنے گھر فاقہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھنا ایک پل کے لیے گوارہ نہیں۔ یہاں تک کہ محنت و مشقت اور مزدوری کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت رسانی کا انتظام فرماتے۔ ابن عساکر کی روایت ہے کہ:

"ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں فاقہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو وہ مزدوری کی تلاش میں نکل گئے، تاکہ اتنی مزدوری مل جائے کہ رسول خدا کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اور اس کے باغ کی سینچائی کا کام اپنے ذمہ لیا، مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اجرت ایک کھجور، حضرت علی نے سترہ ڈول کھینچے۔ یہودی نے انہیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجور چاہیں لے لیں، حضرت علی نے سترہ عجوہ لیے اور رسول خدا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ فرمایا: یہ کہاں سے لائے؟، عرض کیا: یا نبی اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج گھر میں فاقہ ہے اس لیے مزدوری کے لیے نکل گیا تاکہ کچھ کھانے کا سامان کر سکوں۔ رسول نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اس پر آمادہ کیا تھا۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! رسول نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں جس پر افلاس اس تیزی سے آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کیلئے ایک چھتری بنا لے، یعنی حفاظت کا سامان کر لے۔"

## اندرون خانہ اخلاق و کردار کا مظاہرہ

ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی کی مثال گاڑی کے اس پہیے کی طرح ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو تھوڑی دیر کے لیے اسے گھسیٹا تو جاسکتا ہے مگر چلایا نہیں جاسکتا۔ ازدواجی زندگی کے لیے ضروری ہے کہ دونوں میں تال میل ہو، دونوں ایک دوسرے کی محبت میں سرشار ہوں اور دونوں ایک دوسرے کی ضروریات و حقوق کا پاس کرتے ہوں۔ تب ہی دونوں کی زندگی آرام وسکون سے بسر ہوسکتی ہے۔ آج کے معاشرہ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں کتنی بے چینی اور خلفشاری ہے، بالخصوص موڈرن طبقہ میں تو دونوں ایک دوسرے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے اور مغرب میں تو یہ چیز فیشن بن گئی ہے، جس کے نتیجہ میں خرابیاں ہی خرابیاں نظر آتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ حضرت علی کے اخلاق و کردار کا مطالعہ کریں اور اس پر عمل کریں، جو مشعل راہ ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علی باوجود غربت وافلاس کے اپنی زوجہ محترمہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی راحت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، خود بھوکے رہ جاتے مگر اپنی اہلیہ کے خورد ونوش کا انتظام فرماتے۔ یہاں تک ان کی راحت رسانی کے لیے اپنے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حسین کو بھی ان سے دن بھر کے لیے جدا کردیتے تاکہ بچے کی محبت سے ماں کی ممتا متاثر نہ ہوسکے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ:

"حضرت فاطمہ نے بتایا کہ ایک روز رسول خدا ان کے گھر آئے اور فرمایا میرے

بچے کہاں ہیں؟ (یعنی حسن اور حسین) فاطمہ نے کہا: آج ہم لوگ صبح اٹھے تو گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی چکھ سکے۔ ان کے والد نے کہا: میں ان دونوں کو لیکر باہر جاتا ہوں اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور تمہارے پاس کچھ ہے نہیں کہ کھلا کر خاموش کرو۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں۔ رسول وہاں تشریف لے گئے، دیکھا یہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کھجور ہے۔ رسول نے فرمایا: علی اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ آج صبح سے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، تو اگر آپ یا رسول اللہ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لیے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، یہاں تک کہ فاطمہ کے لیے کچھ بچے کھچے کھجور جمع ہو گئے۔ حضرت علی نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لیے۔"

## بڑے اور چھوٹے کا دائرہ کار

ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں بڑے اور چھوٹے کا ادب و احترام اور شفقت و ہمدردی از حد ضروری ہے۔ ایک باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے بچوں کے ساتھ ہی اچھا برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ شفقت و ہمدردی سے پیش آئے اس کی دلجوئی اور اس کے کھیل کود، سیر و تفریح کے مواقع بھی فراہم کرے بلکہ سماج کے اور دوسرے بچوں کے بھی اس کے دل میں محبت و ہمدردی ہونی چاہیے۔ اور اس کے برعکس چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ ادب واحترام کا مظاہرہ کریں۔ دراصل ایک گونہ ذمہ داری بڑوں

کی ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کی زندگی بنانے اور سنوارنے پر متوجہ ہوں۔ اس کو اچھی تعلیم دیں اور اس کی عمدہ سے عمدہ تربیت کریں لغویات سے بچائے رکھیں اور یہ تمام خوبیاں جو سراسر اخلاق پر مبنی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے حق میں بہت شفیق تھے، ان سے ہنسی کھیل کرتے، اور ان کی دل جوئی کرتے، ٹھیک یہی طرز عمل آپ کا تھا۔ اور ایسے لوگوں کو پسند کرتے جو بچوں کی دلجوئی اور دل بستگی کی باتیں کرتے تھے، اور ان کے سامنے وہی بات اور کام کرتے جس کا مثبت اثر بچوں کی ذات پر پڑے۔ یہاں تک کہ اپنے اقوال حکیمانہ سے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ: "باپ کا بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر حق ہے۔ باپ کا حق یہ ہے کہ بیٹا ہر حال میں اس کی اطاعت کرے، الا یہ کہ باپ کسی معصیت کی بات کا حکم دے، اس میں اس کا اتباع نہ کیا جائے، اور باپ پر بیٹے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اچھی تربیت کرے اور قرآن پڑھائے۔"

آج ہمارے معاشرہ میں باپ اور بیٹے دونوں کو ایک دوسرے سے شکایت ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور بعضے وقت صورت حال بہت خراب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم نے اس اخلاقی تعلیمات کو سرے سے بھلا رکھا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور باغبان درخت کو بنانے اور سنورانے میں کتنی محنت اور جاں فشانی کرتا ہے ہم اور آپ سبھی جانتے ہیں۔ آج ہم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے رجوع کرتے ہیں مغربی طریقہ تعلیم کی طرف اور قرآن جو سراپا ہدایت ہے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے۔

# حقوق النسا

عصر حاضر میں یہ پروپیگنڈہ بڑے پیمانے پر پھیلایا جارہا ہے اور خاص کر مغربی ذہن رکھنے والے حضرات کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کو کسی قسم کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، اسلام نے عورتوں کے ساتھ سختی کرنے اور انہیں ستانے کا حکم دیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں تفصیل میں نہ جاکر صرف یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے جتنے بھی مذاہب ہیں اور اس میں عورتوں کو جس قدر حقوق اور آزادی حاصل ہے وہ اسلام کا رہین منت ہے، اگر اسلام نہ آتا تو آج بھی عورت ذلیل وخوار ہی رہتی اور مغرب نے عورت کو جو آزادی دے رکھی ہے اس سے کہاں اس کی تحسین ہوتی ہے بلکہ تحقیر ہوتی ہے۔ اسلام نے ہر حال میں عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ جنگ ہو یا امن کی حالت میں، گھر میں ہو یا کسی دینی محفل میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کے شواہد قرآن وحدیث میں موجود و محفوظ ہیں۔ یہاں تک کہ "نہج البلاغۃ" جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیمات اور خطبات کا مجموعہ ہے اس میں بھی کئی مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلکہ حضرت علی نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے لشکروں کو رموز جنگ وحرب بتائے اس میں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہر حال میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا:

"لڑائی میں تم پہل نہ کرو، دشمن کو پہل کرنے دو، اس لیے کہ تم بحمد اللہ حق وحمایت پر استوار ہو، ان کے حملے سے پہلے تمہارا حملہ نہ کرنا ان پر تمہاری طرف سے ایک اور حجت ہوجائے گا، اگر بحکم خدا دشمن کو شکست ہو تو نہ بھاگنے والے کو قتل کرنا، نہ ہتھیار ڈال دینے

والے کو، نہ کسی زخمی کو مارنا، نہ کسی عورت کو ستانا اگر چہ وہ تمہیں گالیاں دیں اور تمہارے افسروں کو کوسیں، عورتیں کمزور ہوتی ہیں اپنے جسم میں بھی نفس میں بھی۔ ہمیں عورتوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا، حالاں کہ وہ مشرکین تھیں۔ جاہلیت میں بھی اگر کوئی آدمی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے مار دیتا تھا تو خود بھی رسوا ہوجاتا تھا اور اس کی نسلوں کو بھی نام دھرا جاتا تھا۔"

## احترام مسلم

آپ نے زمام حکومت سنبھالتے ہی اس بات پر زور دیا کہ ہر حال میں مسلمانوں کا احترام کیا جائے اور ان کے خون کا ضیاع نہ ہو۔ حالاں کہ جس خلفشاری اور بے چینی کے عالم میں آپ مسند خلافت پر آراستہ ہوئے اس کا تقاضا تھا کہ ہر طرف جنگ و جدال کا بازار گرم ہوجائے، مگر آپ نے بڑے ہی دور اندیشی اور خیر اندیشی سے کام لیکر حالت پر کسی حد تک قابو پایا اور اخلاق و کردار کا جو مظاہرہ آپ نے اس حالت میں کیا وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ آپ نے اپنے ابتدائی خطبہ میں جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خطاب کیا اس میں اخلاقی قدروں کی جلوہ نمائی ہے جو دل کی زبانی ہے۔ فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے، جو خیر و شر کو وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے، لہٰذا خیر کو اختیار کیجئے اور شر سے کنارہ کش رہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے، ان میں سب سے فائق حرمت مسلمان کی ہے۔ توحید و اخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو اللہ نے مضبوطی سے مربوط کردیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں، الا یہ کہ دین و

احکام شریعت ہی کا تقاضا ہو کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور اس پر قانون شرعی جاری کیا جائے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے، الا یہ کہ ایسا کرنا واجب ہو، عوام وخواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عجلت سے کام لیجیے، لوگ آپ کے سامنے ہیں اور پیچھے قیامت ہے جو آگے بڑھ رہی ہے، اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھیے کہ منزل تک پہنچ سکیں، آخرت کی زندگی لوگوں کی منتظر ہے، خدا کے بندوں اور ان کی سرزمین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہیے، بہائم اور زمین کے بارے میں بھی (قیامت میں) آپ سے سوال ہوگا، پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت کیجیے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچیے، اگر آپ خیر کا کام دیکھیں اس کو اختیار کریں اور اگر شر دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں: "وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" (اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔ (انفال)

## ارکان سلطنت کی حکم عدولی

حضرت علی نے ارکان سلطنت اور رعایا کی ان کمزوریوں اور حکم عدولیوں کا بھی احتساب کیا ہے جو اولی الامر کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور مسلسل حکم عدولی کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے سلطنت کے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مگر آپ یہاں بھی اخلاقی

اقدار کو ملحوظ رکھتے ہیں اور مشیران سلطنت کو بڑے ہی لطیف پیرائے میں نصیحت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال وافعال سے سلطنت کے لیے مسائل ومشکلات پیدا ہورہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی حکومت میں جو خلفشار پیدا ہوا وہ آپ کا حد سے زیادہ امرا اور ارکان سلطنت کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا معاملہ رہا۔ اور اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو ہمیشہ معاف اور نظر انداز کرتے رہے، مگر آپ نے اسے بھی اپنے لیے ایک آزمائش ہی سمجھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

”میری ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش ہورہی ہے جو اطاعت نہیں کرتے؛ جب انہیں حکم دیتا ہوں اور جواب نہیں دیتے جب پکارتا ہوں، تمہارا باپ مرجائے تمہیں اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس بات کا انتظار ہے؟ کیا دین تمہیں اکٹھا نہیں کرتا اور کیا حمیت تمہیں نہیں کھینچتی؟ میں تمہارے اندر کھڑے ہوکر پکارتا ہوں اور تمہیں مدد کے لیے بلاتا ہوں مگر تم میری بات نہیں سنتے اور نہ میرا حکم مانتے ہو۔“

## دنیا سے بے رغبتی

آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی بڑا ہی تابناک ہے کہ ان کے اندر دنیا سے بے رغبتی اور خشیت الٰہی کی موجیں ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔ انھوں نے پوری زندگی اس سادگی سے گزاری اور بسر کی کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔ آپ کی سادگی، نفس کشی اور دنیا سے بے رغبتی کا اندازہ کرنے کے لیے زید بن وہب کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں کہ:

”ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے اس حال میں نکلے کہ ایک تہہ بند باندھے ہوئے تھے اور ایک چادر سے جسم ڈھکے ہوئے تھے، تہ بند کو کپڑے کے ایک چیتھڑے سے (کمر بند کی جگہ) باندھ رکھا تھا، ان سے کہا گیا آپ اس لباس میں کس طرح رہتے ہیں، تو فرمایا: یہ لباس اس لیے پسند کرتا ہوں کہ یہ نمائش سے بہت دور اور نماز میں عافیت دہ ہے اور مومن کی سنت ہے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے جسے ابوعبیدہ نے عنترہ سے سنا ہے:

”میں خورنق میں علی ابن ابی طالب کے پاس گیا، وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے، میں نے کہا امیر المومنین! اللہ نے آپ اور آپ کے افراد خانہ کے لیے اس مال میں حصہ رکھا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں۔ فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لیتا، میری یہی چادر ہے جس کو میں اپنے گھر سے لیکر نکلا تھا۔“

## بیت المال کی رقم سے احتراز

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے کہ حاکم وقت اپنی ذات پر اور اہل وعیال پر کس قدر بے جا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنی رعیت کا بالکل ہی خیال نہیں کرتے اور گویا کہ پوری زندگی عیش کوشی اور لہو ولعب میں بسر ہوتی ہے۔ بس آخری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح اعلیٰ منصب کو حاصل کیا جائے اور جب اس میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو خوف خدا ان کے دل سے نکل جاتا اور وہ ہر طرح کے اخلاقی جرائم اور گناہ میں ملوث ہوجاتے۔ ایسے افراد کے لیے یہ کہا جائے کہ وہ حضرت علی کا اخلاق وکردار اپنے اندر نافذ کریں اور ان کے طریقہ حکومت پر عمل کریں۔ حضرت علی نے اپنے پورے دور خلافت میں ایک

حسبہ بھی بیت المال کا اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا، بلکہ بعض لوگوں نے ان کو ہدایا دیئے اسے بھی خلق خدا کی امانت سمجھ کر بیت المال میں جمع کر دیا۔آپ نے بیت المال کی رقم کی اس طرح حفاظت کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔آپ کو ایک صاحب نے ہدیہ دیا اور وہ ہدیہ کیا تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں مگر اس کو بھی بیت المال میں پہنچا دیا۔آپ نے ایک خطبہ میں صراحت کی ہے:

"لوگو! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تمہارے مال سے نہ تھوڑا لیا، نہ بہت سوائے اس شے کے، اور جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دکھائی، جس میں عطر یا کوئی خوشبو تھی، حضرت علی نے کہا مجھے ایک دہقان نے یہ ہدیہ دیا ہے۔پھر وہ بیت المال تشریف لے گئے اور کہا یہ لو۔(وہ شیشی بیت المال میں جمع کر دی) اور یہ شعر پڑھنے لگے:

"افلح من كانت له قوصرة يأكل منها كل يوم تمرة"

## حضرت عائشہ اور علی جنگ جمل میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ابتدائی عہد میں ہی جنگ جمل کا وہ اہم واقعہ پیش آیا جو تاریخ اسلامی کا ایک اہم باب ہے۔اس جنگ کی قیادت ایک طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کر رہی تھیں تو اس کی دوسری طرف حضرت علی تھے۔اس جنگ کے جو بھی اسباب ونتائج رہے ہوں اس سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علی حق پر تھے۔اور یہ بھی یاد آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی بھی فرمائی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حضرت عائشہ علی سے ناحق جنگ کریں گی، جو اس

جنگ میں ظاہر ہوئی، اس جنگ کے ایک خوش کن نتائج یہ برآمد ہوئے کہ بقول امام ابوحنیفہ: ”حضرت علی حق پر تھے اور اگر حضرت علی ان سے اس طرح کا معاملہ نہ کرتے تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں جب اختلاف ہو تو کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔“

اس جنگ میں حضرت علی نے حضرت عائشہ کے ساتھ جو اخلاق و کردار کا مظاہرہ کیا اس کو دیکھ کر حضرت عائشہ ندامت کا اظہار کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ ”کاش میں یوم جمل سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئی ہوتی“ وہ جب بھی اس دن کو یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا۔

## حضرت علی کے اخلاق و کردار کے مختلف پہلو اور اس کا اثر

اس سے پہلے کہ ہم نہج البلاغہ کے اقتباس کی روشنی میں حضرت علی کے افعال و کردار اور ان کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پیش کریں ضروری ہے کہ حضرت علی کے معاصر ضرار بن مضمر نے حضرت ابوسفیان کے اصرار پر مندرجہ ذیل تاثر بیان کیا اور ان کے انتقال کو مسلمانوں کے لیے ایک خطرہ قرار دیا اور ان کی حیات مسلمانوں کے لیے نعمت عظمیٰ بتاتے ہوئے ان کے اخلاق و کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ: ”ان کی نظر انتہائی دوررس تھی، ان کے قویٰ انتہائی مضبوط تھے، بات دوٹوک اور صاف کہتے اور فیصلے پورے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، ان کی شخصیت سے علم کے چشمے ابلتے تھے، دنیا اور دنیا کی دل آویزیوں سے متوحش رہتے، رات اور اس کی

تاریکی سے دل لگاتے تھے، خدا گواہ ہے کہ (راتوں کو عبادت میں) ان کے آنسو تھمتے نہ تھے، دیر دیر تک فکر مند اور سوچتے رہتے، اپنے کف دست کو الٹتے پلٹتے اور اپنے آپ باتیں کرتے، موٹا جھوٹا پہنتے، روکا سوکھا کھاتے، بخدا بالکل اپنے ہی ساتھیوں اور بے تکلف لوگوں کی طرح رہتے، جب کچھ پوچھا جاتا جواب دیتے، جب ان کے پاس جاتے تو خود بڑھ کر باتیں شروع کرتے، جب بلاتے تو حسب وعدہ آجاتے، لیکن ہم لوگوں کو (باوجود اس قربت اور رفاقت اور ان کی سادگی کے ان کا رعب ایسا تھا کہ) ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ کوئی گفتگو چھیڑتے، اگر وہ مسکراتے تو آپ کے دندان ایسے نظر آتے جیسے سفید موتیوں کی لڑی ہو، دینداروں کی توقیر کرتے، مساکین سے محبت کرتے کسی طاقتور انسان کی یہ جراءت نہ تھی کہ ان سے باطل کی تائید میں توقع رکھتا اور کوئی کمزور ان کے عدل وانصاف سے مایوس نہ ہوتا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے، تارے ڈوبنے لگے ہیں اور علی محراب مسجد میں اپنی داڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے شخص کی طرح رو رہے ہیں اور اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہو، مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہے، اور وہ کہہ رہے ہیں:

"اے دنیا کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، جس کے بعد تیری طرف رجعت کی گنجائش ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیری دی ہوئی

کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے آلودہ، آہ! زادِ راہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کس درجہ سنسان ہے۔"

اس تاثر کو روایت کرنے والے ابو صالح ہیں کہتے ہیں کہ:

"یہ سن کر معاویہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کے قطرے ان کی داڑھی پر گرنے لگے، اپنی آستین سے وہ آنسو پونچھتے، اور رونے سے آواز حلق میں گھٹنے لگی، پھر معاویہ نے کہا: اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے، واقعی ان کا یہی حال تھا، ضرار تم اپنا حال کہو ان کی جدائی سے کیا محسوس کرتے ہو؟ کہا: مجھے ایسا غم ہے جیسا اس عورت کو ہو گا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو، اور نہ اس کے آنسو تھمتے ہوں، نہ غم ہلکا ہوتا ہو۔"

## امام مالکؒ اور حدیث کا ادب واحترام

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ ہم لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے، ایک بچھو نے (جو اُن کے کپڑے میں کسی طرح گھس گیا) سولہ دفعہ ڈنک مارے، امام مالک کا چہرہ ہر ڈنک پر متغیر ہو کر زرد پڑ جاتا تھا، لیکن حدیث جس طرح بیان کر رہے تھے کرتے رہے، درمیان میں اس کے سلسلہ کو نہ توڑا جب درس ختم ہو گیا اور لوگ ادھر ادھر ہو گئے، تب میں نے عرض کیا، آج آپ کا یہ کیا حال ہو رہا تھا؟ تب وجہ بیان کی اور فرمایا کہ "**إِنَّمَا صَبَرْتُ إِجْلَالًا لِحَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے احترام میں صبر وضبط کئے میں بیٹھا رہا۔ (تدوین حدیث)

## امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لباس

امام مالک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت کیا کرتے تھے۔ ایک ایک سنت کا لحاظ رکھنے والے تھے۔ اللہ اکبر! ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس استعمال کرتے تھے اور ان کے کسی شاگرد نے، ان کے کسی ساتھی نے جو ان کا معتقد تھا ایک ایسا عجیب انتظام کیا کہ سال بھر کے 360 دن ہوتے ہیں تو امام مالک کے 360 جوڑے وہاں سے آتے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روز نیا جوڑا پہنتے تھے۔ اور جو جوڑا وہ پہن لیتے تھے اگلے دن نہیں پہنتے تھے، اگلے دن پھر نیا جوڑا اور شام کو وہ جوڑا جب اتارتے یا اگلے دن اتارتے تو وہ ایک دن کا پہنا ہوا جوڑا آگے کسی کو ہدیہ کر دیا کرتے تھے۔

## امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: **لَنۡ یُصۡلِحُ آخِرُ هٰذَا الۡاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَتۡ بِهٖ اَوَّلُهَا**: اس امت کا پچھلا دور کسی اور طریقے سے نہیں اسی طریقے سے درست ہو سکتا ہے جس طریقے سے پہلا دور درست ہوا تھا۔

نئے نئے طریقے، نئے نئے نصاب، نئے نئے نظام، خواہ بظاہر وہ کتنے ہی دل فریب اور خوش نما ہوں، مدارس کے لئے کچھ مفید نہیں، مفید وہی طریقہ ہے وہی نظام ہے جسے فرسودہ اور آثار قدیمہ کہا جاتا ہے خواہ لوگوں کو یہ بات کتنی ہی گراں گزرے۔

فضول سمجھ کر جسے بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بہت بڑا رئیس آیا غالباً میرٹھ کا باشندہ تھا اس نے حضرت کو ہدیہ پیش کیا حضرت نے انکار فرمادیا۔

بہت اصرار کرنے کے باوجود بھی جب نہیں قبول فرمایا تو اس رئیس نے کہا کہ اپنے طلبہ ہی کو تقسیم کردیں تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارا پیسہ ہے تمہیں اس کے زیادہ حقدار ہو پھر وہ پیسے لے جا کر اس نے حضرت کی جوتیوں میں رکھ دیئے۔ حضرت جب باہر نکلے تو دیکھا کہ پیسوں سے جوتیاں چھپ گئی ہیں حضرت نے وہ پیسے لینے کے بجائے پاؤں سے جوتا جھاڑ دیا اور چلتے ہوئے فرمانے لگے کہ اہل دنیا بھی دنیا کماتے ہیں اور ہم بھی دنیا کماتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ اہل دنیا دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور دنیا آگے بھاگتی ہے اور ہم دنیا سے بھاگتے ہیں دنیا ہمارے پیچھے آتی ہے۔ آج مادیت کی طرف لوگ بھاگے جارہے ہیں روحانیت کی طرف بالکل توجہ نہیں ہر ایک کو دیکھو صرف دنیا ہی کی فکر ہے کیا عالم کیا جاہل کیا پڑھا لکھا کیا ان پڑھ۔

## امام احمد ابن حنبلؒ اور شوق علم

امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا تھا: یہ جو آپ علم حاصل کرنے کے لئے اتنے لمبے لمبے سفر کرتے ہیں، مسلسل پڑھتے اور لکھتے رہتے ہیں، غریب الوطنی اختیار کرتے ہیں، آخر کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ اب تو آپ امام اہل سنت و جماعت ہیں۔ پورے عرب میں آپ کے علم وتقویٰ کا ڈنکا بجتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا: میرے یہ قلم و دوات قبر تک میرے ساتھ جائیں گے۔

وہ لوگ جو اپنے آپ کو علامہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں اب مطالعہ کی ضرورت نہیں، بہت بڑی غلطی پر ہیں۔

علم سیکھنے میں بہت لذت ہے۔ استاذ کے حلقے میں بیٹھنا، ان سے سیکھنا بہت بڑی نعمت ہے۔ علمائے کرام کی سوانح عمریوں سے پتہ چلتا ہے کہ بڑا مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بے شمار سفر کیے، وہ راتوں کو جاگ کر پڑھتے رہے۔

امام مالک نے تحصیل علم کے بعد مسجد نبوی میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ بیماری کی وجہ سے گھر میں بھی درس جاری رکھا۔ درس کے وقت امام مالک وقار اور سکون سے بیٹھتے کوئی لغو بات نہ ہوتی نہ کوئی اور غیر ضروری بات۔ آپ کی مجالس بہت پروقار ہوتی تھیں۔ واقدی نے لکھا ہے کہ امام مالک کی مجلس پُروقار اور حلم کی مجلس تھی آپ ایک بارعب اور شریف الطبع شخص تھے۔ آپ کی مجلس میں کوئی پستی اور کسر شان کی بات نہیں ہوتی تھی کوئی آواز بلند نہیں ہوتی تھی جب کوئی سوال کرتا اور آپ جواب دیتے تو یہ نہیں کہا جا سکتا تھا یہ آپ نے کہاں سے بیان فرمایا ہے۔ (الدیباج المذھب جزء 1 صفحہ 108)

## اہل علم پر واجب ہے جب بادشاہ کے پاس جائے تو اسے نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے

امام مالک نے بنوامیہ اور بنوعباس کا ایک طویل دور پایا۔ بنوامیہ میں سے ولید بن عبد الملک، سلیمان، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، یزید بن عبد الملک، ہشام، ولید بن یزید، یزید بن ولید، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد بن مروان کا دور دیکھا۔ 125ھ میں ہشام کی موت کے بعد آٹھ سال کے اندر اندر بنوامیہ کی جگہ بنوعباس نے لے لی اور

یوں 132ھ میں خلافت عباسیہ کا قیام ہوا اور اس کے بانی ابو العباس سفاح کے ساڑھے چار سالہ دور کے بعد ابو جعفر منصور 136ھ میں خلیفہ ہوئے اور ابو مسلم خراسانی کو شکست دے کر بنو عباس کی حکومت کو استحکام بخشا اور بغداد کو دار الخلافہ بنایا۔ ابو جعفر کے بعد مہدی، پھر موسیٰ ہادی اور اس کے بعد ہارون الرشید برسر اقتدار آئے۔

امام مالک ان تمام بادشاہوں سے اچھے تعلقات استوار رکھنے کے قائل تھے۔ جس کا مقصد محض یہ تھا کہ کسی قسم کا انتشار نہ پھیلے اور ان بادشاہوں کی غلطیوں پر انہیں توجہ دلا کر اصلاح کی جا سکے اور انہیں عدل و انصاف پر قائم رہتے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی جا سکے۔ چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ ظالم و جابر حکمرانوں کے پاس بہت آتے جاتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ''یرحمک اللّٰہ فاین التکلم بالحق؟'' کہ اللہ تم پر رحم کرے اگر ان کے ہاں کلمہ حق نہیں کہوں گا تو پھر کہاں کہوں؟

امام مالک فرماتے تھے کہ ''ہر مسلمان یا ایسا شخص جسے اللہ نے علم اور فقہ میں سے کچھ عطا کیا ہے، پر واجب ہے کہ وہ جب کسی بادشاہ کے پاس جائے تو اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور اسے نصیحت کرے یہاں تک کہ کسی عالم کا موجود ہونا ظاہر ہو جائے کیونکہ عالم بادشاہ کے پاس اسی طرح داخل ہوتے ہیں اور اگر ایسا ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی فضل والی بات نہیں ہو سکتی۔'' (ترتیب المدارک جزء 2 صفحہ 95)

## آپ سے فیوض اٹھانے والے

امام مالک باسٹھ 62 سال تک حدیث و فقہ کی تعلیم سے لوگوں کو فیضیاب کرتے

رہے۔ عالم اسلام کے تمام گوشوں سے طلباء آپ کی شاگردی میں آنے کو سعادت سمجھتے چنانچہ بلاد عرب میں مدینہ، مکہ، صنعاء، عدن، طائف، یمامہ، ہجر، حضر موت، فدک، بلقاء سے، بلاد شام میں دمشق، حمص، حلب، نصیبین، بیت المقدس، اردن، انطاکیہ، بیروت وغیرہ سے، بلاد عراق میں سے بغداد، بصرہ، کوفہ، حران، موصل، جزیرہ، انبار، رقہ، رے وغیرہ سے، بلاد عجم میں سے جرجان، کرمان، ہمدان، طالقان، نیشاپور، طبرستان، مرو، قزوین، صنعان، کرستان، سیستان وغیرہ سے، بلاد ترکستان میں سے ترکستان، ہرات، بخارا، سمرقند، خوارزم، ترمذ، بلخ، نسا سے، بلاد مصر میں سے مصر، اسکندریہ، اسوان سے، بلاد افریقہ میں سے تیونس، قیروان، برقہ، طرابلس، مغربی مراکش سے اور بلاد اندلس میں سے طلیطلہ، بسطہ، قرطبہ، سسلی، سمرنا، سرقطہ وغیرہ سے لاتعداد طلباء نے آکر آپ سے فیض علم حاصل کیا۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ "امام مالک سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا کوئی شمار نہیں۔" (تذکرۃ الحفاظ للذھبی (متوفی:748ھ) جزء1 صفحہ154)

## اقوال امام مالکؒ

امام مالک کہتے ہیں کہ علم نور ہے جسے اللہ جہاں چاہتا ہے عطا کرتا ہے کثرت روایت سے علم نہیں ملا کرتا۔ (حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جزء6 صفحہ319)

خالد بن نزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو ایک قریشی نوجوان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تحصیل علم سے قبل ادب سیکھو۔ (حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جزء6 صفحہ330)

امام مالکؒ کہا کرتے تھے کہ اگر انسان کے پاس اپنے نفس کے لیے بھلائی نہیں تو لوگوں کے لیے بھی اس میں کوئی خیر نہیں ہوگی۔ (حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جزء6 صفحہ321)

ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ طالب علم پر فرض ہے کہ وہ وقار، سکینت اور خشیت کو اختیار کرے اور اپنے ماقبل کی پیروی کرے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جزء 6 صفحہ 324)

امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت کے روز علماء سے ایسے سوال پوچھے جائیں گے جیسے انبیاء سے پوچھے جائیں گے۔(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جزء 6 صفحہ 319)

## امام مالک کی علوم اسلامیہ حاصل کرنے کی جدوجہد

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نوجوان لڑکے تھے اور علم حدیث سیکھ رہے تھے تو آپ امام نافع رحمۃ اللہ علیہ (جو صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور عظیم شاگرد تھے) کے گھر کے سامنے گرمیوں کی تپتی دوپہر کو درخت کے نیچے سو جایا کرتے جب کہ آپ کا جسم پسینے سے شرابور ہوتا تھا۔ یہ اسلئے کرتے کہ جب امام نافع رحمۃ اللہ علیہ عصر کی نماز کے لئے نکلیں تو راستے میں ان سے چند احادیث اور فقہی مسائل پوچھ لیں ورنہ مسجد میں تو امام مالک جیسے کم عمر نوجوان کے لئے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص تک رسائی آسان نہ تھی۔ دوپہر کو جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کھڑکی سے امام مالک کو اس حالت میں دیکھتی تو اس کا دل پریشان ہوجاتا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے والد اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ فکر نہ کرو، مالک اسلامی علوم کے لئے یہ تکالیف برداشت کر رہا ہے۔ اسپین کے قاضی یحیٰی بن یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دورِ حکومت میں پورے اسلامی اسپین میں امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ کی فقہ کو عام کیا۔طالب علمی کے دور میں جب وہ مدینہ آ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث اور فقہ حاصل کر رہے تھے تو ایک مرتبہ مدینہ میں ہاتھی لایا گیا۔ طالب علموں کی خواہش پر امام مالک نے سب طالب علموں کو اجازت دے دی کہ وہ جا کر گلی میں ہاتھی کو دیکھ آئیں۔شاگرد چلے گئے سوائے ایک شاگرد یحییٰ بن یحییٰ کے۔ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیوں ہاتھی دیکھنے نہیں گئے تو یحییٰ بن یحییٰ نے جواب دیا:''میں اسپین سے مدینہ ہاتھی دیکھنے نہیں آیا بلکہ آپ سے علم حدیث حاصل کرنے آیا ہوں۔'' (اسلام میں عورت کی عظمت،ص/133)

## امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبادت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ دن بھر درس وتدریس، مسائل کا استنباط اور استخراج، قرآن میں حدیث میں غور وفکر، تدبر وتفکر، فقہ کی ترتیب وغیرہ میں مصروف رہتے اور جب شام ہوتی،عشا کا وقت ہوتا،لوگ عشا پڑھ کر چلے جاتے،تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نماز کے لیے رکعت باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ رکعتوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا ،یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا تھا۔

شروع شروع میں سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ایک دن کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک شخص نے ایک اپنے ساتھی سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دکھا کر آہستہ سے کہا کہ یہ جو بزرگ جا رہے ہیں، یہ روزانہ پانچ سو رکعت پڑھا کرتے ہیں۔وہ تو آہستہ سے کہہ رہا تھا؛لیکن امام صاحب کے کانوں میں اس کی آواز پہنچ گئی۔امام صاحب نے

کہا کہ اللہ اکبر! یہ میرے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ میں پانچ سو رکعت روزانہ پڑھتا ہوں، جب کہ میں صرف سو ہی رکعت پڑھتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قرآن کی اس آیت کا مصداق بن جاؤں: وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (آل عمران:۱۸۸)

(اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ایسی بات پر جو انھوں نے نہیں کی)

اگر میں اس کا مصداق بن جاؤں تو کیا ہوگا؟ جہنم کی سزا ہوگی۔ امام صاحب نے کہا کہ لوگ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ میں پانچ سو رکعت پڑھا کرتا ہوں، تو میں آج سے پانچ سو رکعت پڑھا کروں گا۔ اور اس کے بعد سے آپ کا یہی معمول ہو گیا۔

پھر اس کے بعد ایسا ہی واقعہ ہوا کہ ایک دفعہ جا رہے تھے، تو کسی آدمی نے امام ابوحنیفہ کو دکھا کر کہا کہ یہ بزرگ روزانہ ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے ہیں، حال آں کہ اس وقت پانچ سو رکعت پڑھتے تھے۔ امام صاحب نے اس کی یہ بات سن لی اور کہا کہ اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ہزار رکعات پڑھتا ہوں؛ حال آں کہ میں صرف پانچ سو پڑھتا ہوں، تو مجھے اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا، اس لیے میں آج سے ہزار رکعت نماز پڑھوں گا اور زندگی بھر یہی معمول رہا، کتابوں کے اندر لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، آپ کی پوری پوری رات عبادت کے اندر گزر جاتی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا عجیب حال تھا۔ دیکھیے کس طرح اللہ کو مقصود بنا کر زندگی گزاری جاتی ہے۔ لہٰذا پڑھو، لکھو، تحقیق کرو، مطالعہ کرو اور لوگوں کے لیے نیک کام کرو، ہمدردی اور غمخواری کے کام بھی کرو، دعوت وتبلیغ کے کام بھی کرو، لوگوں کو نصیحت کرو، عبرت کی باتیں بتاؤ، اللہ کی طرف ان کو متوجہ کرو، لیکن ان ساری

چیزوں کے ساتھ کبھی اس کو نہ بھولو، کہ میں پیدا ہی ہوا ہوں اپنے رب کے لیے۔ وہی مقصود ہے، وہی مطلوب۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/182)

## حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقام

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے متعلق چھ باتیں اختصار کے طور پر پیش کرنی ہیں:

(۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی۔

(۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقام کبار مجتہدین میں۔

(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے۔

(۴) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے جمیع مستدلات صحیح۔

(۵) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قلت روایت کا سبب۔

(۶) ''إذا صح الحدیث فهو مذهبي'' کا مطلب۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوری دنیا کا ایک ایک مسلمان واقف ہے۔ اور پوری دنیا میں جتنے مسلمان ہیں، ان کی مردم شماری کے اعتبار سے کم سے کم دو ثلث مسلمان حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔

آج جزیرۃ العرب میں غیر مقلدیت کا تسلط ہو چکا ہے اور یہ غیر مقلدین اپنے آپ کو سلفی ہونے کی شہرت دیتے ہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''کلمۃ حق اُرید بها الباطل'' سلفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور در پردہ سلف کی مخالفت کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ کی مخالفت ان کا اہم کردار ہے، حالانکہ یہ ائمہ اربعہ، ائمہ مجتہدین کی صف اول میں

ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ ان ائمہ اربعہ میں سے سب سے زیادہ مخالفت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کرتے ہیں اور خالی الذہن مسلمانوں کو غلط فہمی کا شکار بناتے ہیں، اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے متعلق اختصار کے طور پر چھ باتیں پیش خدمت ہیں، جو الگ الگ سرخیوں سے پیش کی جاتی ہیں۔ (امداد الفتاوی جدید۔ جدید مطول حاشیہ)

## امام ابوحنیفہؒ تابعی کی صف میں

''صحابی'': اس کو کہا جاتا ہے جس کو ایمان کی حالت میں حضرت سید الکونین، خاتم الانبیاء، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی ہو، چاہے تھوڑی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو، اس کو صحابیت کا مقام حاصل ہو چکا ہے۔

اور ''تابعی'': اس کو کہا جاتا ہے کہ جس کو ایمان کی حالت میں کسی بھی صحابی کی صحبت حاصل ہوگئی ہو۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سات صحابیٔ رسول سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کی صحبت حاصل ہوئی ہے:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ متوفی: ۹۳۔

(۲) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت ابوالطفیل عمرو ابن واثلہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۲ھ ان سے مکۃ المکرمہ میں ملاقات ہوئی۔

(۴) حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ۔

(۵) حضرت سائب ابن یزید الخلاد رضی اللہ عنہ متوفی 91ھ۔

(۶) حضرت عبداللہ ابن بسر رضی اللہ عنہ متوفی ۹۶ھ۔

(۷) حضرت محمود ابن الربیع رضی اللہ عنہ متوفی ۹۶ھ۔

ان سب کی تفصیل ''اوجز المسالک'' مکتبہ دار القلم دمشق ۱/ ۱۸۲ میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بالغ ہونے کے بعد ۱۷رسال کی عمر میں ملاقات فرمائی ہے اور ان سے یہ حدیث شریف سنی ہے:

''من تفقه في دين الله كفاه الله همّه''۔ ملاحظہ فرمایئے:

(شرح مسند لإمام أبي حنيفة، ص: ۵۸۵، مقدمہ فتاوی تاتارخانیہ، ص: ۳۹)

حضرت ابوالطفیل عمرو ابن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۲۲رسال ہوچکی تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن بسر اور حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہما کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۱۶رسال ہوچکی تھی۔

اور حضرت سائب ابن یزید خلاد رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر گیارہ سال ہوچکی تھی۔ اور حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۸رسال تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات راجح قول کے مطابق ۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ (اسد الغابہ ۱/ ۱۵۲) لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کل عمر ۱۰۳رسال ہوئی۔

اس حساب سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۱۳رسال ہوچکی تھی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۱۰رسال ہوئی ہے۔ (اسد الغابہ ۱/ ۱۵۲)

اور ہجرت کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۰؍سال کی تھی، تو اس حساب سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۲۰؍سال ہوتی ہے؛ اس لئے کہ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ مذکورہ وجوہات سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تابعی ہونا متعین ہو چکا۔ اور تابعی کی روایت کی سند میں کمزوری نہیں آیا کرتی ہے۔

## امام ابوحنیفہ کی ذہانت کا دلچسپ واقعہ

سیرت امام اعظم میں شریک روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرات سفیان ثوری،

ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ، ابوالاحوص، مندل اور حبان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے جید علماء تھے۔ جنازہ ایک بوڑھے سید زادے کا تھا۔ جنازہ میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ سب ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا۔ لوگوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس لڑکے کی ماں بیتاب ہو کر نکل پڑی ہے۔ جنازہ پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اپنا سر کھول دیا ہے۔

عورت شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میت کے باپ نے چلا کر کہا واپس جاؤ مگر اس نے واپس ہونے سے انکار کر دیا۔ باپ نے قسم کھالی کہ ''یہیں سے لوٹ جاؤ ورنہ تجھے طلاق ہے۔'' جب کہ ماں نے بھی قسم کھالی کہ ''اگر میں نماز جنازہ سے پہلے لوٹوں تو میرے سارے غلام آزاد۔

الغرض لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مشغولِ کلام ہو گئے اب کیا ہو گا؟ کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ کیونکہ سب کو گمان تھا کہ یا تو طلاق واقعہ ہو گی یا قسم ٹوٹے گی۔ میت کے باپ نے ادھر ادھر دیکھا کہ شائد کوئی مدد کرے لیکن کسی کو اس مسلے سے چھٹکارے کا حل معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں میت کے باپ کی نظر امام ابوحنیفہ پر جا رکی۔ اس نے امام صاحب سے گزارش کی آپ ہی اس معاملہ میں کچھ کیجئے۔

امام صاحب آئے اور عورت سے معلوم کیا کہ قسم کس طرح کھائی؟ اس نے بتلا دیا۔ باپ سے پوچھا تم نے کس طرح قسم کھائی؟ اس نے بھی بتلا دیا۔ امام صاحب نے فرمایا میت کو یہیں پر رکھ دو۔ چنانچہ رکھ دیا گیا۔ امام صاحب نے باپ کو حکم دیا کہ نماز جنازہ پڑھاؤ جو لوگ آگے نکل گئے تھے، واپس ہوئے اور فوت شدہ لڑکے کے باپ کے پیچھے صف لگی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کی ماں سے کہا اب تم گھر چلی جاؤ۔ تمہاری قسم پوری ہو گئی اور باپ سے کہا تمہاری بھی قسم پوری ہو گئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس پر لوگ امام اعظم علیہ رحمہ کی ذہانت پر عش عش کر اٹھے۔

اسی موقع پر ابن شبرمہ علیہ رحمہ نے کہا تھا عورتیں آپ جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔

علماء دین فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو علمی نکات بیان کرنے میں نہ کوئی مشقت ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی پریشانی۔ یہ سب ان پر اللہ کا بڑا فضل تھا۔ آپ نہایت ذہین اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ فہم و فراست اور حکمت و دانائی بہت مشہور تھی۔ آپ نے اپنی عمر مبارک میں 7 ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا۔ 45 سال تک روزانہ ایک وضو سے پانچوں نمازیں پڑھتے رہے، رات کے دو نفلوں میں پورا

قرآن حکیم ختم کرنے والے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دن کو علم پھیلاتے اور رات کو عبادت کرتے، ان کی حیات مبارکہ کے لاتعداد گوشے ہیں۔ ائمہ حدیث آپ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک طرف آپ علم کے سمندر ہیں اور دوسری طرف زہد و تقویٰ اور طہارت کے پہاڑ ہیں۔

حدیث بخاری ومسلم شریف میں ہے کہ اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرلے گا۔"امام طبرانی" نے بھی اس کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ "شیخ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ" کے بارے میں ان احادیث میں بشارت دی ہے اور یہ احادیث امام صاحب کی بشارت وفضیلت کے بارے میں ایسی صریح ہیں کہ ان پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔ شیخ ابن حجر الھیتمی المکی الشافعی رحمۃ اللہ ۹۰۹ھ ۹۷۳ھ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب امام ابی حنیفہ" میں تحریر کیا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کے بعض تلامذہ نے فرمایا اور جس پر ہمارے مشائخ نے بھی اعتماد کیا ہے کہ ان احادیث کی مراد بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہیں اس لئے کہ اہل فارس میں ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی علم کے اس درجہ کو نہیں پہنچا جس پر امام صاحب رحمۃ اللہ فائز تھے۔

## امام اعظم کا سبق آموز واقعہ

کتاب "نزہۃ المجالس" کے مصنف حضرت علامہ عبدالرحمن صفوری شافعیؒ کا بیان ہے

کہ مجھ سے بعض حنفی علماء نے بیان کیا ہے کہ ایک بار امام ابوحنیفہؒ کے حُساد (حاسد کی جمع یعنی بہت سے حسد کرنے والے) نے چاہا کہ ان کی شہرت کو دھبہ لگائیں اور بدنام کریں۔

اس گھناؤنے ارادے سے ایک عورت کو کچھ مال دے دلا کر کہا کہ ابوحنیفہ کو رات کے وقت کسی طریقے سے اپنے گھر بلالو اور پھر لوگوں پر ظاہر کرو کہ انہوں نے میری آبرو ریزی اور بے عزتی کا ارادہ کیا تھا۔

چنانچہ پچھلی رات کو جب حضرت امام صاحبؒ نماز صبح کے ارادے سے جامع مسجد تشریف لے جارہے تھے تو وہ عورت اس ناپاک منصوبے کے تحت آپؒ کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند سخت بیمار اور قریب المرگ ہے، وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کرے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت کے پہلے ہی اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ مہربانی کر کے ذرا آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ آپؒ اس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔

اس نے دروازہ بند کر لیا، چلانے اور شور کرنے لگی۔ امام صاحبؒ کے مخالف اور حسد کرنے والے جو اسی تاک اور گھات میں تھے، فوراً آ پہنچے اور امام ابوحنیفہؒ اور اس عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لے گئے۔

خلیفہ نے حکم دیا کہ طلوع آفتاب تک ان دونوں کو سجن یعنی قید خانے میں رکھو۔ امام صاحبؒ قید خانے میں نماز پڑھنے لگے۔ وہ عورت نادم اور شرمندہ ہوئی اور لوگوں نے کچھ اسے سکھایا پڑھایا تھا، آپ سے صاف صاف بیان کر دیا۔

امام صاحبؒ نے اس سے کہا کہ داروغہ جیل و نگران سے جا کر کہو کہ مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے۔ میں جاتی ہوں اور ابھی لوٹ آؤں گی۔ یہ کہہ کر ام حماد یعنی میری اہلیہ کے

پاس جاؤاور فوراً سارا ماجرا بیان کر کے ان سے کہہ دو وہ میرے پاس اسی وقت چلی آئیں اور تو اپنا راستہ لے (یعنی چلی جا)۔

وہ عورت بات سمجھ گئی۔ اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ آ گئیں۔ (امام صاحب نے ان کو بھی ساری تفصیل بتا دی ہوگی) جب آفتاب نکلا تو خلیفہ نے امام صاحبؒ اور عورت کو طلب کیا اور امام صاحبؒ سے کہا: کیا تمہیں اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز تھا؟

ابوحنیفہؒ نے جواب دیا: فلاں شخص کو میرے پاس بلا دیجئے، یعنی اپنے خسر (بیوی کا باپ) کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپؒ نے اپنی زوجہ کا منہ کھول کر انہیں دکھلا دیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا اور فرمانے لگے: یہ میری بیٹی ہے، میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اس کا نکاح کیا ہوا ہے۔ پس اس طرح حق جل شانہٗ نے امام صاحبؒ کے مقام کو اونچا کیا اور ان کی عزت وآبرو بچالی۔

حضرت ابوسفیان ثوریؒ تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو کبھی کسی دشمن کی برائی کرتے نہیں سنا۔ علی بن عاصمؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کی عقل کا آدھی روئے زمین کے لوگوں کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کی خداداد عقل غالب رہے گی۔ (بحوالہ نزہتہ المجالس حصہ اول ص200)

## جنازہ امام اعظمؒ

متعدد کتب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھے جانے کے

بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال ہمیں جو ملا ہے درج ذیل ہے۔

ایک صالح شخص نے فرمایا:

**یوم مات ابو حنیفة صلی علیه ست مرار، من کثرة الزحام، آخرهم صلی علیه ابنه حماد، وغسله الحسن بن عمارة ورجل آخر۔**

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے دن بہت زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپ کے بیٹے حماد نے پڑھائی۔ حسن بن عمارہ اور ایک دوسرے آدمی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا۔ (خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 13:453، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مزی، تہذیب الکمال، 29:444، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حضرت امام شافعیؒ کا خواب

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے لڑکے تم کون ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کا ہی ایک فرد ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نزدیک بلا کر اپنا لعاب دہن میرے منھ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جا اللہ تجھے برکت عطاء کرے پھر اسی شب خواب میں حضرت علیؓ نے انگلی میں سے اپنی انگشتری نکال کر میری انگلی میں ڈال دی۔ (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۳۰ / حضرت فریدالدین عطارؒ)

## امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی پیاس اور اس کے حصول کا انوکھا طریقہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ کے علم کا شوق کیسا ہے؟ آپ نے

فرمایا: جب میں کوئی ایسی علمی بات جو پہلے نہیں سنی تھی، سنتا ہوں تو میرے تمام اعضاء کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بھی کان ہوں جن سے وہ اس علمی بات کو سن کر لطف اندوز ہوں، جس طرح کان لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: آپ کو تحصیل علم کا شوق کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس طرح ایک دنیا دار کنجوس کو، مال جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ مزید پوچھا گیا: آپ علم کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس طرح کوئی ماں اپنے کھوئے ہوئے اکلوتے لڑکے کو تلاش کرتی ہے۔

حمیدی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر گئے۔ ہم دونوں ایک ہی مکان میں ٹھہرے، میں بیچ کی منزل میں اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ بالائی منزل میں۔ کبھی میں رات میں اٹھتا تو بالائی منزل پر چراغ جلتا ہوا دیکھا میں خادم کو پکار کر پوچھتا یہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ وہ کہتا کہ آپ ہی اوپر جا کر دیکھئے ماجرا کیا ہے؟ میں اوپر چڑھتا، دیکھا تو اما شافعی رحمۃ اللہ علیہ قلم کاغذ لئے بیٹھے ہیں، میں کہتا ابوعبداللہ! اب لکھنا پڑھنا بند کرو، رات بہت ہوگئی ہے، وہ کہتے میں نے فلاں حدیث میں غور کیا۔ کچھ مسائل ذہن میں آئے، میں نے سوچا کہیں یہ ذہن سے نکل نہ جائیں، اس لئے چراغ جلا کر انہیں قلم بند کرنے لگا۔ (امت کے روشن چراغ جلد اول، ص/197)

## ہارون رشید جنتی ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ بادشاہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ کا دربار تھا، اس کی مجلس میں مذاکرہ ہو رہا تھا اور بڑے بڑے علما وہاں موجود تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہ اس وقت چھوٹی عمر کے تھے؛ لیکن بڑے شوق کے ساتھ اس مجلس میں جا کر بیٹھ گئے ، ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے سوال کیا کہ تم لوگ جو بڑے علما ہو، بڑے بڑے مشائخ ہو، قران وحدیث کا علم رکھتے ہو، میرے بارے میں بتاؤ کہ میں جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں جاؤں گا؟ لوگوں نے کہا: اس کا جواب ہم کیسے دے سکتے ہیں؟ قرآن سے مسئلہ تو بتا سکتے ہیں؛ لیکن کسی کی قسمت کا فیصلہ نہیں بتا سکتے، ہاں! احکام بتائے جاسکتے ہیں، زندگی میں انسان کو کس رنگ سے کس ڈھنگ سے رہنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کس چیز سے راضی ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے؟ یہ تو بتا سکتے ہیں؛ لیکن یہ سوال کہ ایک آدمی جنت میں جائے گا یا دوزخ میں جائے گا؟ یہ تو غیب کی بات ہے، کسی انسان کے بارے میں قرآن وحدیث کا جاننے والا غیب کی بات کیسے بیان کرسکتا ہے؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی نوعمر تھے، انھوں نے عرض کیا کہ حضور! اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دے سکتا ہوں، بادشاہ نے کہا کہ ضرور دیجیے، اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی بصیرت اور فراست سے نوازا تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضور! آپ تو سوال کرنے والے ہیں اور میں جواب دینے والا ہوں، آپ اوپر بیٹھے ہیں اور میں نیچے بیٹھا ہوں، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے آپ نیچے اتر آیے اور مجھے اوپر بٹھا دیجیے (یہ اولیاء اللہ جو ہوتے ہیں کسی سے ڈرتے نہیں ہیں، بادشاہ ہو تو کیا ہوا؟ اس لیے کہ جو ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کی رٹ دن رات لگاتا ہو، ہر وقت اس کی زبان پر ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کا نعرہ ہو اور دل میں اس حقیقت کو جمالیا ہو کہ اللہ سے بڑا کوئی نہیں ہے، وہ کسی کو بڑا سمجھ ہی نہیں سکتا) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ آپ سائل ہیں اور میں مجیب

ہوں، جواب دینے والے کا مقام اونچا ہوتا ہے، سوال کرنے والے کا مقام چھوٹا ہوتا ہے؛ اس لیے آپ کو نیچے ہونا چاہیے، بادشاہ نے اس چھوٹے سے بچے کی یہ گفتگو سنی اور کہا کہ اس بچے کو اوپر بٹھادو اور ہمارے لیے نیچے انتظام کردو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اوپر تخت پر بٹھا دیا گیا اور بادشاہ نیچے اتر گیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اب آپ اپنا سوال پیش کریں؟ جب سوال پیش کیا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ایک سوال آپ سے کرتا ہوں، آپ بتائیں کہ کیا زندگی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے خوف سے آپ گناہوں سے بچ گئے ہوں اور وہاں گناہ کرنے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں رہی ہو، جو جی چاہے آپ کر سکتے ہوں؟ لیکن محض اللہ کے خوف اور ڈر کی وجہ سے آپ نے گناہ کو چھوڑ دیا ہو، کبھی ایسی نوبت آپ کو آئی ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ ہاں بسا اوقات ہوا ہے، کوئی روک ٹوک نہیں تھی، کوئی دیکھنے والا تک نہیں تھا؛ لیکن اس کے باوجود میں نے گناہوں سے اپنے آپ کو بچایا ہے کہ کوئی تو مجھ کو نہیں دیکھ رہا ہے؛ لیکن اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب میں آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ آپ ان شاء اللہ جنتی ہیں، لوگوں نے کہا کہ آپ یہ بات کس بنیاد پر فرمارہے ہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی آیت تلاوت کی:

{وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ہ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى۔} (النازعات:۳۹-۴۰)

(جو آدمی اللہ کے خوف سے ڈر گیا اور اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچ گیا تو جنت میں اس کا ٹھکانہ بنادیا جاتا ہے۔)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان شاء اللہ جنتی ہیں۔ (فیضان معرفت جلد اول، ص/92)

## برکت والے کھانے کا اثر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ میں وہ کمال حاصل کیا کہ ہر زمانے میں ان کے علم کا اعتراف کیا گیا۔ ایک بار انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے استاذ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے مدینہ جائیں۔ مدینہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی بیٹی بھی رہتی تھی جس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتقویٰ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا اور وہ بھی ان سے ملاقات کی متمنی تھی۔ جب اس کے علم میں یہ بات آئی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے والد سے ملاقات کے لئے آنے والے ہیں تو وہ بھی سراپا انتظار بن گئی۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک قافلے کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مدینے پہنچے اور سیدھے اپنے استاذ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے جہاں انہیں قیام کرنا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نے دیکھا کہ کھانے پر بیٹھ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی بیقراری سے کھانا کھایا جو اسے عجیب سا لگا۔ یہی نہیں عام حالات میں ایک انسان جتنا کھاتا ہے اس سے زیادہ کھایا۔ اس نے سوچا کہ عموماً ایسے متقی اور پرہیزگار بندے کم خوراک ہوتے ہیں لیکن امام صاحب اسے خوش خوراک لگے۔ کھانےکے بعد امام صاحب اپنے میزبان کے ساتھ عشاء کی نماز کو چلے گئے اور واپس آ کر بستر پر لیٹ گئے۔ لڑکی کو یہ بات بھی بڑی عجیب لگی۔ اس نے اپنے والد کو دیکھا تھا کہ وہ رات کے اکثر حصے

میں عبادات کیا کرتے تھے۔اس بات سے امام صاحب کی جو اس کے ذہن میں شبیہ تھی وہ خراب ہونے لگی۔صبح کو تہجد میں بھی امام صاحب نہیں اٹھے بلکہ جیسے ہی اذان کی آواز آئی وہ گھبرا کے اٹھے اور بغیر وضو کئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے چلے گئے۔لڑکی کو تعجب کے ساتھ افسوس بھی ہو رہا تھا کہ یہ کیسے متقی ہیں۔

جب لڑکی سے ضبط نہیں ہوا تو اس نے اپنے والد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ساری باتیں کہہ کر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں تو انہیں بہت بڑا متقی اور پرہیز گار سمجھتی تھی لیکن اپنے عمل سے یہ ایسے نہیں نظر آتے۔امام مالک نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میری بیٹی ان باتوں کی وجہ سے تم سے بدظن ہوگئی ہے۔امام شافعی نے کچھ دیر توقف کیا اور فرمایا: جو اس نے دیکھا وہ سچ ہے لیکن وہ حقیقت نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب میں گھر سے قافلے کے ساتھ روانہ ہوا تو پہلے ہی دن میرا کُل زادِ راہ چوری ہوگیا یہی نہیں بلکہ وہ رقم جو سفر کے خرچ کے لئے میں نے رکھی تھی وہ بھی چلی گئی۔قافلے والوں کو جب علم ہوا تو انہوں نے اطمینان دلایا کہ وہ میری ضروریات کا خیال رکھیں گے لیکن چونکہ مجھے قافلے والوں کے مال میں بعض وجوہات کے سبب حرام کا شبہ ہوگیا تھا اس لئے میں نے اس پورے سفر میں صرف اتنا کھایا جو مجھے زندہ رکھنے کے لئے کافی تھا اور میں جب آپ کے گھر پہنچا تو بھوک سے نڈھال تھا۔جب رزق حلال میرے سامنے آیا تو میں نے اس دن کئی ہفتوں کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اس میں شائد بھوک سے زیادہ کھالیا۔عشاء کی نماز میں نے آپ کی اقتدا میں پڑھی جس میں آپ نے سورہ بقرہ کی فلاں آیات پڑھیں تھیں۔اور میں تب ہی سے گھر واپس آتے ہوئے

انہی آیات پر غور کر رہا تھا یہاں تک کہ میں نے ان سے مسائل کا استنباط شروع کیا اور رات بھر میں میں نے ان سے ننانوے مسائل نکالے اور یہ سب آپ کے گھر کے برکت والے کھانے کی وجہ سے تھا یہاں تک کہ موذن نے فجر کی نماز کا اعلان کیا اور میں ہڑ بڑا کر اٹھا اور آپ کے ساتھ نماز کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ میں سویا ہی نہیں اس لئے وضو کی حاجت نہیں تھی اور اسی وضو سے میں نے فجر پڑھ لی تھی۔ (بکھرے موتی)

## امام شافعی رحمہ اللہ اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حمیدی کو کہتے ہوئے سنا کہ: "ہم امام شافعی کے پاس تھے، اور ایک آدمی نے انکے پاس آ کر مسئلہ پوچھا، تو امام شافعی نے جواب دیا اور کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے اس انداز سے فیصلہ کیا تھا" آدمی نے امام شافعی سے کہا: "اس مسئلہ میں آپکی کیا رائے ہے!؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! تم مجھے عیسائیوں کے گرجے میں سمجھتے ہو؟! یا یہودیوں کے معبد خانے میں؟! یا میں نے مجوسیوں کا لباس پہن رکھا ہے!؟ میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فیصلہ کیا، اور تم کہتے ہو کہ میری کیا رائے ہے؟! (امام بیہقی "مناقب الشافعی)

## امام احمد ابن حنبل کا رات بھر علم کیلئے جاگنا

امام احمد ابن حنبلؒ جلیل القدر امام ہیں، مگر امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں امام شافعیؒ کا مصر میں قیام تھا، امام شافعیؒ نے انہیں لکھا کہ بہت عرصہ ہوا ملاقات کئے ہوئے، اگر کوئی ملاقات کا موقع ہو تو کوشش کر کے آجاؤ، مصر میں ملاقات ہو اور علماء آپ کے منتظر ہیں امام

احمدؒ نے لکھا کہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور تاریخ متعین کر دی کہ فلاں تاریخ کو پہنچوں گا۔ مقررہ تاریخ پر امام احمدؒ پہنچے، تو امام شافعیؒ استقبال کیلئے شہر سے باہر نکلے، بادشاہ وقت چونکہ امام شافعیؒ کا معتقد تھا وہ بھی ساتھ ہوئے، جب بادشاہ آئے تو وزراء، امراء علماء اور زعماء غرض پورا مصر استقبال کیلئے نکل آیا اور بڑی عزت واحترام سے امام احمدؒ کو لے کر آئے۔ امام شافعیؒ کے مکان میں عید کی سی خوشی تھی، امام شافعیؒ کی بچیاں کودتی پھرتی تھیں کہ امام وقت ہمارے ہاں مہمان ہو رہا ہے، ایک عجیب خوشی تھی، جب کھانے کا وقت ہوا تو امام شافعیؒ نے دستر خوان بچھایا، امام احمدؒ کو بٹھلایا گیا اور بھی لوگ بیٹھے۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے جو کھانا شروع کیا تو اس طرح سے کھایا، جیسے کوئی بہت حریص آدمی کھایا کرتا ہے اور جیسے کہ بہت دن کا بھوکا کھاتا ہے تو بہت زیادہ کھایا اور جلدی جلدی کھایا، امام شافعیؒ جب کھانے کے بعد گھر پہنچے تو امام شافعیؒ کی بچیوں نے امام شافعیؒ پر اعتراض کیا کہ آپ تو کہتے تھے کہ یہ امام وقت ہے، یہ کیسا امام وقت ہے جو عوام الناس کی طرح پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اتقیاء کی شان تو یہ ہے کہ وہ کم کھاتے ہیں اطاعت زیادہ کرتے ہیں، یہ پیٹ بھر کے کھانا اور وہ بھی ناک تک کھالینا، یہ تو عوام کا کام ہے خواص کا نہیں، خواص میں بھی جو شخص امام کے رتبہ کو پہنچا ہوا ہو اس کا یہ کام نہیں۔ تو امام شافعیؒ سے جواب نہیں بن پڑا اور فرمایا کہ محسوس تو میں نے بھی اس کو کیا مگر میں بول نہیں سکتا تھا، کہ میں میزبان ہوں، اگر میں یوں کہتا کہ تم زیادہ کیوں کھاتے ہو تو تہمت آتی کہ شاید میں مہمان سے اپنا کھانا بچانا چاہتا ہوں، اس لئے میرے بولنے کا موقع نہیں تھا مگر محسوس میں کر رہا تھا کہ یہ امام احمدؒ کو کیا ہو گیا۔

اندروں از طعام خالی دار

تا نور مغفرت در و بینی

ترجمہ: پیٹ کو خالی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ نور مغفرت پیدا ہو( نہ یہ کہ آدمی پیٹ بھر لے) بہر حال امام شافعیؒ سے جواب نہیں بن پڑا بچیوں نے اعتراض کیا تو چپ ہو گئے، وہ وقت گذر گیا اور امام احمدؒ عشاء کی نماز کیلئے چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد چھوٹی چھوٹی بچیوں نے بستر بچھایا اور پانی کا لوٹا بھر کے رکھا کہ امام صاحبؒ جب تہجد کیلئے اٹھیں تو پانی لانے کی دشواری نہ ہو اطمینان سے وضو کر لیں۔امام احمدؒ صبح کی نماز کیلئے جب اٹھ کر گئے تو بستر وغیرہ اٹھانے کیلئے بچیاں آئیں دیکھا کہ لوٹا اسی طرح بھرا ہوا رکھا ہے، اب تو ان کے غصے کی کوئی حد نہ رہی کہ یہ کیسا امام ہے کہ پیٹ بھر کے یہ کھانا کھالے رات کا کوئی وقت عبادت کا اسے نصیب نہ ہو، وضو نہ کرے تہجد نہ پڑھے، یہ خوامخواہی دنیا میں غلط شہرت ہوگئی کہ اپنے وقت کا بڑا امام ہے۔جب امام شافعیؒ گھر پہنچے تو بچیوں نے دامن پکڑ لیا کہ آپ نے ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا کہ احمد بن حنبلؒ راس الاتقیاء، متقیوں کا سردار ہے، یہ کیسا امام ہے کہ ناک تک یہ کھانا کھاتا ہے، اور تہجد کی توفیق اسے نہیں، رات بھر بستر پر پڑ کر یہ سوئے، اب امام شافعیؒ کے صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا اور باہر آ کر امام احمدؒ سے کہا کہ: اے احمد ابن حنبل! یہ تغیر تم میں کب سے پیدا ہوا؟ مجھے تو اس کی توقع نہیں تھی، یہ تمہاری حالت کب سے بدلی، پیٹ بھر کے تم کھانا کھاتے ہو، تہجد کی توفیق تمہیں نہیں ہوتی، رات کو آپ نہ اٹھے، وضو آپ نے نہ کیا آخر یہ تمہارے اندر کیا پیدا ہوا۔امام احمدؒ مسکرائے اور عرض کیا، حضرت! واقعہ وہ نہیں

ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، فرمایا واقعہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ واقعہ یہ ہے کہ مجھے آج عشاء کے وضو سے تہجد اور صبح کی نماز کی نوبت آئی ہے اور عرض کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب دستر خوان پر کھانا رکھا گیا تو میں نے دنیا میں اتنی حلال کی کمائی نہیں دیکھی اس کے کھانے کے اوپر آسمانوں سے انوار و برکات کی اتنی بارش تھی کہ مکان منور تھا اور کھانے پر نظر ڈال کر قلب میں ذکر اللہ کی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ اتنی حلال اور پاک کمائی میں نے آج تک نہیں دیکھی تو میں نے ارادہ کیا کہ جتنا کھا سکوں کھالوں چاہے بعد میں مجھے سات دن فاقہ کرنا پڑے پھر یہ نورانی کھانا مجھے کہاں نصیب ہوگا، اس واسطے میں نے زیادہ کھایا، اور عرض کیا۔ اس کھانے کی دو برکتیں نمایاں ہوئیں، ایک علمی برکت اور دوسری عملی برکت، عملی برکت تو یہ ہوئی کہ عشاء کے وضو سے میں نے فجر کی نماز پڑھی اور تہجد پڑھی، مجھے وضو کی ضرورت پیش نہیں آئی، اور علمی برکت یہ ہوئی کہ چارپائی پر لیٹ کر قرآن کریم کی ایک آیت سے آج میں نے فقہ کے سو مسئلے نکالے جو اب تک مجھے سمجھ میں نہیں آئے تھے علم کے دروازے میرے دل پر کھل گئے، اور سو مسئلے ایک ہی آیت سے میں نے استنباط کئے، یہ علم کی برکت ہوئی، تب امام شافعیؒ کی داڑھی کے بال بال خوشی سے کھل گئے، اور بچیوں سے کہا کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے کہ یہ امام وقت ہیں تب بچیوں کو تسلی ہوئی۔ (تحفۃ الطلباء والعلماء ص:۲۰۶)

## امام احمد بن حنبلؒ کی کرامت

جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامہ کا ازار بند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا،

فَنَزَلَ سَرْوَالُ اِلٰی عَانَتِہٖ پس پاجامہ آپ کے پیروں تک اتر گیا اور آپ ڈرنے لگے کہ نیچے گر جائے گا پس آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ پس پاجامہ بہت تیزی سے اٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود باندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔ میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے صدقہ سے جس سے عرش اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے۔

**اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ مَلَئْتَ بِہِ الْعَرْشَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلٰی اصَّوَابِ فَلَا تَھْتِکْ لِیْ سَتْرًا۔**

اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیجئے۔ پس فوراً دعا قبول ہوگئی۔ احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ کو خواب میں دیکھا میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا۔؟ **قَالَ غَفَرَلِیْ**۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور فرمایا: **یَا اَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِیَّ**، اے احمد کیا میرے راستہ میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے۔؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے رب۔ فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لئے مباح کر دیا۔ حضرت امام شافعیؒ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کو کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجئے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی پس امام احمد نے وہ قمیص بھجوادی ''**فَغَسَّلَهُ الشافعي و شرب ماءه**'' پس امام شافعیؒ نے اس قمیص

کودھوکراس کا پانی پی لیا۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وَهٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِهٖ : ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے۔ کیونکہ امام شافعی امام احمد کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گذر رہا تھا اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہو گئے اَسْلَمَ يَوْمَ وَفَاتِهٖ عِشْرُوْنَ اَلْفاً۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔ (کشکول معرفت ص: ۲۷۴)

## امام احمد کا دیدار الٰہی کا واقعہ

امام احمد بن حنبل نے ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی پھر سوچا کہ اگر اب کی مرتبہ زیارت کی تو معلوم کرلوں گا کہ جنت میں لے جانے والی کیا چیز ہے؟ چنانچہ سوویں مرتبہ زیارت کی تو پوچھا کہ جنت میں لے جانے والی کیا چیز ہے؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: تلاوت قرآن، سوال کیا: کیا سمجھ کر ہو یا بے سمجھے؟ فرمایا: سمجھ کر ہو یا بے سمجھے۔ (نورانی محفلیں جلد اول، ص/133)

## تمہاری دعاء مجھے یہاں کھینچ لائی ہے

امام احمد سفر میں تھے راستے میں ایک مسجد میں رات گزارنے کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے خادم نے منع کر دیا امام فرمانے لگے: میں مسجد کے دروازے کے پاس سو جاتا ہوں جب خادم نے امام صاحب کو مسجد کے دروازے پر سوتے دیکھا امام صاحب کو کھینچ کر مسجد سے دور کرنا چاہا یہ منظر ایک نانبائی نے دیکھ لیا جو مسجد کے آگے سے گزر رہا تھا اُس نے امام صاحب کو اپنے گھر رات گزارنے کی پیشکش کی وہ امام صاحب کو جانتا

بھی نہیں تھا اُس کے گھر میں امام صاحب نے دیکھا کہ وہ نانبائی آٹا گوندھ رہا ہے اور کثرت سے استغفار (استغفر اللہ) کر رہا ہے۔

امام فرمانے لگے: کیا اس استغفار کرنے کا ثمرہ اور پھل بھی تمہیں ملا نانبائی بولا: میں نے جو بھی مانگا اللہ مالک الملک نے عطا کیا ہاں ایک دعا ہے جو ابھی تک قبول نہیں ہوئی امام نے فرمایا وہ کونسی دعا ہے؟

نانبائی بولا: میرے دل میں کچھ دنوں سے یہ خواہش مچل رہی ہے کہ امام احمد بن حنبل کو دیکھوں امام فرمانے لگے: میں ہی احمد بن حنبل ہوں تمہاری دعا مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طلب علم میں شوق وانہماک

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رات میں اٹھتے، چراغ جلاتے اور ذہن میں جو علمی مسئلہ آتا اسے قلم بند کرتے۔ پھر چراغ بجھا کر لیٹ جاتے، پھر اٹھتے اور چراغ جلا کر لکھتے، اسی طرح تقریباً بیس مرتبہ آپ اٹھ کر لکھتے۔ اسلاف کے شوق علم اور ذوق مطالعہ کے یہ چند واقعات ہیں۔ جو آج کل کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے مشعل راہ ہیں۔ کاش انہیں حرز جان بنالیا جاتا اور اپنی زندگی کا از سرِ نو آغاز کیا جاتا ہے۔ عزم وارادہ آدمی کے اختیار میں ہے پھر توفیق الٰہی ضرور شامل حال ہوگی۔ (امت کے روشن چراغ جلد اول، ص/197)

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حفظ

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ساتھ مشائخ بخارا کے پاس جایا کرتے تھے اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نوعمر تھے درس میں جا کر

بیٹھتے سب لوگ حدیثوں کو لکھتے اور یاد کرتے مگر امام صاحب خاموش بیٹھے رہتے اور ایک لفظ نہ لکھتے ساتھی ملامت کرتے کہ میاں جب تم لکھتے نہیں تو آتے کیوں ہو؟ حاشد کہتے ہیں کہ پندرہ سولہ روز یوں ہی گذر گئے۔ سترھویں روز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنگ آکر کہا تمہاری ملامت کی حد ہوگئی لاؤ اپنے دفتر نکالو اور دکھاؤ تم لوگوں نے کیا لکھا ہے ہم اس وقت پندرہ ہزار سے بھی زائد حدیثں لکھ چکے تھے ہم نے اپنے دفتر امام بخاری کے سامنے لاکر رکھ دیئے امام صاحب نے تمام حدیثیں بھری مجلس میں زبانی سنادیں اور ہم نے جان لیا کہ جو نایاب خزانہ ہمارے کاغذوں میں ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں محفوظ ہے اور ہمیں امام کی یادداشت سے اپنے نوشتوں کی اصلاح کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے غضب کا حافظہ عطا کیا تھا اسی کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ معیار پر تھے۔

## امام بخاریؒ کی قوتِ حافظہ کا کمال محدثین کے درمیان

امام بخاریؒ اپنے بچپن میں محدثِ داخلیؒ کی مجلس میں جایا کرتے تھے۔ یہ مجلس نہایت وسیع ہوتی تھی جس میں اکابرینِ وقت اور جلیل القدر اصحابِ علم شرکت کرتے تھے۔

حضرت امام بخاریؒ صغرسنی کی وجہ سے ایک کونے میں جاکر بیٹھ جایا کرتے تھے تاہم فرماتے ہیں کہ ایک بار محدثِ داخلی نے سند روایت بیان کرنا شروع کی۔ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم تو میں نے جسارت کرتے ہوئے عرض کیا کہ ابو زبیر حضرت ابراہیمؒ سے روایت نہیں کرتے۔

انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا میں نے پھر عرض کیا: آپ اپنی بیاض وکاپی دیکھ لیں پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیف ہو یا غلام! اے بچے پھر یہ سند کس طرح ہے میں نے عرض کیا: ابوزبیر کی بجائے زبیر بن عدی صحیح ہے استاذ محترم محدثِ داخلیؒ نے یہ سن کر میرا ہی قلم لے کر اسے اپنی بیاض میں درست فرمالیا اس وقت میری عمر کل گیارہ سال تھی۔

اسی طرح بغداد میں دورانِ تعلیم دیگر رفقاء کرام لکھتے تھے اور یہ نہ لکھتے تھے۔ پھر رفقاء کرام نے کہا یہ آپ وقت ضائع کرتے ہو! تو انہوں نے کہا

میں تمہیں وہ تمام احادیث سنا دیتا ہوں جو تم نے لکھی ہیں۔ چنانچہ ایک ہی مجلس میں پندرہ ہزار احادیث سب کی سب سند ومتن کے ساتھ سنادیں۔ نیز بغداد پہنچنے پر وہاں کے حضراتِ محدثینؒ نے امتحان کے لئے دس حضرات کا انتخاب کر کے ان کے سامنے احادیث پڑھیں اور آپ فرماتے گئے لا اعرف: اور بعد میں پوری ترتیب کے ساتھ اولاً غلط حدیث پڑھتے تھے اور بعد میں صحتِ روایت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر ان لوگوں کو آپ کے حافظہ پر بہت تعجب ہوا۔

آپ کے پسمین رخسار پر ابھی غدود نہ ابھرا تھا کہ سفر بصرہ پیش آیا چونکہ سارے عالم پر آپ کی دھاک بیٹھ چکی تھی اس لئے مشہور ہوگیا کہ امام بخاریؒ بصرہ آرہے ہیں۔ اہل بصرہ نے پرزور استقبال کیا، بہت کچھ منت سماجت کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اہلِ بصرہ! اگرچہ میں جوان ہوں اور تم میں سے بہت سے شیوخ بھی بیٹھے ہوئے ہیں مگر میں آج وہ حدیثیں بیان کروں گا جو اہلِ بصرہ نے نہیں سنیں باوجودیکہ ان کے راوی اہل بصرہ ہی ہیں از اں بعد بغداد کا سفر کیا۔ (ارشاد الباری 35)

## امام بخاریؒ اور علمی محنت وجد وجہد

امام بخاریؒ کے متعلق ان کے اوراق (مسودہ) نویس محمد ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ سفر میں امام بخاریؒ کے ساتھ میرا قیام عموماً اسی کمرے میں ہوتا تھا جس میں امام آرام فرماتے تھے، دیکھا کرتا تھا کہ رات کو جب ہم لوگ سورہتے تو امام بخاریؒ بار بار اٹھ کر چقماق سے چراغ جلاتے اور لکھی ہوئی حدیثوں پر کچھ علامت بناتے، پھر سو جاتے، ایک ایک رات میں پندرہ سے بیس دفعہ تک میں نے دیکھا ہے کہ اٹھتے ہیں اور لیٹتے ہیں، میں عرض کرتا کہ جس وقت آپ اٹھتے ہیں مجھے اٹھالیا کیجئے، تو فرماتے کہ میاں! تم جوان آدمی ہو، تمہاری نیند کو میں خراب کرنا نہیں چاہتا۔ (تدوین حدیث)

## امام بخاریؒ کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں

جب امام بخاریؒ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو آپؒ نے امام ابن مبارکؒ کی تمام کتابیں یاد کرلیں اور محدث وکیعؒ کے تمام نسخے بھی ازبر کر ڈالے۔ پھر اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسماعیلؒ کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔

حج سے فراغت ہوئی تو والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کے لئے ٹھہر گئے اور تمام علمی مراکز کا سفر کر کے ایک ہزار اسّی شیوخ کی خدمت میں حاضری دے کر چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کرلیا۔

علم حدیث کی طلب میں آپؒ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، مصر، واسط، الجزائر، شام، بلخ، بخارا، مرو، ہرات اور نیشاپور وغیرہ علمی مرکزوں کا بار بار سفر فرمایا۔

(اولیائے رجال الحدیث، ص:94)

امام بخاریؒ علم وفضل کے ساتھ ساتھ بے حد متقی اور پرہیزگار تھے۔ وہ حد درجہ محتاط اور تہمت کے محل سے دور رہنے والے تھے۔

## ماں کی کثرت دعاء کے سبب امام بخاریؒ کی آنکھیں واپس آگئیں

امام بخاریؒ کے والد اسماعیل ایک متقی شخص اور جلیل القدر عالم تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ کی شاگردی اختیار کی۔ امام بخاریؒ کی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اسماعیل وراثت میں کافی دولت چھوڑ گئے۔ والدہ انتہائی انہماک کے ساتھ اپنے بیٹے کی تربیت میں جت گئیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ایک جلیل القدر عالم بن کر افق عالم پر چمکے اور اپنے علم سے تاریک دنیا کو منور کردے لیکن ان کی حسرت و یاس کا اس وقت کوئی ٹھکانہ نہ رہا، جب ان کے بچے کے مستقبل میں ترقی اور ان کی تمناؤں کی تکمیل میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ بچپن ہی میں یہ بچہ اپنی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اب نابینا ہونے کی صورت میں یہ بچہ حصول تعلیم کے لیے علماء کے دروس میں شرکت سے معذور تھا اور نہ وہ حصول علم کے لیے دوسرے شہروں کا سفر اختیار کر سکتا تھا۔ ماں کو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ آخر اس بچے کا کیا ہوگا؟ عالم دین کیوں کر بن سکے گا؟ بینائی کے بغیر علم کا حصول کیسے ممکن ہے؟ اس خواہش کی تکمیل کے لیے ایک ہی ذریعہ باقی تھا۔ ایک ہی راستہ تھا اور وہ راستہ دعا کا تھا، چنانچہ رب تعالیٰ نے ان پر دعا کے دروازے کھول دیئے اور پورے اخلاص اور سچی نیت کے ساتھ دربار الٰہی میں گڑگڑا کر رونے لگیں اور رب العزت کے سامنے دست سوال دراز کر کے بچے کی بینائی کے لیے دعائیں مانگنے لگیں، یہ دعائیں نجانے کتنی مدت تک ہوتی رہیں۔

ایک رات انہوں نے عجیب وغریب خواب دیکھا، حضرت ابرہیم علیہ السلام خواب میں نظر آئے، فرمار ہے تھے:

"اے بی بی! تیری دعاؤں کی کثرت کے سبب رب العالمین نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کردی ہے۔"

جب وہ بیدار ہوئیں تو دیکھا واقعی ان کے بیٹے کی بینائی بحال ہوگئی ہے، ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:

اے پروردگار!! پریشان حال کی دعائیں تیرے علاوہ کون سن سکتا ہے اور کون ہے جو بندوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی والدہ محترمہ نے بیٹے کی بینائی لوٹ آنے کے بعد اس کی تعلیم وتربیت اس قدر محنت سے کی کہ رب تعالیٰ نے ان کے بیٹے پر علوم وفنون کے دروازے کھول دیئے۔

یہی بچہ زندگی کے مختلف مراحل طے کرتا کرتا بہت بڑا محدث بنا اور قرآن پاک کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب مرتب کی جو "صحیح البخاری" کے نام سے مشہور ہے اور بچے کو لوگ "امام بخاری" کے نام سے جانتے ہیں، جن کا پورا نام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ہے۔

## امام مسلم کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے

امام مسلمؒ کی وفات کا واقعہ مشہور ہے آپ کے سامنے ایک حدیث کا ذکر آ گیا، لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں امام صاحب سے دریافت کیا، سوئے اتفاق کہ امام

مسلم کو وہ حدیث یاد نہ تھی، وہاں سے اٹھ کر مکان پر تشریف لائے، اور اپنے مجموعۂ حدیث میں اس کی تلاش وجستجو شروع کردی، حدیث کی تلاش و چھان بین میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ سامنے کھجوروں کا بھرا ہوا ایک ٹوکرا رکھا تھا، اس میں سے نکال نکال کر کھاتے جاتے تھے، لیکن حدیث کے انہماک اور فکر میں اس کی مطلق ان کو خبر نہیں ہوئی کہ اس بے خودی کی حالت میں کتنی کھجوریں کھا گئے، آخرکار وہ حدیث مل گئی، لیکن کھجوروں کا پورا ٹوکرا ختم ہوگیا اور یہی واقعہ ان کی وفات کا سبب بن گیا۔ (تذکرۃ المحدثین)

## امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

نام ونسب: ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی۔

امام ابوداؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیرباد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اس وقت علم وفن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہوچکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و

شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

امام ابوداؤد تحصیل علم کے لیے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء شوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعنبی ابوالولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ابوداؤد کے لیے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا ہوا تھا حافظ ابوطاہر سلفی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا:لان الحدیث وعلمه بکماله لامام اهلیه ابو داؤدمثل الذی لان الحدید وسبکه لبنی اهل زمانه داؤد۔

اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر و استیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بابت حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد وعبادت اور یقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ، عفت وعبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لیے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے اس کو تنگ ہی رکھا۔

## آپ کے فضل وکمال کا اعتراف

ابوداؤد کو علم وعمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا چنانچہ حافظ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد بلاشک وریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

## وفات

امام ابوداؤد نے تہتر سال کی عمر پاکر سولہ شوال ۲۷۵ ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں

امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یوم وفات روز جمعہ ہے۔ مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا (اقبال)

## امام ترمذیؒ کا حافظہ

امام ترمذیؒ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور سفر حج کیلئے اونٹ پر سوار تھے چلتے ہوئے ایک جگہ سر نیچا کر لیا لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا آگے درخت آ رہا ہے، تو لوگوں نے کہا یہاں درخت کا نام و نشان نہیں شتربان سے کہا مجھے نیچے اتار دو اگر واقعی یہاں درخت نہ تھا اور میں بھول گیا ہوں تو میرا حافظہ قابل اعتماد نہیں، آئندہ حدیثیں بیان نہیں کروں گا، تحقیق کرنے پر قریب کے لوگوں سے پتہ چلا کہ واقعی یہاں پر درخت تھا جو اب کاٹ دیا گیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا اب چلو بفضلہ تعالیٰ میرا حافظہ قوی ہو گیا۔ (خزائن السنن ج ۱ ص:۱۹)

## امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے تقوی کا ایک عجیب واقعہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور حکیم تھے۔ حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف انہی کی لکھی ہوئی ہے اللہ رب العزت نے آپ کو اس قدر حسن دیا تھا کہ لوگ دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو باطنی حسن بھی دیا تھا۔

آپ عین جوانی کے عالم میں ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت اندر آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ عورت نہایت حسین و جمیل تھی وہ آپ سے کہنے لگی کہ میں آپ کے حسن پر فریفتہ ہوں اور بہت دنوں سے موقع کی تلاش میں تھی آج بہت مشکل سے تنہائی ملی ہے، آپ میری خواہش پوری کر دیں۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر خوف خدا اتنا غالب ہوا کہ آپ رو پڑے اور اتنا روئے کہ وہ عورت نادم ہوکر واپس چلی گئی اور آپ دیر تک روتے رہے مدت گزر گئی آپ اس بات کو بھول گئے اور جوانی سے بڑھاپے میں داخل ہو گئے بال سفید ہو گئے ایک دن مصلے پر بیٹھے تھے کہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا تو کیا تھا بعد میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی یہ خیال دل میں آیا فوراً رونے لگ گئے اور کہنے لگے۔ اے رب کریم۔ جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر ہی اتنا رویا تھا کہ وہ عورت میرے رونے سے نادم ہو گئی تھی۔ اب میرے بال سفید ہو گئے ہیں تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا ہے جو میرے دل میں اس گناہ کا خیال پیدا ہوا۔ اے اللہ میں تیرے سامنے کس طرح پیش ہوں گا۔ اس بڑھاپے میں جب میرے اندر قوت بھی نہیں رہی میرے دل میں گناہ کا خیال کیسے آ گیا اسی حالت میں روتے روتے سو گئے، خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ترمذی کیوں روتے ہو۔ عرض کیا۔ میرے محبوب جب جوانی کا زمانہ تھا قوت اور شہوت کا زور تھا تب تو اللہ کا خوف اتنا تھا کہ گناہ کی بات سن کر ہی اللہ کے خوف سے رونے لگ گیا تھا لیکن اب جب بال سفید ہو گئے بڑھاپا آ گیا تو دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ یہ خیال آیا کہ اس وقت خواہش پوری کر لیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ میں اس لیے پریشان ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پریشان نہ ہو۔ یہ تیری کمی یا قصور نہیں جب تو جوان تھا تو میرے زمانے سے زیادہ قریب تھا ان برکتوں کی وجہ سے تیری یہ کیفیت تھی کہ گناہ کا خیال دل میں نہیں آیا، اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری پیدا ہو گئی اس لیے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہوا (بکھرے موتی 7 صفحہ 44)

## پیرو مرشد آدمی کے لئے پاکی صفائی کا دروازہ ہے

خواجہ تاشنیم اتا تیشہ ات

می شگافد شاخ را در بیشہ ات

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ ہمارے مالک ہیں اور ہم سب بندے آپس میں خواجہ تاش ہیں اور دنیا کے جنگل میں آپ کا تیشہ شاخوں کی تراش خراش اور اصلاح کرتا رہتا ہے یعنی بندوں کے نفوس کے اصل مزکّی آپ ہیں، اگر آپ نہ چاہیں تو کسی کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جس طرح جس باغ کے درختوں کا کوئی مالی نہ ہو تو اس کی شاخیں بے ہنگم اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہیں اور جن درختوں کا مالی ہوتا ہے تو وہ درخت نہایت موزوں خوبصورت اور سبک ہوتے ہیں کیوں کہ بے ہنگم شاخوں کو مالی اور باغبان کاٹتا رہتا ہے۔ اسی طرح جو شیخ سے اپنی اصلاحِ نفس کا تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق و اعمال نہایت معتدل اور پیارے ہوتے ہیں کہ جو ان کو دیکھتا ہے ان کے اخلاقِ حمیدہ سے متأثر ہوتا ہے، لیکن حقیقی مزکی اور مصلح اللہ تعالیٰ ہیں، مگر عادت اللہ یہی ہے کہ تزکیہ کا دروازہ اور ظاہری وسیلہ رجال اللہ ہیں۔ (صحبت اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد)

## اہل اللہ کی رفاقت سوءِ قضاء سے حفاظت کا ذریعہ ہے

اگلے مصرع میں مولانا حق تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اپنے خاص بندوں سے الگ نہ فرمائیے۔ سوال ہوتا ہے کہ سوءِ قضا سے پناہ مانگ کر مولانا عبادِ صالحین سے الگ نہ ہونے کی درخواست کیوں کررہے ہیں؟ اس لیے کہ اہل اللہ کی

رفاقت اور ان سے محبت للّٰہی سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے کیوں کہ **وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ**۔ کا خطاب ان ہی کو سننا پڑے گا جو قلباً و قالباً و اعتقاداً عِبادِ صَالحین سے نہ ہوں گے، وہی مجرمین ہوں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام **اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ** کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کررہے ہیں تو پھر غیر نبی کا کیا منہ ہے جو اِلحاق **بِالصّٰلِحِیْنَ** کی اہمیت کا منکر ہو! اہل اللہ کی رفاقت سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو صرف اللہ کے لیے کسی بندے سے محبت کرے اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوجائے گی۔ اور حضرت ملّا علی قاری ''مرقاۃ'' میں نقل کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے کیوں کہ جب ایمان قلب سے نکلے گا ہی نہیں تو خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ سے محبت قلب میں حلاوتِ ایمانی پانے کا ذریعہ ہے اور حلاوتِ ایمانی کا قلب میں داخل ہونا سوءِ خاتمہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ **اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْہُ**، اس لیے سوءِ قضا سے پناہ مانگنے کے ساتھ مولانا (رومی رحمۃ اللہ علیہ) اہل اللہ کی معیت مانگ رہے ہیں تاکہ سوءِ قضا سے حفاظت رہے۔ اور ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اہل اللہ کا ساتھ نصیب نہ ہونا خود سوءِ قضا ہے جس سے پناہ مانگی جارہی ہے۔

## صحبتِ اہل اللہ کی برکات

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو کسی صاحبِ نسبت کی خدمت

میں جائے اور اس کے سر پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اس اللہ والے کی نسبت اور تعلق مع اللہ کا نور گناہ کے پہاڑوں کو اڑا دے گا۔ سارے اندھیرے چھٹ جائیں گے لیکن عام لوگ صحبت کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ نبی کی صحبت ہی سے صحابی بنے۔ اگر صحابہ لاکھ تبلیغ کے چلّے لگا لیتے، لاکھ مدرسوں میں پڑھتے لیکن اگر صحبتِ رسول نہ پاتے تو صحابی نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ صحبت عجیب چیز ہے کہ عبداللہ ابن امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نہیں تھیں لیکن نبی نے دیکھ لیا تو وہ صحابی ہو گئے۔ خود صحابی کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ نبی نے جس کو حالتِ ایمان میں دیکھ لیا تو وہ نابینا امتی بھی صحابی ہو گیا۔ یہ قیمت ہے نظر کی۔ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری جیسی عظیم شخصیتیں جو نظرِ نبوت کو نہیں پا سکیں اس لیے صحابی نہیں ہیں، اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اب بتلاؤ نظر کے لیے اور کیا دلیل چاہیے! اور ایک اونٹ چرانے والا دیہاتی جو ایک حرف نہیں جانتا، ایک نظر نبوت کی پا گیا صحابی ہو گیا۔ اب اس کو کوئی نہیں پا سکتا، نہ امام بخاری نہ امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ۔ ایک شخص نے اس کی بہت عمدہ مثال دی کہ جیسے دس ہزار ملین پاور کا بلب کوئی دیکھ لے تو اس کی رگ رگ میں روشنی گھس جائے گی اور اس کے بعد ساری دنیا کے بلب جو اس درجہ کے نہیں ہیں ان کو کتنا ہی دیکھے ان سے وہ روشنی نہیں مل سکتی جو دس ہزار ملین پاور کے بلب میں تھی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت بے مثال تھا۔ نہ پہلے کوئی آپ جیسا پیدا ہوا، نہ آیندہ ہوگا، اس لیے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ان کے ذرّہ ذرّہ میں وہ نور داخل ہو گیا۔ لہٰذا اب قیامت تک کسی بڑے سے بڑے ولی کا ایمان و یقین کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

قونیہ کا ایک ایک فرد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا مگر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اسی مرد قلندر کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے تھے۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام محمد شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ شہر تبریز کے حوالے سے شہرت دوام پائی۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ۵۶۰ھ میں بمقام سبز وار (عراق) پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید صلاح الدین محمد نور بخش تھا۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب براہ راست حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ ہوش سنبھالتے ہی حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم وتربیت کے لئے ان کے چچا عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردیا گیا چچا نے بھتیجے پر بہت محنت کی۔ یہاں تک کہ تفسیر، فقہ اور حدیث کے ساتھ دیگر علوم سے بھی آراستہ کردیا۔ جب ۵۷۹ھ میں سید صلاح الدین محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ دعوت اسلام کے لئے بدخشاں کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی۔ بدخشاں میں ہزاروں لوگوں کو حق کی تعلیم دی۔ پھر ''تبت کو چک'' کی طرف گئے اور سینکڑوں انسانوں کو دین اسلام میں داخل کیا۔ پھر یہاں سے باپ اور بیٹے نے کشمیر کا رخ کیا۔ اس وقت یہاں کے لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے۔ حضرت سید صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے ہزاروں بت پرست باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ اس علاقے کی ''چنگز'' قوم نے انہیں بہت پریشان کیا مگر بعد میں یہ لوگ بھی جلد ہی مطیع وفرماں بردار ہوگئے۔ (امت کے روشن چراغ جلد اول)

# حضرت شمس تبریز کی شادی اور شہزادے کی وفات

۵۸۶ھ میں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ والد محترم کے ہمراہ واپس اپنے وطن سبزوار تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ہوگئی۔ آپ کے دو فرزند سید نصیر الدین محمد اور سید علاء الدین احمد پیدا ہوئے۔ سید علاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ "زندہ پیر" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حالات وواقعات کے اعتبار سے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ شخصیت بہت زیادہ متنازع نظر آتی ہے۔ آپ نے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کی اور تمام عمر ایک عجیب اذیت وکرب میں مبتلا رہے۔ بغداد تشریف لے گئے تو مقامی علماء کو آپ کے خیالات سے شدید اختلاف ہوگیا۔ بادشاہ وقت ان علماء کے زیر اثر تھا نتیجتاً حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو شہر بدر ہونا پڑا۔ ابھی آپ بغداد کی حدود سے نکلے ہی تھے کہ اچانک بادشاہ کا بیٹا بیمار پڑا اور دوسرے دن مر گیا۔ بادشاہ کو خیال گزرا کہ شاید یہ المناک واقعہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے بدسلوکی کے باعث رونما ہوا ہے مجبوراً اس نے اپنے مشیران خاص کو حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں روانہ کرتے ہوئے کہا: "کوئی بھی صورت ہو انہیں بغداد واپس لاؤ"۔ بادشاہ کا حکم پاتے ہی مشیران خاص برق رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑ پڑے۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ابھی بغداد کے نواح میں مقیم تھے کہ شاہی قاصدوں نے انہیں جالیا اور پھر دست بستہ عرض کیا۔ "حضور! آپ بغداد واپس تشریف لے چلیں"۔ شاہی کارندوں کی درخواست سن کر

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر اذیت کا رنگ ابھر آیا۔ ”کل جس جگہ سے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا گیا آج اسی مقام پر واپس جانے کیلئے کہہ رہے ہو؟ آخر تم لوگوں پر کیا افتاد پڑی ہے کہ مجھ خانہ بدوش کا خیال آ گیا“۔

”ہمارے بادشاہ کا یہی حکم ہے۔“ شاہی کارندوں نے خوشامدانہ لہجے میں عرض کیا۔

”میں تو بس ایک بادشاہ کا حکم مانتا ہوں“۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے بے نیازانہ کہا۔ ”باقی بادشاہوں کو میں نہیں جانتا“۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے انکار سے صورتحال بگڑ گئی تھی۔ شاہی کارندے ایک مرد قلندر کے قدموں سے لپٹ گئے اور بہت دیر تک عاجزی کا مظاہر کرتے رہے۔ آخر حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو ان لوگوں پر رحم آ گیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے شاہی کارندوں کے ساتھ ہو گئے۔ ”چلو! تمہارے کہنے سے چلتا ہوں مگر بغداد کے لوگ زیادہ دن تک مجھے برداشت نہیں کر سکیں گے“۔

جب حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ شاہی محل میں پہنچے تو وہاں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ تمام درباری سیاہ لباس پہنے ہوئے اپنے ولی عہد سلطنت کی موت کا سوگ منا رہے تھے۔ بادشاہ بڑے احترام کے ساتھ پیش آیا مگر اس کے چہرے پر غم واندوہ کا دھواں پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

”یہ سب کچھ کیا ہے؟“ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے دریافت کیا۔ ”پورا شہر ماتم کدہ کیوں بنا ہوا ہے؟ کچھ دن پہلے جب میں یہاں سے گیا تھا تو بغداد کے درودیوار کیف ونشاط سے جھوم رہے تے مگر آج یہاں قبرستان جیسا سناٹا ہے“۔

بادشاہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔خاموشی سے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر اس کمرے میں پہنچا جہاں اس کے محبوب بیٹے کی لاش رکھی ہوئی تھی۔حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے سوالیہ نظروں سے بادشاہ کی طرف دیکھا۔

''یہ میرے جواں مرگ بیٹے کی میت ہے''۔بادشاہ نے نمناک آنکھوں اور لرزتے ہوئے لہجے کے ساتھ کہا۔''آپ کے بغداد سے جاتے ہی یہ اچانک بیمار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے آغوش فنا میں چلا گیا۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی گستاخی کا شاخسانہ ہے جو میں نے آپ کی شان میں روا رکھی تھی۔''

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مسکرانے لگے۔''درویش کے ساتھ لوگ گستاخی سے پیش آتے ہی رہتے ہیں۔مجھے آپ سے بھی کوئی شکایت نہیں''۔

بادشاہ بہت دیر تک معذرت طلب کرتا رہا۔''میں نے گزشتہ باتوں کو فراموش کر دیا''۔حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بے نیازی کے ساتھ کہا۔''اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''۔''میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی دل آزاری کے سبب میرا بیٹا اس انجام تک پہنچا ہے''۔شدت غم سے بادشاہ کی آواز کانپ رہی تھی۔''فی الواقع اگر یہی بات ہے تو آپ کے بیٹے کو سزا کیوں ملی؟ گناہ تو آپ نے کیا تھا''۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''ممکن ہے کہ قدرت نے میرے لئے یہی سزا منتخب کی ہو کہ میں تمام عمر بیٹے کی جدائی میں تڑپتا رہوں''۔بادشاہ کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں میں کچھ اور تیزی آ گئی تھی۔''اللہ اپنے رازوں کو خود ہی بہتر جانتا ہے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟''حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم

بغداد سے سوال کیا۔ ''میری درخواست ہے کہ آپ میرے بیٹے کے حق میں دعائے خیر فرمادیں''۔ بادشاہ نے بڑے عاجزانہ لہجے میں عرض کیا۔ ''ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعاؤں سے میرے بیٹے کی زندگی مل جائے''۔ ''ایسا ہوتا تو نہیں ہے جو چلا گیا سو چلا گیا''۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ ''پھر بھی تمہاری تالیف قلب کے لئے اپنے مالک کی بارگاہ میں عرض کئے دیتا ہوں''۔ یہ کہہ کر حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں بند کرلیں پھر آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ ''اے اللہ! اگر تو نے اس لڑکے پر میری دل آزاری کے باعث موت مسلط کردی ہے تو میں اسے معاف کرتا ہوں تو بھی اس عاجز بندے محمد شمس الدین کی خاطر اپنے بے پناہ اور بے مثال فضل وکرم کا مظاہرہ کر اور اس بچے کو معاف فرمادے''۔

## مولانا رومی اور حضرت شمس الدین تبریزی کی ملاقات

حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ سوداگروں کی وضع میں سیاحت کیا کرتے تھے۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

سینے میں عشقِ الٰہی کی آگ مثلِ شعلۂ رقصاں دربدر اس سوختہ جاں کو پھرا رہی تھی۔ ایک دن خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے خدا! مجھے اپنا کوئی بندہ ایسا عطا فرما جو میری آگ کا تحمل کرسکے اور یہ امانت اس کے سینے میں منتقل ہو۔

اے خدا بندہ کوئی ملتا مجھے
جو صحیح معنوں میں لائق ہو ترے

عشق حق سے سینہ اس کا پُر کروں
اور صدف کو اس کے میں پُر دُر کروں
میری آتش کا تحمل جو کرے
کوئی بندہ مجھ کو اب یا رب ملے

یہ دعا قبول ہوئی اور الہام ہوا کہ روم جاؤ۔ اسی وقت چل کھڑے ہوئے اور قونیہ پہنچے۔ برنج (چاول) فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے، سرائے کے دروازے کے سامنے ایک چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد و معززین آ بیٹھتے تھے، اسی مقام پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی۔ پھر دونوں بزرگوں کی تنہائیوں میں ملاقاتیں شروع ہوئیں، کئی کئی روز بند کمرہ میں مجلس ہوتی جہاں کسی کو اجازت جانے کی نہ ہوتی۔ مولانا کے سینے میں حضرت شمس نے کیا آگ بھر دی وہ چھ دفتر مثنوی اور غزلیات رومی سے ظاہر ہے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

## شمش تبریز کب مشہور ہوئے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس میں مشغول تھے، شاہ خوارزم کے نواسے تھے، شہر میں ان کے علوم کا غلغلہ بلند تھا۔ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اچانک آ کر مولانا کی تمام کتابیں قریبی حوض میں ڈال دیں۔ مولانا گھبرا گئے اور عرض کیا کہ

حضرت میرا قیمتی علمی سرمایہ! حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نکال کر تمام کتابیں حوالہ کردیں جن پر ذرا بھی پانی نہ لگا تھا، اس کرامت سے مولانا پر بڑا اثر ہوا۔ حضرت شمس پہلے بہت گم نام تھے، قلندرانہ مذاق تھا، عام لوگ دیوانہ سمجھتے تھے، لیکن جب حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ معتقد ہو کر بیعت ہوئے تو حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کا دور دور شہرہ ہو گیا۔

ایک بار حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ اچانک مولانا سے غائب ہو گئے۔ مولانا نہایت بے چین ہوئے، ڈھونڈنے کے لیے سفر کیا، کسی سے معلوم کیا کہ بھائی! تم نے ہمارے حضرت شمس کو دیکھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: ہاں! میں نے انہیں شام میں دیکھا ہے، مولانا پر کیفیت طاری ہو گئی اور ایک آہ کی اور والہانہ فرمایا کہ ہائے اس شام کی صبح کیسی ہو گی جس میں ہمارا شمس رہتا ہے۔

تاریخ میں ہے کہ مولانا رومی کی بے چینی دیکھ کر اور بھی لوگ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کو ڈھونڈنے نکل گئے اور حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا کے پاس لے آئے۔ (معارف شمس تبریز، ص/16)

## ارشاد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ مولانا رومی حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ پر اس قدر کیوں دیوانے ہو گئے تھے حتّٰی کہ شہر تبریز کے نام پر مولانا کو وجد آ گیا اور کئی شعر شہر تبریز کی تعریف میں فرما گئے۔ بات یہ ہے کہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ قلیل مدت میں اتنے بلند مقامِ ولایت اور قوی نسبت مع الحق سے مشرف ہو گئے تھے کہ سینکڑوں برس کے مجاہدات سے بھی وہ مقام نہیں ملتا، اسی سبب سے مولانا پر تشکر کا حال طاری ہو جاتا تھا۔

تاریخ میں ہے کہ اصل نام حضرت محمد بن ملک داد تھا اور حضرت شیخ شمس الدین تبریزی آپ کا لقب تھا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت شیخ مادرزاد ولی تھے۔ سن ۶۴۵ھ میں آپ کو حاسدین نے شہید کر دیا۔

## قصۂ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ و رومی رحمۃ اللہ علیہ

تو میں کہہ رہا تھا کہ انسان کو پیاس ہو تو کبھی پیاسوں کے پاس پلانے والے بھیج دیے جاتے ہیں، مثلاً اگر وہ مجبور ہو، اس کے پاس سفر کرنے کا کرایہ نہیں ہے یا وہ جانتا نہیں ہے کہ دنیا میں پلانے والے لوگ کہاں ہیں۔ جیسے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا۔

حضرت جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ انہیں جانتے نہیں تھے مگر تلاش تھی کہ کوئی اللہ کی محبت کا پانی پلانے والا مل جائے۔ ادھر شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! کسی کو بھیج دیجیے کہ آپ کی محبت کی امانت اس کے حوالے کروں تو ان کو خواب میں بتایا گیا، انہوں نے خواب ہی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ! مجھے اپنا کوئی ایسا بندہ دے دیجیے کہ میرے سینے میں آپ کی محبت کی جو آگ ہے اسے قبر میں جانے سے پہلے اس کے سینے میں منتقل کر دوں۔ انہیں خواب ہی میں آواز آئی کہ اے شمس الدین! قونیہ جاؤ، وہاں ایک مولوی جلال الدین ہے، اس کے پاس جاؤ، جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی لیا اور قونیہ کا نام بھی لیا، سب غیب سے انہیں بتلایا گیا کہ وہ ہماری محبت کی پیاس رکھتا ہے، اور ہم سے دوری میں پریشان ہے، اس کو ہماری محبت سکھاؤ

اور ہمارے قرب کی شراب پلاؤ۔ اب یہ قونیہ پہنچ کر چاول فروشوں کی منڈی میں بیٹھ گئے۔ برنج فروشوں کی منڈی میں ایک چبوترا تھا جہاں شہر کے معزز اور تاجر لوگ بیٹھتے تھے، وہاں شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بھی آ کر بیٹھ گئے اور اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا، پتا نہیں چلتا تھا کہ بہت بڑے بزرگ اور شیخ ہیں، کیوں کہ عام لوگوں کا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ قلندر کی طرح سے اپنے آپ کو چھپانا ان کا حال تھا، لیکن یہ حال غلبۂ حال کی وجہ سے تھا، اس کی اتباع ضروری نہیں۔ (ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں فاقہ تھا، کھانے کو کوئی چیز میسر نہیں تھی، آپ نے اس موقعے پر ایک رات کسی کے باغ کو پانی سینچ کر ڈالنے کی مزدوری کی اور اس کام پر صبح کو باغ والے نے کچھ ''جو'' دیے، آپ اس کو لے کر آئے اور گھر میں اس جو کے تین حصے بنا کر ایک حصہ چکی میں پسوایا اور اس سے ''خزیرہ'' نام کا ایک کھانا پکایا گیا اور کھانے کے لیے بیٹھے، تو ایک مسکین آیا اور دستک دی کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، آپ نے اور گھر کے افراد نے وہ سارا کھانا فقیر کو دے دیا؛ پھر باقی آٹے میں سے کچھ نکال کر پکایا اور کھانے بیٹھے، تو ایک یتیم آیا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، آپ نے یہ کھانا بھی اللہ کے نام پر اس یتیم کو دے دیا اور آٹے کے آخری بچے ہوئے حصے کو لے کر اس کو پکایا اور کھانے بیٹھے، تو ایک قیدی آیا اور سوال کیا، آپ نے یہ بھی اللہ کے نام پر دے دیا۔ و اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس میں آپ کی تعریف فرمائی گئی۔ (اسباب النزول واحدي: ۴۰۷)

## امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کا واقعہ

بزرگوں کے واقعات میں لکھا ہے کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص کا انتقال ہوا، کسی کے خواب میں وہ شخص آیا، تو اس نے پوچھا کہ بھائی! تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ ہوا؟ تو اس نے کہا کہ اللہ کے فضل سے میری مغفرت ہوگئی۔ پوچھا کہ کس بنیاد پر مغفرت ہوئی؟ کہا کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجھے وضو کرنے کی ضرورت پڑی، تو میں وضو کرنے کے لیے ایک نہر کے کنارے پہنچا، میں نے دیکھا کہ نیچے کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر وضو کر رہے ہیں، تو میں نے یہ خیال کیا کہ وہ وہاں وضو کر رہے ہیں، مجھے بھی وضو کرنا ہے، اگر میں یہاں بیٹھ کر وضو کروں گا، تو میرا غسالہ (اعضا کا دھویا ہوا پانی) ان کی طرف جائے گا اور ان کے وضو کے پانی میں ملے گا، یہ ادب کے خلاف ہے؛ اس لیے مجھے وہ جہاں بیٹھے ہیں، اس سے نیچے بیٹھ کر وضو کرنا چاہیے؛ یہ سوچ کر میں وہاں سے اٹھا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جہاں بیٹھے تھے، اس کے نیچے جا کر میں نے وضو کیا تاکہ ان کا غسالہ میری طرف آئے گا، تو مجھے بھی کچھ تبرک حاصل ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اس ادب پر میری بخشش ہوگئی۔

اس واقعے میں غور کیجیے کہ اللہ والے کا ایک معمولی ادب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت جیسی عظیم دولت عطا فرمادی، جو شخص ہمیشہ ان کی اتباع کرے، تو اسے کیا کچھ اللہ تعالیٰ نہیں دیں گے؟!! اسی لیے بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''**هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ**'' کہ یہ اولیا اللہ کی قوم وہ قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ (بخاری: ۶۴۰۸)

## امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم، فاضل، مفسر اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے فلسفی، منطقی تھے، آپ نے محبتِ خداوندی کی خاطر ایک اللہ والے سے بیعت کی، شیخ نے اذکار و وظائف بتائے رات میں اٹھ کر تہجد پڑھنے کو کہا، ذکر کرنے کا حکم دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حکم کے مطابق جب ذکر کے لیے رات میں بیٹھتے، تو ان کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے اندر سے ایک دھواں نکل رہا ہے، انھوں نے چند دن تو دیکھا، اس کے بعد اپنے شیخ کے پاس جا کر شکایت کی کہ حضرت! میں ذکر کرتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے دل کے اندر ایک آگ ہے، اس کا دھواں نکل کر میرے منہ سے باہر جا رہا ہے۔

شیخ نے کہا کہ یہ اللہ کی محبت کی آگ ہے، جو دل میں لگ رہی ہے اور تمہارے فلسفے اور منطق کے علوم کو جلا رہی ہے، اسی کا یہ دھواں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سن کر بڑا افسوس ہوا؛ اس لیے کہ ان علوم کے پیچھے تو عمر لگائی تھی، زندگی کھپائی تھی، بڑا پیسہ خرچ کیا تھا، رات رات جاگتے رہے تھے، اپنا سارا آرام اور عیش اس کے پیچھے گنوا ڈالا تھا؛ یہاں تک کہ دنیا میں منطقیوں اور فلسفیوں کے امام قرار پائے، تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اتنا سارا علم، جو میں نے اتنی محنت اور مجاہدے سے حاصل کیا ہے، اگر وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے، تو یہ مجھے منظور نہیں ہے؛ اس لیے واپس چلے آئے؛ لیکن آگ تو اندر لگ چکی تھی، وہ ایک چنگاری کی شکل میں اندر دبی رہی، زمانہ

گزرتا رہا، گزرتا رہا؛ پھر ایک وقت وہ آیا، جو ہر انسان کے لیے اللہ نے مقدر کر رکھا ہے؛ یعنی موت کا وقت۔ موت کے وقت شیطان بہکانے کے لیے آیا اور اس نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے بحث شروع کردی کہ تم اللہ کو ایک مانتے ہو؟ بتاؤ کیا دلیل ہے؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دماغ سے ایک سو دلیلیں اللہ کی وحدانیت پر فلسفیانہ، منطقیانہ تیار کی تھیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل پیش کی؛ لیکن شیطان تو ان سے بھی بڑا فلسفی تھا، اس نے اس دلیل میں نقص وعیب نکال دیا، امام رازی نے کہا کہ یہ دلیل چھوڑو، دوسری لو! اس نے اس دلیل میں بھی کوئی کسر نکال دی، انھوں نے تیسری دلیل پیش کی، شیطان نے اس کے اندر بھی کوئی کھوٹ نکال دیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ انھوں نے ننانوے دلیلیں پیش کیں اور اس نے سب کو توڑ دیا۔ اب روح قبض ہونے والی ہے، شیطان ادھر بہکانے میں مشغول ہے، اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے شیخ کو الہام کیا، وہ اس وقت وضو کر رہے تھے، ان کے قلب پر الہام ہوا کہ تمہارے وہ مرید جو آئے تھے تمہارے پاس اور تم نے میری محبت کی آگ ان کے دل میں لگادی تھی؛ لیکن وہ پھر بھی واپس ہوگئے تھے۔ آگ لگ جانے کے بعد میں کسی کو محروم نہیں کیا کرتا، ذرا ان کی طرف آپ توجہ کریں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ گفتگو جو شیطان کے ساتھ چل رہی تھی، اللہ نے اِن بزرگ کو پہنچادی، شیخ کو آواز آئی اور وہ سن رہے تھے، شیخ نے کہا کہ یہ کیا بحث ومباحثہ میں مبتلا ہو؟ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میں بے دلیل خدا کو ایک مانتا ہوں۔ یہ دلیل، وہ دلیل، یہ کیا دلیلیں ہیں؟ اللہ نے

کہہ دیا کافی ہے ہمارے لیے، اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے شیخ کی آواز سنائی، شیخ کی وہ آواز کان میں آتے ہی امام رازی کی زبان سے نکلا کہ میں بے دلیل خدا کو ایک مانتا ہوں۔ جب یہ کہا، تو اسی وقت ان کی روح قبض ہوگئی اور شیطان بھاگ گیا۔

معلوم ہوا کہ جو اس راستے پر چل پڑا، اور جس نے اس راستے میں داخلہ لے لیا، وہ کبھی محروم نہیں ہوگا، اللہ کبھی نہ کبھی اس کو پہنچا ہی دیتے ہیں۔

## امام رازی

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کا ایک قبر پر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، جب دوبارہ اس قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس نور کے طباق لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام یہ دیکھ کر حیران ہوئے انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان پر وحی کی "اے عیسی یہ گناہ گار شخص تھا اور جب سے مرا عذاب میں گرفتار تھا۔ جب یہ مرا اس کی بیوی امید سے تھی، اس کا بچہ پیدا ہوا اور جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسے میں داخل کر دیا اور عالم نے اسے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھائی مجھے اس بات سے حیا آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر 1 صفحہ 89,88 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## ایک سبق آموز واقعہ

فرمایا بغداد میں ایک مشہور مدرسہ نظامیہ اس زمانے کا گورنر ایک مرتبہ آیا اور دیکھا طلبہ پڑھ رہے ہیں ایک طالب علم سے اس نے پوچھا کہ میاں تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں فلاں کتابیں پڑھ رہا ہوں اس نے پوچھا کیوں پڑھ رہے ہو؟ میرا ارادہ ہے کہ میں قاضی بن جاؤں گا، آگے بڑھے تو ایک طالب سے اور پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں پڑھ کر مفتی بنوں گا، غرض کہ سبھوں نے جواب دیا میں فلاں فلاں عہدے پر رہوں گا، ان جوابات سے بڑا مایوس ہوا کہ اتنا روپے خرچ کر کے کیا فائدہ لہٰذا مدرسہ کو بند کر دیا جائے، آخر میں ایک طالب علم کے پاس پہنچا یہاں بھی وہی دھرایا گیا کہ کیوں پڑھ رہے ہو تمہارا کیا ارادہ ہے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کہا کہ پڑھ رہا ہوں تا کہ میں اس سے اپنے رب کو پہچانوں اور اس دین کی اشاعت کر سکوں اگر اللہ مجھے توفیق دے یہی میری غرض ہے مجھے فرصت بھی نہیں ہے آپ جانتے ہیں اور مجھے پڑھنے دیجئے، تب بادشاہ کے سمجھ آیا کہ اس کی وجہ سے ایک مدرسہ قائم ہے اور ہماری محنت ورو پیہ رائیگاں نہیں ہوگا، پھر پوچھا کہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟ کہا میرا نام غزالی ہے کہ بچپن سے ان کو اللہ کی معرفت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی کام اللہ کے واسطے کرتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور زندگی اپنی سدھرتی ہے ہی دوسروں کی بھی سدھرتی ہے، یہ ہزار برس پہلے کا واقعہ ہے۔

## امام غزالیؒ کا دلچسپ واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے

کہ میرا نام غزالی ہے اور میرے باپ کا نام یہ ہے میرے دادا کا نام یہ ہے اور میرے پردادا کا نام یہ ہے اور حضرت آدم تک سلسلہ گنوادیا حضرت موسیٰ کہنے لگے میں نے تم سے صرف تمہارا نام پوچھا تم نے سارے نام گنوادیئے تو امام غزالیؒ نے فرمایا خواب میں کہ اے اللہ کے نبی کلیم اللہ! اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے یہی پوچھا تھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ قرآن نے اسے بیان کیا ہے۔ ''**وما تلك بيمينك يا موسیٰ**'' اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تو موسیٰ نے کہا ''**قال هي عصاي اتوكا عليها واهش بها علی غنمي ولي فيها مآرب اخری**''۔ اے اللہ میرے ہاتھ عصا (لاٹھی) ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اپنے بہت سارے کام اس سے کرتا ہوں۔ تو آپ نے بھی اتنے سارے جواب دیئے صرف کہہ دیتے کہ عصا ہے لاٹھی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے عظیم الشان انسان پیدا فرمائے کہ جن کی نظیر نہیں تو جب غلاموں کا یہ حال ہے تو آقا کا کیا حال ہوگا؟۔ (خطبات رحیمی جلد چہارم، ص/147)

## پوری زمین ملک الموت کے لئے ایک پلیٹ کی طرح ہے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اشعث ابن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے جن کا نام عزرائیل ہے، دریافت کیا کہ اگر ایک آدمی مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں اور دونوں کا وقت ایک ہو یا کسی جگہ روحیں قبض کرنی ہوں، جہاں وباء پھیلی ہوئی ہو یا جنگ ہو رہی ہو تو تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا

کہ ''اللہ کے حکم سے روحوں کو بلاتا ہوں اور وہ میری انگلیوں کے درمیان سما جاتی ہیں تو میں انہیں قبض کر لیتا ہوں''۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ پوری زمین ملک الموت کے لیے ایک پلیٹ کی طرح ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس میں سے لے لیتا ہے۔

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسی جگہ جانے کا ارادہ کیا، پہننے کے لیے بہترین لباس منگوایا، سواری کے لیے بہترین سواری منگوائی، اس پر سوار ہو کر بڑی شان و شوکت اور متکبرانہ انداز سے نکلا کہ اس کے نزدیک کسی آدمی کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اسی دوران اس کے پاس ایک بدحال اور پراگندہ بال شخص آیا اور اسے سلام کیا لیکن بادشاہ نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے کہا کہ لگام پکڑ کر تو نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تیرے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے اترنے کا انتظار کر، اس نے کہا کہ نہیں، اسی وقت کام ہے، یہ کہہ کر اس نے لگام کو زور سے جھٹکا دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، اپنی ضرورت بیان کر، اس شخص نے کہا کہ یہ ایک راز کی بات ہے۔ بادشاہ نے اپنا چہرہ اس کے قریب کیا۔ اس نے کان میں سرگوشی کی۔ ''میں ملک الموت ہوں۔'' یہ سن کر بادشاہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، وہ کہنے لگا، مجھے اتنی مہلت دے کہ میں گھر واپس جاؤں اور اپنی بعض ضروریات پوری کر لوں اور اپنے اہل وعیال کو الوداع کہہ دوں، ملک الموت نے کہا کہ اب اس کی اجازت نہیں، اب کبھی تو اپنے گھر والوں کو اور اپنے مال و متاع کو نہیں دیکھ سکے گا، یہ کہہ کر ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سواری سے بے جان لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا۔

حضرت اعمش روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں آئے اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک کو گھورنے لگے، جب مجلس برخاست ہوئی تو اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا۔ ''یہ کون شخص تھے جو مجھے اس طرح گھور رہے تھے۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا۔ ''یہ ملک الموت تھے۔'' یہ بات سن کر وہ شخص بے حد گھبرا گیا اور کہنے لگا شاید وہ میری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ ''حضرت سلیمان نے اس سے دریافت کیا، تم کیا چاہتے ہو۔'' اس نے شخص نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے بچائیں اور ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے اڑا کر کہیں دور لے جائے۔ آپؑ نے ایسا ہی کیا، تھوڑی دیر بعد ملک الموت دوبارہ مجلس میں حاضر ہوئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم میرے فلاں صاحب کو کیوں گھور رہے تھے، ملک الموت نے کہا مجھے اس شخص کو آپؑ کی مجلس میں دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی، کیونکہ خدا تعالیٰ سے مجھے اس شخص کو ہند کے فلاں علاقے میں روح قبض کرنے کا حکم ملا تھا، مگر وہ آپؑ کی مجلس میں تھا مگر

جب میں اس علاقے میں پہنچا تو وہ وہاں موجود تھا جہاں میں نے اس کی روح قبض کر لی۔ ایک بندہ مومن سے ملک الموت کی ملاقات، ملک الموت نے اس بندہ مومن سے کہا کہ مجھے تم سے ایک راز کی بات کہنی ہے۔ اس نے کہا کہ ضرور کہو، ملک الموت نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ اس نے کہا کہ خوش آمدید، آپ سے ملنے کا مجھے شوق تھا۔ ملک الموت نے کہا کہ جو کام تم نے کرنا ہے وہ پورا کر لو۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے خدا کی ملاقات سے زیادہ کوئی کام محبوب نہیں، آپ میری روح قبض کر لیں، ملک

الموت نے کہا کہ تم کس حالت میں مرنا پسند کروگے؟ اس نے پوچھا تمہیں اس کا اختیار ہے؟ ملک الموت نے کہا کہ تم جس حالت میں مرنا پسند کروگے، میں اسی حالت میں تمہاری روح قبض کروں گا، اس نے کہا کہ میں سجدہ کی حالت میں مرنا چاہتا ہوں، اس نے خدا کے ہاں سر سجدہ میں رکھ دیا اور ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔ (احیاء العلوم)

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ ملک الموت نے ایک ایسے زبردست بادشاہ کی روح قبض کی دنیا میں جس کی شان وشوکت کے ڈنکے بجتے تھے۔ ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان پر پہنچے تو ملائکہ نے ان سے پوچھا۔ اے ملک الموت آپ کو کس کی روح قبض کرتے ہوئے رحم آیا۔ ملک الموت نے کہا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک ایسی عورت کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا جو جنگل میں اکیلی تھی اور اس نے وہاں ایک بچے کو جنم دیا تھا، مجھے اس کی غریب الوطنی اور بچے کی تنہائی کا خیال آیا کہ وہ اس جنگل میں تنہا ہے، کوئی اس بچے کی دیکھ بھال کرنے والا بھی نہیں ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ جس بادشاہ کی روح لے کر تم یہاں آئے ہو وہ یہی بچہ تھا جس پر تم نے رحم کیا تھا، ملک الموت نے کہا کہ خدا جس پر چاہے رحم فرمائے۔

عطا بن یسار کہتے ہیں کہ ماہ شعبان کی 15 تاریخ کو ملک الموت کو ایک صحیفہ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس سال تمہیں ان سب لوگوں کی روحیں قبض کرنی ہیں جن کے نام اس صحیفے میں درج ہیں۔ عطا کہتے ہیں، انسان نکاح کرتا ہے، مکان تعمیر کرتا ہے، اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کا نام ملک الموت کے صحیفے میں لکھا جا چکا ہے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں۔ ملک الموت ہر روز تین مرتبہ تمام گھروں کی تلاشی لیتے ہیں اور

ہر اس شخص کی روح قبض کر لیتے جس نے اپنا رزق وصول کر لیا ہے اور اپنی عمر پوری کر لی ہے، جب اس کے گھر والے روتے ہیں تو ملک الموت کہتے ہیں کہ اس نے اپنی عمر پوری کر لی ہے، جب تمہاری عمر بھی پوری ہو جائے گی تو تمہاری روح بھی قبض کرنے آؤں گا۔ (احیاء العلوم)

## امام غزالی کے بھائی ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے

محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ دو بھائی تھے یہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں یتیم ہو گئے تھے، ان دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھی کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتیٰ کہ عالم بن گئے مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے ان کے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ خطیب اور واعظ بھی ہے اور مسجد کا امام ہے مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا امی آپ بھائی سے کہیں وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے ماں نے بلا کر نصیحت کی چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھانے لگے اور ان کے بھائی نے بھی پیچھے نیت باندلی لیکن عجیب بات ہے کہ جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے

بھائی نے نماز توڑ دی اور نماز کی جماعت سے باہر نکل آئے اب جب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز مکمل کی ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے لہٰذا مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے، ماں نے پوچھا بیٹا بڑے پریشان نظر آتے ہو کہنے لگے امی بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر رہتا۔ یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری میں واپس آ گیا اور اس نے آ کر الگ نماز پڑھی تو ماں نے اس کو بلایا اور کہا بیٹا ایسا کیوں؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا پہلی رکعت انہوں نے ٹھیک پڑھائی مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کے بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا اس لئے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔ ماں نے پوچھا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی بالکل ٹھیک بات ہے میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور حیض کے کچھ مسائل تھے جن پر غور وخوض کر رہا تھا جب نماز شروع ہوئی تو پہلی رکعت میں میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی حیض کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے ان میں تھوڑی دیر کے لیے ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا اس لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی تو ماں نے ایک وقت ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا افسوس کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ نے تو معافی مانگ لی امی مجھ سے غلطی ہوئی مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا امی مجھے تو کشف ہوا تھا اس لیے کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑ دی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ "تم میں سے ایک تو حیض کے مسائل کھڑا

سوچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا لہٰذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے"۔

## امام ابو یوسف کی جرأت و بہادری

امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسے شاگردوں سے نوازا تھا' جو حق گو تھے' نڈر اور بہادر تھے' کسی کے سامنے نہ دبتے اور نہ جھکتے۔ امام ابو یوسفؒ کو ہارون الرشید کی حکومت میں بڑا مقام ملا۔ لیکن اس کے باوجود امام ابو یوسفؒ حق بات میں ہارون الرشید کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ بیٹھے تھے۔ ایک عورت آئی اور کہا کہ فلاں شخص پر میرا قرض ہے۔ وہ مجھے قرض واپس نہیں کرتا۔ وہ مقروض ہارون الرشید کی بیوی کا غلام تھا۔ امام صاحبؒ نے اس مقروض کو جیل میں ڈالنے کا حکم دیا' جب اس کو جیل میں ڈالا گیا تو ہارون الرشید کی بیوی نے آزاد کیا۔ وہ بوڑھی عورت پھر آئی' اور شکایت کی کہ وہ مقروض شخص آزاد ہو گیا ہے۔ امام صاحب بیٹھ گئے اور جیل کے سربراہ کو خط لکھنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں ہارون الرشید کا خصوصی سفیر آیا اور اس کے ہاتھ میں خصوصی سفارش نامہ تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ اس غلام کو گرفتار نہ کیا جائے کیونکہ یہ میری بیوی کا غلام ہے' سفیر نے امام صاحب سے عرض کیا کہ حضرت یہ ہارون الرشید کا خط ہے' امام صاحب نے ڈانٹا اور کہا صبر کرو میں خط لکھ رہا ہوں' امام صاحب کو معلوم تھا کہ یہ ہارون الرشید کا سفارشی خط ہے لیکن اس طرف بالکل توجہ نہ دی۔ قاصد کو جیل کے داروغہ کے پاس بھیجا'

بعد میں ہارون الرشید کا خط پڑھا تو فرمایا اب میں نے حکم صادر کیا ہے' کہ اس مقروض کو گرفتار کیا جائے جب تک کہ یہ اِس قرض کو ادا نہ کرے۔

امام ابوحنیفہؒ نے قضاء قبول نہیں کیا لیکن ان کا قول ہے' کہ الحمد للہ میں نے ایسے قاضی تیار کئے کہ وہ اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو سب پر مقدم رکھیں گے۔

ہارون الرشید جس علاقے پر حکومت کر رہا تھا' وہ دس ملکوں سے بھی زیادہ تھا' کیا اس کو کوئی دوسرا قاضی نہیں ملا کہ امام ابو یوسف کو قاضی القضاء مقرر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہارون الرشید امام ابو یوسف کے علمی کمالات سے متاثر تھے' اس لئے انہوں نے امام ابو یوسف کو حکومت کا یہ اہم عہدہ حوالے کیا۔ (امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ، ص/59)

## امام ابو یوسف کا وقت کی قدر کرنا

سلف صالحین جنہوں نے اعلیٰ درجہ اور بلند قیمت علمی کام کئے ہیں، اپنے وقت کے ایک ایک لمحہ کو وصول کرتے تھے، اور ایک منٹ کا ضائع ہونا بھی ان کو گوارہ نہ تھا، وہ آخر دم تک اپنے وقت کو مشغول رکھتے تھے، امام ابو یوسفؒ (۱۱۳۔ ۱۸۲ھ) اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے بارے میں اہل تذکرہ نے قاضی بن جراح سے نقل کیا ہے، کہ وہ مرض وفات میں امام صاحب کی عیادت کے لئے پہنچے، آپ پر بے ہوشی طاری تھی، ابراہیم بیٹھے رہے، کچھ دیر میں ہوش آیا، امام صاحب نے پوچھا کہ حج میں جمرات کی رمی پیدل کرنا افضل ہے یا سواری پر؟ ابراہیم نے استاذ سے عرض کیا، کہ اس حال میں بھی آپ فکر و تحقیق کو نہیں چھوڑتے، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کوئی حرج

نہیں، ابراہیم نے کہا سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا یہ غلط ہے، ابراہیم نے کہا پھر پیدل رمی کرنا افضل ہوگا، فرمایا یہ بھی غلط، ابراہیم نے فرمایا کہ جو رائے صحیح ہو اسے آپ ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا: جس رمی کے بعد کوئی اور رمی ہو، اس کو پیدل کرنا افضل ہے، اور جس رمی کے بعد کوئی اور رمی نہ ہو، اسے سوار ہو کر، ابراہیم وہاں سے اٹھے، اور امام صاحب کے گھر کے دروازے ہی پر پہونچے تھے کہ اہلِ خانہ کے رونے کی آواز آئی، معلوم ہوا کہ امام ابوسفؒ کا انتقال ہوگیا ہے، یہی امام ابو یوسفؒ جن کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے سترہ سال تک اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں اس طرح شرکت کی کہ کبھی فجر کی نماز فوت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی، بلکہ صاحبزادے کا انتقال ہوگیا، تو تجہیز و تکفین کا انتظام اپنے اعزہ اور پڑوسیوں کے حوالہ کر کے درس میں شریک رہے، اور درس سے محرومی کو گوارہ نہ کیا۔ (مناقب مکی: ۱/۴۷۲)

## امام ابو یوسفؒ کا ایک عجیب واقعہ جس میں مفتی حضرات کے لئے چند مفید ہدایات ہیں

امام ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ کی اجازت کے بغیر مسند تدریس پر بیٹھے اور استاذ محترم کو اس کی اطلاع تک نہ دی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو پانچ سوالات لے کر بھیجا، جن کے جواب میں امام ابو یوسفؒ سے خطا واقع ہوئی۔

پہلا: سوال یہ تھا کہ: ایک دھوبی نے اولا کپڑے لینے سے انکار کر دیا، پھر کپڑا دھو کر لایا تو کیا وہ اجرت کا مستحق ہوگا؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: ہاں اجرت کا مستحق

ہے۔سائل نے کہا آپ نے غلط کہا۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا :اجرت کا مستحق نہیں۔سائل نے کہا کہ اب بھی آپ نے غلط کہا۔پس امام ابو یوسفؒ متحیر رہ گئے، پھر سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے، اگر کپڑے کا دھلنا انکار سے پہلے پایا گیا تھا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔یعنی بالاجمال حکم لگانا باطل ہے۔

دوسرا:سوال یہ تھا کہ: نماز میں داخل ہونا فرض کے ساتھ ہوتا ہے یا سنت کے ساتھ؟امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: فرض کے ساتھ۔سائل نے اس کو غلط قرار دیا۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا سنت کے ساتھ۔سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر سائل نے کہا کہ دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔(تکبیر فرض ہے اور رفع یدین سنت ہے تو فرض وسنت دونوں کے ساتھ ہوا)

تیسرا:سوال یہ تھا کہ: ایک ہانڈی چولھے پر رکھی ہوئی ہے جس میں گوشت اور شوربا ہے۔اڑتا ہوا پرندہ اس میں گر گیا۔آیا وہ دونوں (گوشت وشوربا) کھائے جائیں گے یا نہیں؟امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: دونوں کھائے جائیں گے۔سائل نے اس کو غلط قرار دیا۔اس پر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: پھر دونوں نہیں کھائے جائیں گے۔سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر اس نے بتلایا کہ اگر گوشت پرندے کے گرنے سے پہلے پک چکا تھا، اس کو تین مرتبہ دھو کر کھالیا جائے گا اور شوربے کو پھینک دیا جائے گا، ورنہ کل کو پھینک دیا جائے گا۔

چوتھا:سوال یہ تھا کہ: ایک مسلمان کی ذمیہ بیوی تھی جو بحالت حمل مرگئی اس کو کس کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: مسلمانوں کے قبرستان

میں۔سائل نے کہا کہ آپ نے غلط فرمایا۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کافروں کے مقابر میں۔سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر سائل نے بتلایا کہ یہود کے مقابر میں دفن کیا جائے گا، مگر اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا تا کہ بچہ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے، چونکہ پیٹ میں بچہ کا چہرہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے۔

پانچواں: سوال یہ تھا کہ: کسی شخص کی ام ولد اگر بغیر آقا کی اجازت کے نکاح کر لے اور آقا مر جائے تو آیا اس پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: ہاں عدت واجب ہے۔سائل نے کہا آپ نے غلط کہا۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ واجب نہیں۔سائل نے کہا یہ بھی غلط ہے۔جس پر امام ابو یوسفؒ حیران رہ گئے اس کے بعد سائل نے بتلایا کہ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تب تو عدت واجب نہیں ورنہ عدت واجب ہے۔اس پر امام ابو یوسفؒ کو اپنی تقصیر پر آگاہی ہوئی اور شرمندہ ہوئے۔اسی طرح ''الاشباہ والنظائر'' کے فن ہفتم میں ''اجازات الفیض'' سے مروی ہے۔

**اس واقعہ سے ہدایات:**

اس حکایت میں ارباب افتاء وعلماء کے لئے چند اشارات عجیبہ اور ہدایات مفیدہ ہیں:

۱: اول یہ کہ: مفتی کو چاہیے کہ سوال کے جواب میں اچھی طرح غور وفکر کرے اور جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔دیکھو امام ابو یوسفؒ نے اس سائل کے جواب دینے میں جلدی کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ندامت اور حسرت اٹھانی پڑی۔

۲: دوسرا اشارہ یہ ہے کہ: مفتی کو ہر مسئلہ میں مطلق جواب نہیں دینا چاہیے، ہاں جہاں موقع ہو بیشک اس موقع پر مطلق جواب دے اور جہاں تفصیل کا موقع ہو وہاں تفصیل

سے جواب دے، امام ابو یوسفؒ نے ہر سوال کا جواب مطلق دیا اور کسی جواب میں تفصیل یا شرائط نہیں بتائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کو پریشانی اٹھانی پڑی۔

۳: تیسرا اشارہ یہ ہے کہ: مفتی اور عالم کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ وہ سائل پر سختی اور غصہ کرے، اگر چہ سوال میں سائل سختی اختیار کرے جیسا کہ سائل نے امام ابو یوسفؒ کو ہر سوال کے جواب میں خطا کار بتلایا۔ اسی طرح ایسی بات سے مفتی کو رنج وملال نہ ہو۔

۴: چوتھا اشارہ یہ ہے کہ: ایک عالم ومفتی کے لئے مناسب ہے کہ قائل کے قول کو تسلیم کرے بشرطیکہ وہ حق ہو اور مردوں کی پہچان حق کی وجہ سے کرنی چاہئے نہ کہ حق کی پہچان مردوں سے ہے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے ان پانچوں مسائل کا حکم وہ تسلیم کرلیا جس کو سائل نے بیان کیا۔ حق کو اپنے میں منحصر نہیں سمجھا۔

۵: پانچواں اشارہ یہ ہے کہ: استاذ اور عالم کے لئے اپنے سے ادنی کا امتحان لینا جائز ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ کا امتحان لیا۔ نیز روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کا امتحان لیا۔

۶: چھٹا اشارہ یہ ہے کہ: اپنے سے بڑوں کی موجودگی میں اپنی شہرت کی طرف رغبت نہیں ہونی چاہئے۔ جیسا کہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

۷: ساتواں اشارہ یہ ہے کہ: اپنے نفس کے کمال پر خوش نہیں ہونا چاہئے خواہ کمال از قبیل عبادت ہو یا از قبیل علم۔ (نفع المفتی والسائل اردو ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

## امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اپنے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ

حضرتِ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے والد ابراہیم امام صاحب کے بچپن ہی میں انتقال

کر گئے تھے، ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا، لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا، یہ جا کر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں بیٹھنے لگے، والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا، اور اس بناء پر کئی روز امام صاحب کہ درس میں نہ جا سکے، ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاد کی توجہ طبعی بات ہے، جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی، انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا، امام صاحب رحمہ اللہ نے درس کہ بعد انہیں بلایا، ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے، اور فرمایا کہ: اس سے کام چلاؤ اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتا دینا، امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے، وہ خود ہی دے دیا کرتے، ان کی والدہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ سلسلہ آخر کب تک چل سکتا ہے،،،؟ کوئی مستقل ذریعہ معاش ہونا چاہیئے، اس لیئے ایک مرتبہ والدہ محترمہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا کہ: یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے، اس لیئے آپ اسے اپنے درس میں شریک ہونے سے روکیئے۔

حضرتِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ:

یہ تو پستے کی گھی میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے امام ابو یوسف کی والدہ صاحبہ نے اس بات کو مذاق سمجھا اور واپس چلی گئی، پھر ایک وقت آیا امام ابو یوسف رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی علم کی برکت کہ بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ چیف جسٹس کہ منصب پر جا پہنچا، اور اس دوران بکثرت خلیفہ وقت ہارون رشید کے دستر

خوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا، کہتے ہیں ایک روز میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا، اور بتایا کہ یہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لیئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے میں نے پوچھا امیر المومنین! یہ کیا ہے؟

کہنے لگے کہ یہ پستے کے گھی میں بنا فالودہ ہے یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ سے ہنسی آ گئی، ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی؟

تو میں نے پھر انہیں سارا قصہ سنایا، وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا، اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر رحم فرمائے وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا۔ (گلہائے رنگارنگ صفحہ 73 تاریخ بغداد للخطیب جلد 14 صفحہ 245)

## امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمدؒ کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ پوری پوری رات علمی کتابوں کے پیچھے گزارتے تھے، بہت تھوڑی دیر آرام کر کے فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ کہا کہ اپنے نفس پر ظلم وزیادتی کیوں کرتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ امی جان! لوگوں نے اپنے علم کیلئے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور وہ سو گئے ہیں او ریہ سمجھ لیا ہے کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہوگی تو مجھ سے پوچھ لیں گے، اسلئے میں رات کو سو نہیں سکتا۔ امام موصوف پوری رات کبھی اس کتاب کو کبھی اس کتاب کو دیکھنے میں گزار دیتے۔ (امت کے روشن چراغ جلد اول)

## امام محمدؒ اور علمی محنت وجد وجہد

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد کے یہاں رات کو قیام کیا اور صبح تک

نماز پڑھتا رہا اور امام محمدؒ رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح بلا تجدید وضو فجر کی نماز ادا کر آئے، مجھے یہ بات کھٹکی، تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا، نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے، پس آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا ہے اور میں نے پوری امت کیلئے۔ (ظفر المحصلین)

## ماں باپ کی اہمیت

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور غائبانہ طور پر اسلام قبول کر چکے تھے ان کی یہ تمنا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، انہوں نے لکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں چونکہ وہ عقل مند تھے جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت احکام ہیں اسلام کے حدود ہیں اس لئے خلاصہ کر دیا کہ میری ماں کی خدمت کوئی نہیں کر سکتا، یہ فرض میرے ذمہ ہے، کیا میں آ سکتا ہوں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں آنے کی ضرورت نہیں تم ماں کی خدمت کرو تمہیں جو مرتبہ یہاں ملے گا وہ وہاں بھی مل جائے گا، اویس قرنی برسوں وہاں حیات رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات رہے، لیکن اس لئے نہیں آ سکے کہ ماں کی خدمت کی ذمہ داری شریعت کے حدود کے مطابق ان پر عائد ہوتی تھی، اویس قرنی وہ عاشق ہیں کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان شہید ہو گئے تو انہوں نے سوچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہو گئے میرے کیسے باقی رہ گئے، ایک ایک کر کے سارے

دانتوں کو پتھر مار کر توڑ دیا۔ عشق میں یہ ان کا حال تھا، آج ایسا کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ایک شخص کے اندر جذبہ عشق تھا فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور میں دانتوں کے ساتھ رہوں۔

## ماں کی خدمت کا صلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ یمن میں قرن ایک جگہ ہے وہاں ایک شخص ہے اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو میرا سلام کہنا اور اپنے لئے دعا کرانا بلکہ بعض روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی بخشش کے لئے دعا کرانا اور شناخت کے طور پر فرمایا کہ وہ شخص ایسا ایسا ہے ہتھیلی پر سفیدی ہے، حضرت عمر اور حضرت علی کو ان کی تلاش تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری پسند نہیں تھی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی تلاش میں نکلے اور یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جبہ عطا فرمایا تھا کہ یہ اویس کو دے دینا پہلے تو یہ حضرات یمن پہنچے وہاں جا کر معلوم کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ ایک شخص نے کہا ایک آدمی ہے مگر وہ شہر کی طرف تو آتا نہیں ہے جنگلوں میں رہتا ہے، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی کوٹھری میں عبادت میں مشغول ہیں سلام پھیر کر دیکھا کہ مہمان آئے ہیں سلام کے بعد مصافحہ کرتے وقت حضرت عمرؓ نے ہاتھ کی سفیدی دیکھ لی پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ مجھے اویس قرنی کہتے ہیں، انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرمایا مدینہ سے آئے ہیں فرمایا کیسے آنا ہوا فرمایا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آپ سے ملاقات کے لئے بھیجا ہے، سلام کہا ہے اور یہ پیغام ہے امت کی بخشش کی دعا کے لئے کہا ہے، حضرت اویس قرنی نے پوچھا تم لوگ مدینہ سے آئے ہو؟ کہا ہاں ہم مدینہ سے آئیں ہیں کہا تمہارے تو دانت ہیں کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا ہے؟ تم لوگ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہو افسوس کا مقام ہے۔ خیر کیا بات ہے فرمایا کہ آپ کو سلام کہا ہے اور امت کی بخشش کے لئے دعا کرنے کے لئے کہا ہے اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ مبارک عنایت فرمایا ہے۔ (سوانح حیات حضرت حاذق الامت، ص/255)

## حضرت اویس قرنیؒ نے مغفرت کی دعا کی

حضرت اویس قرنی کو جوش آ گیا اور اپنی کوٹھری سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حق تعالی شانہ سے عرض کیا یا اللہ امت محمدیہ کی مغفرت فرما تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا آدھی امت کی بخشش ہو گی پھر روئے اور فرمایا پوری امت کی بخشش فرما الہام ہوا کہ دو ثلث امت کی بخشش ہو گی پھر روئے اور فرمایا باری تعالی جب تک پوری امت کی بخشش نہیں ہوتی تب تک اویس قرنی یہاں سے ہٹنے کو تیار نہیں اس کے بعد یہ خوشخبری بھی آئی کہ پورے امت محمدیہ کی بخشش ہو گی اس درجہ کا تابعی حدود شرعیہ کی پابندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہ گیا لیکن ماں کی خدمت کا وہ صلہ پایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کی ذمہ داری ان کے حوالہ کر دی معتبر کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کو یہ درجہ ماں کی

خدمت کی وجہ سے ملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب امتی بن گئے صحابہ ان سے مصافحہ کرنے چلے آئے۔

## حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اصبغ بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اویس القرنیؒ کا حال یہ تھا کہ جب شام ہوتی تو کہتے کہ یہ رکوع کی رات ہے، چنانچہ رکوع کرتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ (الحلیۃ، ص ۲/۸۷)

## بصرہ کی ایک خوبصورت باندی اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک مرتبہ بصرہ کے بازار میں سے گزر رہے تھے راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ وجلال حشم خدم کے ساتھ جارہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالک نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تیرا آقا تجھے فروخت کرتا ہے یا کہ نہیں۔ وہ باندی اس فقرہ کو سن کر حیران رہ گئی کہنے لگی کیا کہا پھر کہو۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرتا ہے؟ باندی نے کہا اگر وہ فروخت کر بھی دے تو کیا تجھ جیسا فقیر مجھے خرید سکتا ہے؟ فرمانے لگے ہاں۔ اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہے۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو ذرا مذاق ہی رہے گا۔ خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔ وہ جب گھر واپس پہنچی تو اس نے اپنے آقا سے یہ قصہ سنایا وہ سن کر بہت ہنسا اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب سامنے پیش کیے

گئے تو اس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے پوچھا کہ آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اُس نے پوچھا کہ آپ نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کی اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بو آنے لگے، اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاہنڈ آنے لگے، اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو پریشان حال ہو جائے جوئیں ان میں پڑ جائیں۔ اور سر میں سے بو آنے لگے، ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جائے گی منہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی، حیض اس کو آتا ہے، پیشاب وغیرہ اس کو آتا ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں اس میں سے نکلتی ہیں۔ غم، رنج، مصیبتیں اس کو ہیش آتی رہتی ہیں۔ خودغرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ انتہائی بے وفا کوئی قول قرار پورا نہیں کرے اس کی ساری محبت جھوٹی ہیں۔ کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے۔ جو اس سے نہایت کم قیمت ہے۔ وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے، مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے، اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اس کا آب دہن ڈال دیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے۔ اور اگر وہ مردہ سے بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے۔ اگر

اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے ۔اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے ۔اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہان معطر ہو جائے چمک جائے ۔اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے ۔ہرطرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہی۔ تسنیم: جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے: کا پانی پیتی ہی۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی ۔اپنی محبت کو نہیں بدلتی ہر جائی نہیں ہے۔اب تم ہی بتاو کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کون سی باندی بہتر ہے۔ سب نے کہا کہ وہ ہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اُس کی قیمت کیا ہے۔آپ نے فرمایا، اتنی بڑی اہم اور عالی شان چیز کے خریدنے کے لیے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کرکے صرف اللہ جل شانہ کے لیے کم از کم دو رکعت تہجد کی نماز پڑھ لی جائے ا ور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کرلو۔اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو ۔راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو تو اُس کو ہٹا دو ۔ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزارو گے ،آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے۔اس باندی کے آقا نے باندی سے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں یہ سچ ہیں یا نہیں۔ باندی نے کہا کہ بالکل سچ ہیں۔ آقا نے کہا کہ اچھا تو تُو۔اب آزاد ہے اور اتنا مال تیری نذر ہے۔اور اپنے سب

غلاموں سے کہا کہ اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے۔ میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا، اس کو اُتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا، اور اپنا سارا لباس فاخرہ اُتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لیے یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے۔ اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب وزینت کا لباس، اور اپنا سارا مال ومتاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہو گئی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے۔ اور وہ دونوں اس سارے عیش وعشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔

## مالک بن دینارؒ کے گھر چوری کا واقعہ

ایک رات مالک بن دینارؒ کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس نے وہاں کچھ نہیں پایا، بوسیدہ سی چٹائی اور پرانے سے لوٹے کے سوا وہاں کچھ نہ تھا، وہ نکلنے لگا تو مالکؒ نے آواز دی اور سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا، مالکؒ نے کہا: تمھیں یہاں دنیا تو ملی نہیں، تو کیا آخرت کا کچھ سامان پسند کرو گے، اس کے دل میں بات اتر گئی، اور اس نے کہا: ہاں، انھوں نے کہا، لوٹے میں پانی ہے وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرو۔ دو رکعت کے بعد اس نے رات بھر عبادت کرنے کی اجازت مانگی، اور پھر یہ ہوا کہ دونوں نے رات بھر ایک ساتھ تہجد پڑھی، صبح مالکؒ مسجد کے لیے نکلے تو وہ بھی ساتھ تھا، ان کے شاگردوں نے پوچھا یہ کون ہے آپ کے ساتھ؟ انھوں

نے کہا: یہ ہمیں چرانے آیا تھا ہم نے اسے ہی چرالیا۔ (یہ قصہ امام ذہبی اور دیگر شخصیت نگاروں نے ذکر کیا ہے)

## ایک حکایت، ایک سبق: حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ

روایت کے مطابق کسی شخص نے سیّدنا حضرت مالک بن دینارؒ سے توبہ کا سبب دریافت کیا، تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں شراب پینے کا عادی تھا، میری چھوٹی سی بچّی تھی، جو میرے سامنے ہی شراب کی بوتلوں کو اُنڈیل دیتی تھی۔ جب وہ دو سال کی ہوئی تو وفات پاگئی۔ جس کی وجہ سے میرے دل پر بڑا صدمہ ہُوا۔ جب شعبان کی پندرہویں رات آئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور ایک بڑا اژدھا اپنا منہ کھولے ہُوئے میرے پیچھے لگ گیا۔ میں نے بھاگنا شروع کردیا۔ اسی اثناء میں مجھے ایک نیک بزرگ نظر آئے، میں نے اُن سے کہا کہ مجھے اس سانپ سے بچاؤ، خدا تمہیں بچائے۔ تو اُنہوں نے روکر کہا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، تمہیں نہیں بچاسکتا، لیکن تم آگے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی ذریعہ بنادے۔ میں بھاگا اور ایک آگ کے پاس گیا تو آواز آئی، واپس جاؤ۔ میں پیچھے واپس ہُوا، مگر سانپ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں پھر اُن بزرگ کے پاس سے گزرا اور اُن سے پناہ مانگی۔ اُنہوں نے کہا کہ میں کمزور ہوں، تیری مدد نہیں کرسکتا البتہ تُو اس پہاڑ کی طرف چلا جا، اس میں مسلمانوں کی امانتیں ہیں۔ اگر تیری بھی کوئی امانت ہوئی تو تیری مدد کی جائے گی۔ جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ایک فرشتے نے آواز دی کہ دروازہ کھول

دو، شاید اس کی تمہارے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اسے دشمن سے پناہ دے گی۔ جب دروازہ کُھل گیا تو اچانک مجھے اپنی بچّی نظر آئی، جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے پکڑا اور بائیں ہاتھ سے اژدھے کو دور کیا تو وہ بھاگ گیا۔ پھر بچّی نے یہ آیت تلاوت کی۔ (ترجمہ) ''کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں، اُن پر ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے اُس کا خوف اختیار کریں۔'' مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ میں نے اُس سے پُوچھا کہ کیا تُو قرآنِ کریم سمجھتی ہے؟ اُس نے کہا، ہاں۔ میں نے اُس اژدھے کے متعلق پُوچھا تو بچّی نے کہا کہ وہ تمہارا عملِ بد تھا اور وہ بُزرگ تمہارا نیک عمل تھے۔ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں گھبراتے ہُوئے بیدار ہُوا تو میں نے سچی توبہ کی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا۔

## حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کسی کو عہدہ اس کی صلاحیت کی بنا پر دینا چاہئے

فرمایا حضرت تھانویؒ کانپور میں پڑھاتے تھے حضرتؒ کے خلیفہ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ تھے، جو بردوان (بنگال) کے رہنے والے تھے، حضرت تھانویؒ جب کانپور سے جانے لگے تو مولانا اسحٰق صاحب کو شیخ الحدیث بنانے کا ارادہ کیا، لوگوں میں اس کا چرچا ہوا مولانا اسحٰق صاحبؒ چونکہ بردوان کے رہنے والے تھے اس لئے اردو بھی بہت اچھی نہیں تھی اس وجہ سے بھی لوگوں کو ان پر اعتراض تھا، لیکن اس قسم کے معاملات میں صلاحیت دیکھی جاتی ہے صوبہ داری نہیں دیکھی جاتی حضرت تھانویؒ نے ان کی لیاقت

وصلاحیت ہی کی بنا پر ان کا انتخاب کیا تھا، لیکن جب لوگوں کو اشکال ہوا تو حضرتؒ نے سب کو جمع فرمایا اور فرمایا تم لوگ کوئی حدیث پڑھو مولوی اسحق تم لوگوں سے سوالات کریں گے چنانچہ لوگوں نے حدیث پڑھی اس پر مولانا نے سوالات کئے وہ معترضین کسی بات کا جواب نہ دے سکے اس کے بعد حضرت نے فرمایا اچھا اب مولوی اسحق پڑھیں گے اور تم سوالات کرنا چنانچہ ان لوگوں نے طرح طرح کے سوالات کئے اور مولانا اسحق صاحب نے تسلّی بخش جوابات دیئے، اس وقت معترضین خاموش ہو گئے۔

حضرت نے فرمایا کسی کو کوئی عہدہ یا کوئی کتاب اس کی صلاحیت کی وجہ سے دی جانی چاہئے، یہ نہیں کہ چونکہ ہمارے دیار کا ہمارے علاقہ کا ہمارے صوبہ کا ہمارے خاندان وبرادری کا ہے اس لئے اس کو دینا ہے، یہ طریقہ غیر منصفانہ ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جب چھوٹے تھے تقریباً چار سال کے تو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں تشریف لے گئے، اس وقت ان کو حضرت سید صاحب کی گود میں دیا گیا اور سید صاحب نے تبرکاً بیعت بھی فرمالیا، اس کے اثرات دیکھئے کہ پھر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاجی صاحب بن گئے کیونکہ سید صاحب کے پاس ان کے شیخ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیخ شاہ عبدالرحیم ولایتی جو سید صاحب کے خلیفہ تھے رہے، جب حاجی صاحب نے ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ نے ان کو وہ صلاحیت عطا فرمائی کہ مولانا تھانوی رحمہم اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحب تو آپ سے علم میں کم ہیں لیکن آپ ان کے پاس ہر وقت جانا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں اور لوگ تو بتاتے ہیں حاجی صاحب پہنچا دیتے ہیں، یہ فرق ہے اس لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔

ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو ایک دیہاتی آدمی وضو کر رہا تھا، مولانا نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور بعض مریدین سے کہا کہ جب یہ وضو کر چکیں تو ان کو مجھ سے ملا دینا۔ نماز ہو گئی۔ نماز کے بعد ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ کہا کچھ نہیں کھیتی کسانی کرتا ہوں، اللہ اللہ کرتا ہوں۔ کہا نہیں کچھ اور بتاؤ! اللہ اللہ کے اثرات کو میں سمجھتا ہوں کہ کیسے پڑتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے اثرات کو بھی میں جانتا ہوں۔ لیکن تمھارے اندر کچھ اور بات ہے۔ کیا کوئی واقعہ تمھارے ساتھ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ہمارے علاقے میں آئے ہوئے تھے میں چھوٹا سا تھا، میں لوگوں کے بیچ سے نکلتا ہوا ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، ان کی نظر مجھ پر پڑ رہی تھی۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بات سمجھ میں آ گئی ہے اسی کا اثر ہے کہ تمھارے اندر سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمان تک جا رہا ہے۔ تو آدمی جتنا قوی ہو گا اتنے ہی اثرات پڑتے ہیں۔ اب وہ دیہاتی تھے لیکن سنت پر ایسے کاربند تھے کہ کوئی سنت ان سے نہیں چھوٹتی تھی۔ حضرت سید صاحب کے اثرات میں سے خاص اثر یہ تھا کہ جو بھی ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا تھا اس کی کایا پلٹ جاتی تھی، اس شخص کی قلب ماہیت ہو جاتی تھی، یہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کا اثر پڑتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بچوں کو نظر لگ جاتی ہے، نظر بد ہوتی ہے۔ العین حق حدیث میں ہے، بعض لوگوں کی نظر اتنی بری ہوتی ہے کہ صحیح و تندرست کو دیکھ لیں تو وہ بیمار ہو جائے۔ اور لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق بھی ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالی کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کی نظر میں قلب ماہیت کی صلاحیت ہوتی ہے۔ (نیک صحبت کی ضرورت، ص/28)

## حضرت ابوبکرؓ کا اپنے غلام کو لعنت کرنا

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ اپنے کسی غلام پر لعنت کر رہے ہیں، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''بھلا تم نے لعنت کرنے والے اور صدیقین کو بھی دیکھا ہے؟ (یعنی کیا تم نے کبھی بھی کوئی ایسا شخص دیکھا کہ جس میں بیک وقت یہ دو صفتیں یعنی لعانیت اور صدیقیت پائی جاتی ہوں۔ حاصل یہ کہ جو شخص صدیقیت کے مقام پر فائز ہو، وہ لعنت کرنے والا نہیں ہوسکتا) نہیں، ربِ کعبہ کی قسم! یہ دونوں باتیں کسی ایک شخص میں ہرگز جمع نہیں ہوسکتیں۔'' چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ ارشاد سن کر اپنی اس تقصیر کے کفارہ کے طور پر اس دن اپنے بعض غلاموں کو آزاد کیا اور پھر معذرت خواہی کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''میں آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا (یعنی کسی کو لعنت نہیں کروں گا)

(رواہ البیہقی، کذا فی المشکوٰۃ، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الثالث)

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا پیارا اسلوب اختیار فرمایا اور دوسری جانب آپ کے صحبت یافتہ و فیض یافتہ کی شان دیکھئے کہ بغیر کوئی اگر مگر کئے، تمام مصالح کو بالائے طاق رکھ کر فوراً توبہ کی اور کفارے کے طور پر غلاموں کو آزاد کر دیا۔ معلوم ہوا کہ لعنت کرنا ایک مذموم فعل ہے۔ افسوس! آج یہ برائی ہمارے معاشرے میں وبائی امراض کی شکل اختیار کر چکی ہے، لوگ اس کو بہت معمولی اور ہلکا سمجھتے ہیں، حالاں کہ اس میں لگنا اپنی زبان کو آلودہ کرنا اور قیمتی وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

## اے مرغ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو حضرت کی خدمت میں رکھا کہ اس کی تعلیم وتربیت فرمائیے کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ عورت اپنے لڑکے سے ملنے گئی تو دیکھا کہ وہ ایک حجرے میں بیٹھا چنے کھا رہا ہے اور شیخ کو دیکھا کہ ان کے سامنے مرغ پلاؤ رکھا ہوا ہے اور اسے کھا رہے ہیں۔ عورت کو یہ منظر دیکھ کر قلق ہوا چنانچہ اس نے کہا کہ حضرت آپ تو مرغ پلاؤ کھا رہے ہیں اور میرا لڑکا چنے چبا رہا ہے۔ حضرت نے اسی وقت مرغ کی ہڈیوں کو جمع کیا اور کہا کہ قُمْ بِإِذْنِ اللهِ ''اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو'' چنانچہ وہ مرغ زندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس عورت سے فرمایا کہ جب ترا لڑکا اس مرتبہ کو پہونچے گا تب مرغ پلاؤ کھائے گا ابھی تو اس کو چنے ہی کھانا پڑیں گے۔ اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

نکتہ ولقمہ است کامل را حلال
تو نہ کامل مخور می باش لال

## تمہارے نچنیا پیر کیسے ہیں

شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اقطاب وقت میں سے ہوئے ہیں۔ سماع سنتے تھے۔ قرب وجوار میں ایک عالم رہتے تھے انہیں شیخ کے اس فعل پر اعتراض تھا چنانچہ ان کی بستی کے لوگ جب شیخ کے یہاں سے آتے تو یہ عالم صاحب ان سے حضرت شیخ کی خیریت پوچھتے اور ان لفظوں میں پوچھتے کہ کہو تمہارے نچنیا پیر کیسے ہیں؟ لوگوں کو

برا معلوم ہوتا لیکن صبر کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت سے کہہ دیا کہ حضرت ہمارے یہاں ایک مولانا صاحب ہیں جو اس طرح کہتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب اگر پوچھیں تو کہہ دینا کہ وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں لوگ واپس آئے مولانا نے حسب عادت پھر وہی پوچھا کہ کہو تمہارے نچنیا پیر کیسے ہیں کسی نے کہہ دیا کہ وہ ناچتے بھی اور نچاتے بھی ہیں اس کا کہنا تھا کہ مولانا پر کوئی کیفیت طاری ہوئی۔ اور رقص کرتے ہوئے گنگوہ کی طرف چلے۔ راستہ میں لوگوں نے دیکھا کہ مولانا صاحب اپنے وقار کے خلاف جبہ و دستار پہنے ہوئے اس طرح سے رقص کرتے ہوئے کیسے جارہے ہیں سمجھ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے بارے میں کچھ کہہ دیا ہے شیخ نے تصرف کر دیا ہے غرض اسی طرح گنگوہ پہنچے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو بتائیے کہ آپ کیوں ناچ رہے ہیں؟ کہا ہم تھوڑا ہی ناچ رہے ہیں ہم کو کوئی نچا رہا ہے اس لئے ناچ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اسی طرح خود ہم بھی نہیں ناچتے کوئی نچاتا ہے تو ناچتے ہیں۔ (اسرار طریقت، ص/61)

## اعتراض کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے

دہلی میں ایک بزرگ تھے وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ''تو میرا خدا نہیں۔ میں تیرا بندہ نہیں'' پھر میں تیرا حکم کیوں مانوں'' لوگ یہ سنتے اور ان پر لعنت بھیج کر چلے جاتے۔ ایک دن ایک شخص نے ہمت کر کے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کیا فرمایا کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے انہوں نے کہا کہ اللہ تیرا بھلا کرے اس پوری دہلی میں تو ایک

شخص تو نکلا جس نے مجھ سے اس کا مطلب تو پوچھا سنو بات یہ ہے کہ میرا نفس مجھ سے بعض خواہشات کی فرمائش کرتا ہے تو میں اس کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ میں تیرا بندہ نہیں اور تو میرا خدا نہیں تو میں تیرا کہنا کیوں مانوں اب تمہیں بتاؤ کیا بری بات کہتا ہوں؟ لوگ خود بھی نہیں سمجھتے اور ہم سے بھی نہیں پوچھتے بس لعنت بھیج کر چل دیتے ہیں ۔ یہ میں اس پر سنا رہا ہوں کہ کسی پر اعتراض کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بعض اوقات آدمی کسی دوسرے پر جو حکم لگاتا ہے وہ خود اس کا اپنا حال ہوتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو بھی سمجھتا ہے۔

بہجۃ النفوس شرح بخاری شریف میں بھی دیکھا کہ ایک شخص ایک بزرگ کے یہاں سلوک طے کرنے کے لئے گیا تو انہوں نے خلوت میں رہنے کا حکم دیا اور چند روز خلوت ہی میں رہنے دیا اس کے بعد خود گئے اور اس سے پوچھا یہ بتاؤ تم مجھے کیسا دیکھ رہے ہو؟ کہا جیسا سور۔ فرمایا سچ کہا اور ابھی خلوت ہی میں رہنے دیا۔ (آج کل کے لوگ ہوتے تو خفا ہو جاتے اور خانقاہ سے اس کو نکال دیتے مگر وہ بزرگ سمجھتے تھے کہ اس کہنے کا منشاء کیا ہے اس لئے اس کو مجاہدہ میں لگایا) کچھ دنوں کے بعد پھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اب مجھے کیسا دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا جیسے کتا۔ شیخ نے پھر بدستور حجرہ میں رہنے کے لئے فرمایا دیا کچھ روز کے بعد پھر بلایا اور وہی سوال کیا اس نے کچھ اور جواب دیا۔

غرض اسی طرح شیخ پوچھتے رہے اور وہ کبھی کچھ کبھی کچھ کہتا رہا۔ بالآخر ایک مرتبہ کہا اب آپ مجھے ایسے نظر آ رہے ہیں جیسے چودھویں رات کا چاند۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا کہ سچ کہا بھائی میں تو روز اول ہی سے بدر منیر تھا اور یہ سب تقلبات خود تمہارے تھے تم

جیسے تھے ویسا ہی مجھے دیکھتے تھے اب چونکہ تم خود بدر منیر ہو گئے ہو اس لئے مجھے بدر منیر کہہ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی خود ہو جاتا ہے تب ہی دوسروں کو پہچانتا ہے او رجب تک خود ناقص رہتا ہے کاملین پر اعتراض ہی کرتا رہتا ہے۔ (واقعات اولیاء، ص/67)

## اپنے اعضاء کو خُدائی مشین سمجھو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ذاکر کو تقلیل غذا سے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے کچھ حالات بیان کئے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دماغ میں یبس آ گیا ہے جنون کا مقدمہ ہے تم تقلیل غذا موقوف کر دو اور دماغ کا علاج کراؤ۔ مگر وہ تو ان کشفیات کو کمال سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد نہ کیا بالآخر جنون ہو گیا اور سارے اذکار و اشغال موقوف ہو گئے۔ پھر یہ حالت تھی کہ بالکل ننگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اپنے اعضاء کو خدائی مشین سمجھ کر کبھی تیل بھی دیا کرو۔ دودھ، گھی کھایا کرو۔ اس حیثیت سے ان کی محبت کرنا، حفاظت کرنا اور جب ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ہو جائے تو اس پر ان کی تعریف کرنا سب محمود ہے یہی مطلب ہے اس شعر کا۔

شکر اللہ کہ نمردیم و رسیدیم بدست
آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما (العید والوعید، ص ۴۰)

حضرت حکیم الامت نے فرمایا: مجھے توسل کے مسئلہ میں اشکال تھا اس کو حل کرنے کے لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوا (یہ وہ زمانہ تھا جب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی نہ رہی تھی) سلام کے بعد میں نے اس خیال سے کہ حضرت (گنگوہی) نے سلام کی آواز سے مجھ پہنچان لیا ہوگا۔عرض کیا کہ توسل کے مسئلہ میں کچھ پوچھنا ہے؟ فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اشرف علی، فرمایا کہ تعجب ہے بس اتنی گفتگو ہوئی۔اس کے بعد مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس تھا نہ بھون آ گیا مگر اس مسئلہ میں ایسا شرح صدر ہوا کہ کوئی اشکال اور گنجلک باقی نہ رہی۔میں نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اس میں مسئلہ توسل کو خوب شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے (اس رسالہ کا نام ''الادراک والتوصل الی حقیقت الاشراک والتوسل'' ہے) اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت حکیم الامت یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؂

اے لقائے تو جواب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل وقال (القول العزیز، ص ۱۰۷)

## ذوالقرنین کی ایک قوم سے ملاقات اور ان کے ساتھ رہنے کی تمنا

روایت ہے کہ جب ذوالقرنین اسکندریہ کی تعمیر سے فراغت پا چکے اور اس کو خوب مستحکم بنادیا تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے آپ کا گزر ایک ایسی صالح قوم پر ہوا جو راہ حق پر گامزن تھی اور ان کے جملہ امور حق پر مبنی تھے۔اور ان میں اوصاف حسنہ بدرجہ کمال موجود تھے۔روزمرہ کے امور میں عدل اور ہر چیز کے مساوی تقسیم انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، آپس میں صلہ رحمی، حال وقال ایک، ان کی قبریں ان کے دروازوں کے سامنے ان کے دروازے غیر مقفل، نہ ان کا امیر وقاضی، نہ آپس

میں امتیازی سلوک، نہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا، نہ گالی گلوچ اور نہ قہقہہ بازی، نہ رنج وغم، آفات سماویہ سے محفوظ، عمریں دراز نہ ان میں کوئی مسکین نہ کوئی فقیر، ذوالقرنین کو یہ حالات دیکھ کر تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ تم لوگ مجھ کو اپنے حالات سے مطلع کرو کیونکہ میں تمام دنیا میں گھوما ہوں اور بے شمار بحری اور بری اسفار کئے ہیں مگر تم جیسی صالح اور کوئی قوم نظر نہیں آئی۔ ان کے نمائندے نے کہا کہ آپ جو چاہیں سوال کریں میں ان کے جواب دیتا جاؤں گا۔

ذوالقرنین: تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے دروازوں کے سامنے کیوں ہیں؟

نمائندہ قوم: ایسا ہم نے عمداً اس لئے کیا ہے تاکہ ہم موت کو نہ بھول جائیں بلکہ اس کی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہے۔

ذوالقرنین: تمہارے دروازوں پر قفل کیوں نہیں؟

نمائندہ: ہم میں سے کوئی مشتبہ نہیں بلکہ سب امانت دار ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں امراء کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: ہم کو امراء کی حاجت نہیں ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے اوپر حکام کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہم آپس میں جھگڑا نہیں کرتے جو حکام کی ضرورت پیش آئے۔

ذوالقرنین: تم میں اغنیاء یعنی مالدار کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے یہاں مال کی کثرت نہیں ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں بادشاہ کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: ہمارے یہاں دنیوی سلطنت کی کسی کو رغبت ہی نہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے اندر اشراف کیوں نہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے اندر تفاخر کا مادہ ہی نہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے اندر اختلاف کیوں نہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے اندر صلح کا مادہ بہت زیادہ ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں آپس میں صلح کا جھگڑا کیوں نہیں؟

نمائندہ: ہمارے یہاں حلم و بردباری کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔

ذوالقرنین: تم سب کی بات ایک ہے اور طریقہ راست ہے؟

نمائندہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم آپس میں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ دھوکہ دیتے ہیں او رنہ غیبت کرتے ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے سب کے دل یکساں اور تمہارا ظاہر و باطن بھی یکساں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

نمائندہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب کی نیتیں صاف ہیں ان سے حسد اور دغا نکل گئے ہیں۔

ذوالقرنین: تم میں کوئی مسکین وفقیر کیوں نہیں ہے؟ نمائندہ: کیونکہ جو کچھ ہمارے یہاں پیدا ہوتا ہے ہم سب اس کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں کوئی درشت مزاج اور تندخو نہیں ہے؟

نمائندہ: کیونکہ ہم سب خاکسار اور متواضع ہیں۔

ذوالقرنین: تم لوگوں کی عمریں دراز کیوں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے حق کو ادا کرتے ہیں اور حق کے ساتھ آپس میں انصاف کرتے ہیں۔

ذوالقرنین: تم باہم ہنسی مذاق کیوں نہیں کرتے؟

نمائندہ: تاکہ ہم استغفار سے غافل نہ ہوں۔

ذوالقرنین: تم غمگین کیوں نہیں ہوتے؟

نمائندہ: ہم بچپن سے بلا و مصیبت جھیلنے کے عادی ہوگئے ہیں لہٰذا ہم کو ہر چیز محبوب و مرغوب ہوگئی ہے۔

ذوالقرنین: تم لوگ آفات میں کیوں نہیں مبتلا ہوتے جیسا کہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں؟ نمائندہ: کیونکہ ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ ہم نجوم وغیرہ کے معتقد ہیں۔

ذوالقرنین: اپنے آباواجداد کا حال بیان کرو وہ کیسے تھے؟

نمائندہ: ہمارے آباواجداد بہت اچھے لوگ تھے وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے اور جو ان میں فقیر ہوتے ان سے بھائی چارہ کرتے۔ جو ان پر ظلم کرتا اس کو معاف کرتا وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتے۔ آپس میں صلہ رحمی کا معاملہ کرتے، نماز کے اوقات کی حفاظت کرتے۔ اپنے وعدوں کو پورا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام درست کر رکھے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے ان کو اللہ تعالیٰ نے آفات سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اب ان کی اولاد یعنی ہم کو بھی انہی کے نقش قدم پر ثابت رکھا۔

یہ سب باتیں سن کر ذوالقرنین نے کہا اگر میں کسی جگہ قیام کرتا تو تمہارے پاس کرتا،

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کہیں قیام کی اجازت نہیں اس لئے معذور ہوں۔ (واقعات پڑھئے عبرت لیجئے)

## پاؤں دبوانے میں راحت

فرمایا: ایک گاؤں والے نے جو دیندار تھا اور بے تکلف، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤں دبواتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا مولوی جی! جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا کہ میں پاؤں دبوا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا ہے مگر اس وجہ سے نہیں کہ میں بڑا ہوں۔ بلکہ راحت کی وجہ سے تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس فہم کا؟ کہاں نظر پہنچی۔ آج کل تو مشائخ کی بھی ان دقائق پر نظر نہیں۔ (الافاضات الیومیہ، ج ۳، ص ۴۹، ۳۴۴، وجلد ۲، ص، ۲۲۵، ۲۷۰)

## بھلا کر بھلا ہوگا

کسی گاؤں میں ایک فقیر رہتا تھا۔ جو ''بھلا کر بھلا ہوگا'' کی آواز لگا کر بھیک مانگتا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی جو روزانہ فقیر کے یہ جملے سنا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے چاہا کہ فقیر کو کیوں نہ آزمایا جائے کہ اس کی بات سچ ہے یا جھوٹ۔ ایک روز اس نے چار لڈو بنائے اور دو میں زہر ملا دیا۔ دوسرے دن جب فقیر گاؤں میں آیا تو بڑھیا نے اسے بلایا اور چاروں لڈو اس کو دے دیئے۔ لڈو اپنی جھولی میں رکھ کر فقیر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اپنی جھونپڑی میں جا کر اس نے دو لڈو کھائے دو صبح کے کھانے کے لئے رکھ کر سو گیا۔ جیسے جیسے رات کا اندھیرا گہرا ہونے لگا آسمان پر بادل

چھانے لگا۔ اور پھر موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اس طوفانی رات کے اندھیرے میں کسی نے فقیر کے دروازے پر دست دی۔ فقیر نے دروازہ کھولا تو دو فوجیوں کو کھڑا پایا۔ فوجیوں نے فقیر کو بتایا کہ ہم فوج سے چھٹی لے کر آئے ہیں اور قریب ے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ رات ہوگئی ہے راستہ خطرے سے خالی نہیں ہے اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ رات آپ کی جھونپڑی میں گزار دیں۔ فقیر نے مسکرا کر کہا بیٹا یہ جھونپڑی تمہاری ہے جب تک چاہو رہو۔ انہیں بھوک بھی لگی تھی۔ اس لئے فقیر سے کہا بابا کچھ کھانے کو ملے گا۔ فقیر نے وہ دو لڈو دے دیئے۔ دونوں فوجی وہ لڈو کھا کر سو گئے۔ صبح جب فقیر نے انہیں جگایا تو وہ نہیں اٹھے وہ مر چکے تھے۔ فقیر سمجھ گیا کہ لڈو میں زہر ملا ہوا تھا۔ فقیر گاؤں گیا اور اس بڑھیا سے کہا کہ ماں کل تم نے جو لڈو دیئے تھے ان میں سے دو میں کھا گیا۔ دو بچا کر رکھے تھے تو وہ دو رات آئے ہوئے بھوکے مسافر جو کہ فوجی تھے انہیں کھلا دیئے۔ وہ لڈو کھا کر مر گئے۔ بڑھیا کو ایک دم چکر سا آ گیا اسے معلوم تھا کہ اسی کے دونوں فوجی بیٹے گاؤں آنے والے تھے۔ سنتے ہی گھبرا گئی اور فوراً ہی اس بڑھیا نے فقیر کے گھر جا کر دیکھا تو اسی کے بیٹے مرے پڑے تھے۔ اس وقت بڑھیا کے کانوں میں فقیر کی آواز گونجنے لگی ''بھلا کر بھلا ہوگا برا کر برا ہوگا''۔ (اہل معرفت کی راہیں، ص/176)

## بزرگوں کے عجیب وغریب واقعات

فضیل بن عیاض کا ایک قول ہے ''اگر میرے ساتھ کوئی خوش اخلاق گنہگار ہو تو مجھے اس کی صحبت اس عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے جو بداخلاق ہو'' اور بداخلاق عابد کا حصہ

کثرت ذکر اور کثرت صوم وصلوٰۃ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے کسی کی نصیحت برداشت نہیں کرسکتا وہ اپنی ظاہری عبادت میں مگن ہوتا ہے اگر اسے نصیحت کی جائے تو کچھ اور نہ ہو جب بھی کم سے کم نصیحت کرنے والے کا عناد اس کے دل میں ضرور پیدا ہو جائے گا اس سے اس کی توقع کم ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور حق کی طرف پلٹ آئے''۔

''حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ شہر کے قریب بعض جنگلوں میں گئے وہاں ان کی ملاقات ایک ''فوجی'' سے ہوئی۔ اس نے ان سے پوچھا کہ آبادی کدھر ہے، انہوں نے قبرستان کی طرف اشارہ کردیا۔ اس نے سمجھا کہ اس کیساتھ مذاق کیا گیا ہے اور پھر اس نے ان کو بہت مارا۔ وہ آگے بڑھا تو اسے کچھ لوگ ملے اور انہوں نے کہا کہ ابھی تم جسے مار رہے تھے وہ خراسان کے زاہد، ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ سن کر وہ انکے پاس واپس آیا اور معذرت کرنے لگا، انہوں نے کہا کہ جب تم نے مجھے مارا تھا تو اسی وقت میں نے تمہارے لئے جنت کی دعا کی تھی اس نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا کہ مجھے یقین تھا کہ اس زدوکوب پر اللہ مجھے اجر دے گا تو میں نے پسند نہیں کیا کہ تمہاری وجہ سے تو مجھے خیر ملے اور میری وجہ سے تمہیں کوئی شر پہنچ جائے۔

''عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گاہک مجوسی تھا وہ ان کی دکان پر کپڑے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا، وہ اسے لے لیا کرتے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ اپنی دکان سے کہیں گئے اور اسی اثنا میں وہ مجوسی آیا اس نے اپنے کپڑے لئے اور کھوٹے سکے دیئے۔ عبداللہ کے شاگرد نے سکے واپس کئے تو پھر اس نے کھرے سکے حوالے

گئے۔ جب عبداللہ آئے اور شاگرد سے پوچھا کہ اس مجوسی کا کرتا کہاں ہے؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا تم نے برا کیا۔ ایک عرصے سے میں کھوٹے سکے لے کر صبر کررہا تھا، میں وہ سکے لیتا اور کنویں میں ڈال دیتا کہ کہیں پھر کسی کو ان سے دھوکہ نہ دیا جائے''۔ ''احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو راستے میں ایک شخص گالیاں دینے لگا وہ خاموشی سے سنتے رہے، جب وہ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور اس شخص سے مخاطب ہوکر کہا اگر کوئی گالی باقی ہو تو وہ بھی دے لو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے محلے کا کوئی نادان میرے نام گالی سن کر تمہیں تکلیف نہ پہنچائے۔'' حسن اخلاق کے حوالے سے یہ تفصیلی گفتگو یقیناً ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کرے گی اور ہم اس خیال سے متفق ہوں گے کہ حسن اخلاق سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے۔ (عملی زندگی، ص/165)

## حضرت گنگوہیؒ کے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں پہنچایا جائے گا

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمدؒ ہوں گے ایک طرف مولانا یحییٰؒ ہوں گے۔ ایک جماعت علماء کی ان کے پیچھے ہوگی۔ ایک جم غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہوگا۔ ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک صاحب گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں بہت روتے تھے ویسے بھی کثرت

سے روتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اتنا کیوں روتے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت دوزخ سے ڈر لگتا ہے وہ آگ کیسے برداشت ہوگی؟ فرمایا نہیں نہیں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

ارواح ثلاثہ کے راوی امیر شاہ خاں صاحب نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ سے بیان کیا کہ وہاں حجاز میں ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھا تھا وہاں ایک بزرگ تھے انکے پاس کچھ لوگ تھے ایک شخص آیا انھوں نے اس کو فرمایا میاں تمہارے سینے میں ایک صورت ہے۔انھوں نے شرم کے مارے آنکھیں نیچی کرلیں۔ بزرگ نے سارا حلیہ بتادیا کہ ایسی ناک ہے، ایسی آنکھ ہے، ایسی پیشانی ہے، سارا حلیہ بتادیا۔اس نے کہا کہ جی مجھے جوانی میں ایک عورت سے عشق ہوگیا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔اب بھی آنکھیں بند کر کے تصور کرلیتا ہوں تو کچھ سکون مل جاتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔پھر حاضر ہوئے، امیر شاہ خانصاب نے کچھ روز کے بعد اس قصے کو پھر سے سنایا، حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، پھر حاضر ہوئے کچھ روز بعد امیر شاہ خاں صاحب ۔۔۔۔اور یہی قصہ سنایا، تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا، میاں امیر شاہ خاں صاحب تمہارا حافظہ کچھ کمزور ہوگیا ہے کیا؟ انھوں نے عرض کیا کہ کیوں حضرت؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا اس قصے کو تم کئی مرتبہ سنا چکے ہو۔امیر شاہ خاں صاحب نے عرض کیا، حضرت بالکل ایسی بات نہیں، میرا حافظہ کمزور نہیں ہوا۔پہلی مرتبہ سنایا تھا تو فلاں دن فلاں تاریخ تھی اور مجلس میں فلاں فلاں شخص موجود

تھے۔وہ وہاں بیٹھا تھا اور یہ یہاں بیٹھا تھا، دوسری مرتبہ فلاں تاریخ تھی فلاں دن تھا فلاں فلاں آدمی مجلس میں تھے۔بار بار عرض کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اس سلسلہ میں آپ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا یہ کچھ بڑی بات نہیں، اس بیچارے کو تصور کرنے کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔اور میرا اتنے سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ تعلق رہا کہ معمولی نشست و برخاست بھی بغیر ان کی اجازت کے نہیں ہوا، درانحالیکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔

اور میں یہاں گنگوہ میں تھا۔پھر اس کے بعد اتنے سال تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق رہا کہ معمولی نقل وحرکت، نشست برخاست بھی بغیر ان کے مشورہ کے نہیں ہوئی۔پھر خاموش ہو گئے، پھر فرمایا کہ آگے بھی کہدوں۔پھر خاموش ہوگئے، بتایا نہیں کہ آگے کیا؟ پھر دوسرے وقت کسی نے پوچھا، اس کے آگے کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ پھر درجہ احسان رہا۔

ہمارے مہربانوں نے جہاں اعتراضات کی بوچھاڑ کی ان ان میں اس قصے کو بھی نقل کیا اور کہا" یہ جو کہتے ہیں کہ آگے بھی کہدوں، آگے یہ کہدیں گے کہ اللہ میاں کا چہرہ بھی نظر آیا مجھے، یہ حال ہے ان دیوبندیوں کا، تعجب ہے کہیں اپنی زبان سے اور اعتراض کریں دیوبندیوں پر۔

سائل: اس تصور میں جو صورت قلب میں آتی ہے تو؟ اور اگر بلا ارادہ جمالیا تو نماز کا کیا ہوگا؟

حضرت مفتی صاحب: اگر صورت کو قلب میں اس طرح جمالیا کہ کسی دوسری چیز کی

گنجائش نہ رہی، حتیٰ کہ توحید سے بھی قطع نظر ہوا۔ جب نماز پڑھے گا کہے گا ایاک نعبدو ایاک نستعین، تو کس کو پکارے گا؟ پس اس کو شرک کہا گیا ورنہ محض خیال آنے سے تصور آنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ بلکہ جب درود پڑھے گا تو تصور ضرور آئے گا ٹھیک ہے۔

سائل: اس استفسار کی (جو حضرت گنگوہیؒ وغیرہ کرتے تھے) کیا کیفیت ہوتی تھی؟

حضرت: یہ تو بھائی وہ آدمی بتلائے گا جو اس لائن کا ہوگا۔

سائل: جن مسائل میں اختلاف تھا کیا ان کو بھی پوچھا:

حضرت: جی ہاں، جن مسائل میں اختلاف تھا میلاد، قیام، نیاز، فاتحہ وغیرہ ان کو بھی۔ دیوبند کے مہتمم مولانا محمد احمد صاحب (مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد) نے خواب دیکھا کہ مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ فرما رہے ہیں کہ بھئی جب فقہاء کی کتابوں میں گنجائش معلوم ہوتی ہے تو تم لوگ اتنا تشدد کیوں کرتے ہو۔ میلاد، قیام، نیاز کے بارے میں، انھوں نے کہا حضرت گنجائش نہیں ہے۔ اگر گنجائش ہوتی تو ہم تشدد نہ کرتے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا بھئی ہے گنجائش، انھوں نے عرض کیا کہ حضرت گنجائش نہیں ہے۔

حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیا تو۔ مولانا حافظ محمد احمد صاحب نے عرض کیا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے انکار کرنے کی۔ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے ہی کہہ رہے ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھئی یہ لڑکا

(حافظ محمد احمد) ٹھیک کہتا ہے۔ یہ حاجی صاحب سے کہا۔ حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا بجا و درست۔ سیدھے کھڑے ہوئے اور جھکتے جھکتے زمین تک پہونچ گئے۔ پھر سر اٹھایا۔ سات مرتبہ اسی طرح سے کہا بجا و درست بجا و درست۔ جیسے کسی زمانہ میں بادشاہوں کے سامنے مجریٰ بجالانے کا دستور تھا۔ اسی طریقہ پر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہ مولانا احمد صاحب ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے ہاتھ باندھ کر ادب کی وجہ سے، حضرت حاجی صاحبؒ فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت ہے، اب ہم جائیں، حاجی صاحب نے کہا جیسی رائے ہو حضرت کی تو واپس ہوئے، مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے قریب ہی کو واپسی ہوئی۔ انھوں نے ذرا ہمت کی کہا حضرت ہم نے جو حدیثوں میں پڑھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ وہ تو دوسرا ہے۔ جو اس وقت حلیہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تو مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہے یہ کیا بات ہے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا اصلی حلیہ تو وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے۔ اور چونکہ تم کو حضرت گنگوہیؒ سے زیادہ محبت و عقیدت ہے اس لئے ہم ان کی صورت میں آئے ہیں۔ پھر ہندوستان سے اس خواب کو لکھکر حافظ صاحب نے حضرت حاجی صاحب کے پاس مکہ مکرمہ (ان کا وہیں پر قیام تھا) بھیجا۔ حضرت حاجی صاحب بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اس خواب کو لکھ کر میری قبر میں ایک طاق بنا کر رکھ دینا۔

ضمنی سوال: حضرت زیارت کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: ایک طالب علم نے ایک مرتبہ جو دورہ شروع کیا تھا آ کر مجھ سے کہا کہ میرا جی

چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ اس کو کچھ پڑھنے کے لئے بتادیا اور وہ چلا گیا۔ پھر وہ ایک دو روز کے بعد آیا۔ نہایت پریشان حال، آنکھوں سے آنسو جاری اور بدن کانپ رہا تھا۔ فجر کی نماز میں میرے قریب کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آیا، بتلایا کہ میں نے زیارت کی۔ بس زیارت کیا کی ایک پرچہ دیکھا جس پر لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک۔ کہا کہ وہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا بالکل مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میری روح نکل جائے گی زیارت نہیں کی، نام مبارک کی زیارت کی، بس میں نے کہا کہ بیوقوف پہلے بتادیا تھا ٹھہر جاؤ ذرا نہیں مانا خیر کچھ روز کے بعد آہستہ آہستہ پھر اس کو زیارت ہونا شروع ہوگئی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھ کا آپریشن کرایا علی گڑھ میں میں گیا عیادت کے لئے، میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہا کہ نیند نہیں آتی ایک شعر پڑھا۔

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم

خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

غرض جو لوگ اس لائن کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا کرم فرماتے ہیں ان کو بکثرت زیارت ہوتی ہے روزانہ زیارت ہوتی ہیں۔ صاحب حضوری ہیں آج کل بھی موجود ہیں وہ ہمیں بھی بتادیتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی بات کو غلط کہدیں۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

# حضرت شیخ الحدیثؒ کے واقعات

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا ارادہ تھا مدینہ طیبہ جانے کا، ہندوستان سے۔ایک صاحب ان کے جانے سے پہلے خواب دیکھا، وہاں مسجد نبوی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم انتظار فرمارہے ہیں شیخ کا۔اور ایک مجمع ہے، اس مجمع میں سے کوئی ایسا نہیں جو پہلے سے دیکھا ہوا ہو۔کون لوگ ہیں یہ معلوم نہیں۔سامان جانا شروع ہوا حضرت شیخ کا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں اس کو ادھر رکھو، اس کو ادھر رکھو۔پھر حضرت شیخ گئے معانقہ فرمایا اور فرمایا، اوہو مولوی زکریا بہت ضعیف ہوگئے، فرمایا اچھا فلاں دوا لاؤ، وہ دوا اپنے دست سے کھلادی، دوا کا نام یاد نہیں۔اب وہاں سے خط آتا ہے ہندوستان تعبیر کے واسطے۔قرعہ فال بنام من دیوانہ ارجمند کہ دوا کا نام یاد نہیں اب کیا کریں۔

میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں دوا کا نام یاد رکھنے کی، یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ فلاں دوا ان کو کھلاؤ یا یہ کہ فلاں دوا کھاؤ بلکہ منگا کر خود کھلادی۔نام یاد نہ سہی کیا حرج ہے، یہ تاکید تو نہیں فرمائی کہ فلاں دوائی کھلاؤ۔اگر ذمہ داری سرڈالی جاتی کہ فلاں دوا کھلاؤ تب تو نام یاد رکھنے کی ضرورت تھی وہ تو کھلادی ضعف کی دوا، وہاں کی حاضری۔ سینے سے لگانا بس۔ادھر شیخ کا یہ حال، تقاضا بہت کہ روضہ اقدس پر حاضری دیں، مگر حج کا زمانہ قریب ہر جگہ جماعتیں ہو رہیں تھیں، جس جگہ پر قیام تھا، مدرسہ شرعیہ میں وہاں تک جماعتیں ہوتی تھیں ادھر طبیعت پر تقاضا حاضری کا۔ (روضہ اقدس پر فرمایا اچھا مجھے کوٹھے پر لے چلو، تو اوپر کی منزل پر لے جا کر وہاں

سے روضہ اقدس کا گنبد خضری نظر آ رہا تھا وہاں سے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور پاس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہیں اور ذرا ہٹ کر شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) بیٹھے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمدؒ عرض کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میاں زکریا کو آپ کی خدمت میں حاضری کا بڑا شوق ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لیا جاتا ان سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں شوق تو ان کو بہت ہے۔ میں بھی چاہتا تھا کہ کچھ کام لے لیا جاتا، ان کی طبیعت میں جو تقاضا تھا کہ کسی طرح سے جلدی موت آجائے۔ جلدی موت آجائے، پہنچ جاؤ جلدی حضرت کی خدمت میں، اب وہ تقاضا ختم ہو گیا۔ یہی سوچتے تھے کہ میں کس کام کا دنیا میں کیا کام کر سکتا ہوں، بے کار پڑا ہوں، تو بس اس وقت سے اطمینان ہو گیا کہ کام لینے والے تو وہ ہیں۔ مجھے تھوڑا ہی کہا کہ کام کرو، کام لیں گے وہ لیں گے میرے ذمہ تھوڑا ہی۔

ایک صاحب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ پاس ایک صندوق رکھا ہے۔ اس میں عمدہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں، اس میں جبہ بھی ہے عمامہ بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں میں نے زکریا کے لئے رکھ رکھا ہے۔

## حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی لگا ہوا ہے۔ مگر مجھے وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے

میرے ماموں بھی وہاں پر موجود تھے۔انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی۔

ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انھوں نے اپنے استاد مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا۔انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری (ایک گاؤں کا نام) تو جاؤ۔یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ موجود تھے۔دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے تھے۔فوراً قدموں میں گر پڑے۔میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے۔حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہو گیا۔

## حضرت گنگوہیؒ کا واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو گرفتار کر کے جیل میں رکھا گیا۔وہاں کسی شخص کو کسی مجرم کو حضرت نے قرآن پاک شروع کروادیا۔مولانا کی جیل کی مدت پوری ہوگئی، رہائی کا پروانہ مل گیا کہ آپ جاسکتے ہیں۔اس شخص نے (جس کو قرآن پاک شروع کرایا تھا) کہا کہ حضرت آپ جارہے ہیں میرا تو قرآن شریف رہ گیا۔مکمل نہیں ہوا۔حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں، میں نہیں جارہا ہوں میں ٹھہروں گا۔چنانچہ اس کا قرآن پاک پورا کرنے کے لیے جیل میں خود ٹھہرے رہے۔اس کا قرآن شریف پورا کرا کے جیل سے باہر آئے۔

حکومت کہتی ہے کہ آپ کی مدت پوری ہوگئی ہے مگر یہ کیوں جائیں؟ وہاں قرآن شریف پورا کرانا ہے۔ دین کی اشاعت جیل کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

## مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ یہ بھی بیعت تھے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے۔ انھوں نے یہ تبلیغ کا سلسلہ قائم کیا۔ ساری دنیا میں جاری ہے۔ مکہ مکرمہ میں، مدینہ طیبہ میں، منیٰ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں، جہازوں پر، ریلوں پر ہر جگہ جاری ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ جب مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر دعائیں کیں کہ یا اللہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان پر بھی مہربانی اور اور کرم فرما۔ اور جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں ان پر بھی مہربانی اور کرم فرما، وہ اپنے مخالفین کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور ایسا مجاہدہ کیا ہے شروع شروع میں تبلیغ کے سلسلہ میں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اللہ الصمد۔ دبلے پتلے چھوٹے سے آدمی مگر جوش تھا جوش، رات کو رو رہے ہیں، سارے گھر میں اٹھ کر رات کو گشت کر رہے ہیں۔ گھوم رہے ہیں، ہائے میں کیا کروں۔ ہائے میں کیا کروں۔ بیوی کی آنکھ کھل گئی۔ بیوی نے کہا کیا بات ہیں، کچھ پیٹ میں درد ہے؟ کیا تکلیف ہے؟ کہا اللہ کی بندی تو پڑی سو رہی ہیں؟ تو بھی اٹھ جا۔ چار آنکھیں رونے والی ہو جائیں گی خدا کے سامنے۔ میں نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی نہریں دیکھی ہیں۔ چنانچہ اسی سال ۱۹۴۷ء کے ہنگامے پیش آئے۔ اتنے مسلمان قتل ہوئے خدا کی پناہ۔

## مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار یوپی کے انگریز گورنر نے شیخ فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی، یہ اس دور کی بات ہے جب ۱۸۵۷ء کی تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا گیا تھا اور اس کے نتیجہ میں انگریز کے دبدبہ وہیبت سے رعایا ہر وقت لرزاں رہتی تھی۔ ایسے وقت میں ایک انگریز گورنر کی آمد کی خبر سے گنج مرادآباد میں ہلچل مچ جانا ایک فطری بات تھی، چنانچہ گاؤں کی پوری آبادی گورنر کے استقبال وغیرہ کی تیاریوں میں لگ گئی، ادھر مریدوں کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ خانقاہ شیخ میں نہ تو کوئی کرسی ہے نہ ڈیسک اور گورنر اس کے بغیر بیٹھ نہیں سکے گا، حضرت شیخ جو اس ہنگامہ سے بے خبر یادالٰہی میں محو تھے، اس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت فرمانے لگے، عرض کیا گیا ریاست متحدہ کے گورنر حضرت سے ملنے آرہے ہیں اور یہاں اس کے شایان شان ایک کرسی تک نہیں، شیخ نے اس خبر کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہوئے لوگوں کے اس اہتمام اور تگ ودو پر سخت ناگواری ظاہر کی، اب شیخ نے چاہا کہ ان لوگوں کو ارباب دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کا ایک ناقابل فراموش درس دیں، چنانچہ شیخ گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اچانک خدام سے دریافت فرمایا کیا یہاں خانقاہ میں پانی کا مٹکہ نہیں ہے؟ عرض کیا: ''جی موجود ہے'' فرمایا اس کو میرے نزدیک الٹا رکھ دو، تاکہ گورنر آکر اس پر بیٹھ سکے'' خدام یہ سن کر حیرت سے خاموش رہے۔

جب گورنر آئے تو محبوب حقیقی کی عظمتوں میں مستغرق شیخ نے عام لوگوں کی طرح دیر

تک اس سے باتیں کیں، کسی بات سے بھی یہ ظاہر نہ ہوسکا کہ وہ کسی بلند مرتبت اور صاحب اقتدار حاکم سے باتیں کر رہے ہیں، بلکہ حضرت شیخ نے گورنر کی حکومت پر تنقید بھی کی اور فرمایا کہ رشوت ستانی اور ظلم تمہاری حکومت میں عام ہوگیا ہے، گورنر کے ساتھ اس کی بیوی بھی آئی تھی جو قریب ہی بیٹھی تھی، حضرت نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ تم میں شرم وحیا کی کمی ہے، گورنر آخر تک سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ (اعمال سالکین خصائل عارفین، ص/133)

الحمدللہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔

## حضرت گنگوہی کا طرزِ اصلاح اور منکر پر غصہ کا اظہار

ایک مرتبہ اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر آپ باہر تشریف لائے اور معمول کے خلاف چادر سے منہ ڈھانپ کر لیٹ رہے، ایک دن پہلے کرنال سے ایک بارات گنگوہ میں آئی تھی جس میں رقاصہ بھی ساتھ تھی، اس بارات میں آنے والے چند آدمی حضرت امام ربانی کے واقف کار بھی تھے جو صبح کو سلام کے لئے حاضر آستانہ ہوئے، دیکھا تو حضرت چادر سے منہ ڈھانپے ہوئے لیٹے ہوئے ہیں، دیر تک یہ لوگ بیٹھے رہے مگر آپ نے منہ نہ کھولا، آخر ایک صاحب بولے کہ حضرت ہم تو زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے، آپ نے منہ ڈھانپے ہوئے رنج اور غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ میری زیارت میں کیا دھرا ہے؟ آخر اس مجمع کے ایک سفید ریش شخص نے سمجھا کہ رقاصہ کا ساتھ لانا اس محرومیت کا سبب ہے پس معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت ہم تو

رنڈی کو ساتھ لائے نہیں، بیٹی والوں کی حرکت ہے، آپ نے بیساختہ ارشاد فرمایا کہ میاں بیٹی والے کسی کے خدا تو ہیں نہیں کہ ان کا کہنا ماناہی جاوے، اس جواب کا حاضرین پر اس درجہ اثر ہوا کہ بہت سے دل بھر آئے، آخر جب لوگ چلے گئے تو آپ نے چادر منہ سے ہٹائی اور اٹھ بیٹھے۔ (تذکرہ اکابر گنگوہ جلد اول ،ص/246)

## حضرت گنگوہی کی ایک شخص پر روحانی شفقت

ایک مرتبہ آپ درس حدیث میں مشغول تھے، ایک شخص نہایت پریشان حال حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت للہ میری طرف توجہ فرمائیے! آپ نے جواب دیا بھائی میں تو ملا ہوں کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھو درویشوں کی باتیں درویش جانیں۔" اس شخص نے کہا حضرت میں زندگی سے تنگ آ گیا کیا آپ کو گوارا ہے کہ میں خودکشی کرلوں اور مر رہوں، آپ مسکرائے اور فرمایا اچھا مجھے پڑھانے دو، سامنے دیوار سے لگ کر جا بیٹھو، اتنا فرما کر آپ نے درس شروع کرا دیا اور وہ شخص مواجہہ شریفہ میں دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا، پڑھاتے پڑھاتے دو تین مرتبہ آپ نے اس مبتلا کی جانب نظر فرمائی اور پھر تقریر میں طلبہ کی طرف مخاطب ہو گئے، سبق ختم نہ ہونے پایا تھا کہ وہ شخص ہنستا ہوا اٹھا اور اس درجہ مسرور ہو کر چلا کہ سلام کرنا بھی بھول گیا، جب وہ چلا گیا تو بعض طلبہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون تھا اور کس مرض میں مبتلا تھا؟ آپ نے فرمایا درویش ہے، قبض طاری تھا، الحمد للہ رفع ہو گیا، وہ اتنے مسرور ہوئے کہ چلتے وقت سلام بھی نہ کیا (تذکرۃ الرشید ص ۱۴۸)

## حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھ پر جوگی کا ایمان لانا

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک تکلیف ہوگئی تھی شدت تکلیف کی وجہ سے حضرت بیہوش ہو جاتے تھے۔ اس زمانہ میں ایک جوگی تھا جو مرض کو سلب کر لیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت پر سخت دورہ پڑا مریدوں نے چاہا کہ اسی جوگی کے پاس لے جائیں راستے میں حضرت کو ہوش آ گیا، فرمایا کہاں لے جا رہے ہو عرض کیا فلاں جوگی کے یہاں، ارشاد فرمایا کہ نہیں واپس چلو لوگ واپس لائے دوسری بار پھر دورہ پڑا اور پہلے سے زیادہ شدید پڑا پھر لوگوں نے رائے کی کہ جوگی کے ہی پاس لے چلنا چاہئے۔ حضرت کو تکلیف سخت ہے۔ چنانچہ اس دفعہ جوگی کے پاس لے کر پہونچ گئے۔ اس نے مرض سلب کیا اور حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اس کے بعد جوگی سے حضرت نے پوچھا کہ تمہیں یہ کمال کس طرح سے حاصل ہوا اس نے کہا کہ ہمارے گرو کی ہدایت تھی کہ نفس کی مخالفت کرنا چنانچہ اسی پر میں نے عمل کیا جس کی وجہ سے یہ کمال مجھے حاصل ہوا۔ حضرت نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ تمہارا نفس اسلام لانے کو بھی پسند کرتا ہے یا نہیں اس سوال سے وہ بہت گھبرایا کیونکہ کافر یہ کیسے کہے کہ میں اسلام کو پسند کرتا ہوں، اس لئے اس نے کہا کہ نہیں میں نہیں پسند کرتا حضرت نے فرمایا کہ تمہارے گرو نے جو یہ بتایا تھا کہ نفس کی مخالفت کرنا تو آیا یہ بھی اس میں داخل ہے یا نہیں جوگی یہ سن کر سٹ پٹایا مگر چونکہ اصول کا پکا تھا اس لئے اقرار کر لیا کہ ہاں بیشک داخل ہے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر جب ایمان دل میں آ گیا تو حضرت کو دیکھا کہ کہیں اونچے مرتبہ پر فائز ہیں او

رمؤدب بیٹھ گیا۔ تمام دہلی میں شہرت ہوگئی کہ حضرت نے اپنے تصرف سے جوگی کوزیر کرلیا اور اتنے بڑے کافر کو مسلمان کرلیا تو دہلی میں اور لوگ بھی تھے مگر اس سے چھوٹے کو بھی مسلمان نہ کرسکے لیکن حضرت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لے لیا اسی کو میں کہہ رہا تھا کہ کام کے مختلف درجات ہیں۔ جو جس درجہ کا ہوتا ہے وہی وہ کام کرسکتا ہے اور کوئی چھوٹے درجہ والا یہ چاہے کہ بڑے درجے والوں کا سا کام کرلے تو یہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت حکیم الامت کے یہاں امیر غریب سب جاتے تھے حضرت کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ حضرت کے ولی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے لیکن ہمارے شقی ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں ہے دین کے اور مراتب تو ہم کو کیا ملتے ہم سے تو گناہ تک نہ چھوٹ سکے۔ اس کے بعد سے ان کی حالت بدلنی شروع ہوگئی۔ چنانچہ خود کہتے تھے کہ حضرت نے مجھے ایسا کھینچا کہ اب اگر گناہ کرنا چاہتے بھی ہیں تو نہیں کرسکتے۔ حضرت نے توجہ فرمائی ہوگی جس سے قلب کی حالت بدل گئی۔ (وصیۃ العرفان، مارچ ۲۰۱۲ء)

## ایک شاگرد کی ذہانت اور اخلاص

ایک بزرگ تھے جو بہت بڑے عالم بھی تھے ان سے ایک امیر کبیر شخص بھی پڑھتے تھے ایک دن حسب معمول پڑھنے کے لئے آئے تو استاد کے چہرے پر کچھ نقاہت کے آثار محسوس کئے ان سے کہا کہ حضرت آج سبق پڑھنے کو جی نہیں چاہتا یہ کہہ کر اپنے مکان گئے اور وہاں سے خوب عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر خود اپنے سر پر رکھ کر لائے تو وہ عالم ہنسے اور فرمایا کہ ضرورت کے وقت لائے ہو مگر اس کو ہم کھائیں گے نہیں اس لئے کہ جو

چیز اشراف نفس (اور انتظار) کے ساتھ آئے اس کو قبول کرنا جائز نہیں اور مجھ کو اشراف ہو گیا تھا کیونکہ جب تم یہاں سے واپس گئے تو مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ تم کھانا لینے جارہے ہو، پس چونکہ یہ انتظار کے ساتھ آیا اس لئے اس کو لیجاؤ اس شخص نے بھی اصرار نہیں کیا اور ان کے سامنے سے سینی اٹھا کر واپس چلا گیا اور جب ان کی نظروں سے غائب ہو گیا پھر واپس آیا کہ حضرت اب تو اشراف نہیں رہا اسے قبول فرمالیجئے چنانچہ قبول فرمالیا اور شاگرد کی ذہانت پر وہ بزرگ بہت خوش ہوئے اور اس کو بہت دعائیں دیں اسے معلوم ہوا کہ جو کھلانا چاہتا ہے وہ طریقہ بھی جانتا ہے چنانچہ ان طالب علم نے کیسا اچھا طریقہ اختیار کیا۔ آخر تھے تو انہیں کے شاگرد انہیں سے یہ باتیں سیکھیں تھیں۔ دیکھئے تو کہ ان بزرگ کو اشراف نفس سے بچا بھی لیا اور کھانا بھی کھلا دیا۔ اب کے لوگ رہتے تو جب انہوں نے انکار کیا تھا قبول کرنے پر اصرار کرتے یا لے کر چلے ہی جاتے مگر ان کی عقلمندی دیکھئے کہ کھانا لے کر اس وقت چلے گئے پھر حاضر ہو کر کیسی عمدہ بات کہی کہ آخر قبول فرما ہی لیا یہ ہے فہم جس کو ہم لوگ نہیں سیکھتے۔

## شیخ حقیقی کا کام

ایک بزرگ کہتے تھے کہ کھانا پکا پکایا موجود ہے افسوس کوئی کھانے والا نہیں ہے اور حقیقی پیر وہ ہے جو طالبین خدا کو خدا سے ملائے یعنی ان سے یہ کہے کہ **کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ** یعنی تم لوگ اللہ والے اور اللہ کے بندے ہو جاؤ۔ یہ نہیں کہ میرے بندے ہو جاؤ ان کو ایک تڑپ اور فکر ہوتی ہے اس بات کی کہ میرے پاس آنے جانے والے

لوگ کس طرح سے اللہ والے ہوجائیں پیر بن جانا آسان ہے پیر ہونا آسان نہیں۔ دوسرے کا غم اپنے سر مول لینے کی کس کو فکر پڑی ہے مشائخ کے افراط اور تفریط ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگوں کو فیض نہیں ہوا۔ پھر جب پیر ہی میں تقصیر ہو تو مرید کو فیض کہاں سے ہوجائے گا ورنہ آپ لوگ اتنے آتے ہیں ایسے ہی رہ جاتے۔ (افادات حکیم الامت، ص/89)

## خدمت خلق فرض نہیں وقت پر نماز پڑھنا فرض عین ہے

ایک ڈاکٹر صاحب تھے، ان کی بیوی نے مجھ سے بتایا کہ میرے شوہر ویسے تو بہت اچھے ہیں لیکن مطب کے اوقات میں نماز نہیں پڑھتے، میں ان سے کہتی ہوں کہ مطب کے اوقات کے دوران جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھ لیا کرو، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو لوگوں کی خدمت کر رہا ہوں اور یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ مطب میں مریض بیٹھے ہوں اور میں اپنی نماز شروع کردوں؟ چنانچہ وہ مطب بند کر کے رات کو جب گھر آتے ہیں تو عصر، مغرب، اور عشاء تینوں نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں تو خدمت خلق کرتا ہوں اور خدمت خلق کے دوران نمازیں قضا ہوجائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

خدمت خلق تم پر اس طرح فرض عین نہیں جس طرح نماز فرض عین ہے۔ دوسرے اس خدمت خلق کے ساتھ نماز کا کوئی تعارض بھی نہیں ہے، اگر تم عصر کی چار رکعت پڑھ کر دوبارہ مریضوں کو دیکھنا شروع کردو تو اس میں کوئی تکلیف ہوگی؟ لہٰذا نفس نے نمازیں قضا کرنے کا ایک بہانہ تلاش کرلیا کہ خدمت خلق ہو رہی ہے۔ یہ سب افراط اور

تفریط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی صحیح فہم اور سمجھ نہیں۔ اسی لئے حضرت فرماتے ہیں کہ دوسرے کی دل شکنی سے بچنے کی خاطر اپنے دین کو توڑ دینا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا یہ خیال کرنا کہ میں اگر اس کو غیبت سے روکوں گا تو اس کا دل برا ہوگا، یا میں اٹھ کر چلا جاؤں گا تو اس کا دل برا ہوگا، یاد رکھئے! اگر معصیت سے بچنے کے نتیجے میں دوسرے کا دل برا ہوتا ہے تو ہونے دو، اس کی پرواہ ہی مت کرو۔ تم اس حد تک مکلف ہو کہ جائز حدود میں رہ کر اس کی دل شکنی سے بچو، لیکن جہاں دل شکنی سے بچنے کے لئے کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے تو پھر دل ٹوٹتا ہے تو ٹوٹنے دو، اس کی پرواہ نہ کرو۔ (افادات حکیم الامت، ص/91)

## میری امامت تو سلام پر ختم ہوگئی

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد کچھ دیر مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے پھر اٹھ کر تفریح کے لئے جنگل چلے جاتے۔ مقتدیوں نے بھی یہی کرنا شروع کیا کہ وہ سب بھی بیٹھے رہتے جب حضرت اٹھتے سب اٹھ پڑتے اس پر حضرت مولانا بہت خفا ہوئے اور فرمایا میری امامت تو سلام پر ختم ہوگئی زیادہ سے زیادہ دعا میں اقتدا کرلو لیکن اس کے بعد پھر اقتدا کیسی؟ وظیفہ میں بھی آپ لوگ مقتدی اور میں مقتدا کیسے بن گیا۔ فرماتے کہ یہ شرک ہے۔ میں بھی لوگوں سے برابر کہا کرتا ہوں کہ بھائی مجھے بہت سی تکلیفیں رہا کرتی ہیں حتیٰ کہ بعض کا اظہار بھی شرعاً جائز نہیں اور نہ سننا شرعاً جائز اس لئے بغیر اجازت اندر نہ آنا چاہئے۔

## مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ کا واقعہ

حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ بڑے عالم

تھے مشائخ میں ان کی خاص شان تھی گنج مراد آباد کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ کوئی مقام صفی پور ہے وہاں کے رہنے والے تھے وہاں کے لوگوں نے حضرت کو پریشان کر کے وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور جب آپ وہاں سے تشریف لانے لگے تو لڑکوں نے پیچھے تالیاں بجائیں جس میں حضرت کا لڑکا بھی تھا۔ وہاں سے چل کر گنج مراد آباد تشریف لائے۔ یہاں ایک خان صاحب تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرا مکان حاضر ہے اس میں قیام فرمایئے پھر بعد میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا عروج عطا فرمایا کہ وائسرائے تک آتے تھے اور حضرت پروا تک نہ کرتے تھے۔ حضرت نے دوسری شادی بھی فرمائی تھی جن سے اولادیں بھی ہوئیں اور وہ لڑکا جو مخالفین کے ساتھ تھا وہ پہلی بیوی کا تھا حضرت کے یہاں آتا تھا جب حضرت کی نظر اس پر پڑتی تھی تو بہت خفا ہوتے تھے مگر دوسرے بھائی ان کو لے جاتے اور خاطر کرتے اور کچھ روپیہ وغیرہ دے دلا کر رخصت کر دیتے تھے سمجھتے تھے کہ اسی کے لئے آئے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی دونوں شانیں دیکھیں ایک وہ دن بھی دیکھا جب کہ صفی پور سے نکالے جا رہے تھے اور ایک دن یہ بھی دیکھا کہ ایسی شوکت ایسا دبدبہ کہ جس کو چاہیں اپنے یہاں سے نکالدیں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے شیون کا مشاہدہ فرماتے۔ (اہل معرفت کی راہیں، ص/110)

## مولانا شاہ فضل الرحمن کا فیض اور تاثیر صحبت

ایک شخص نے کسی آریہ کی کتاب دیکھی جس میں اس نے اسلام پر اعتراضات کئے تھے، اسلام سے بدعقیدہ ہو گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا روزہ رکھے ہوئے تھے خیال

کیا کہ جب اسلام ہی ٹھیک نہیں ہے معاذ اللہ تو پھر اسکے احکام پر عمل کیسا یہ کہہ کر روزہ بھی توڑ دیا۔ شام کو اپنے ایک دوست کے گھر اس سے ملنے گیا۔ وہ افطاری سامنے رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا آؤ بھائی خوب آئے آؤ آج ہمارے ساتھ افطار کرو۔ اس نے جواب دیا اگر میرا حال تم کو معلوم ہو جائے تو تم مجھ سے بات بھی کرنا گوارا نہ کرو۔ وہ آدمی سمجھدار تھا، سمجھ گیا کہ کسی بدعقیدگی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا بیش از بیش یہی نا کہ تم کافر ہو گئے ہو گے تو بھائی ایمان اور کفر کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے۔ ہماری تمہاری تو دوستی ہے۔ آؤ افطار میں شامل ہو جاؤ اور دوسرا کام یہ کرو کہ کل صبح ہی حضرت شاہ فضل الرحمن صاحبؒ کی خدمت میں گنج مرادآباد جاؤ۔ چنانچہ وہ اگلے دن گیا۔ حضرت کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی بس اپنی جگہ سے کود کر اس پر جھپٹے اور اس کے سینہ پر بڑے زور زور سے ہاتھ مار مار کر فرمانے لگے کہ بتلا تجھے اسلام میں کیا شبہ ہے؟ اسکو کچھ کہنے اور سوال کرنے کا موقع ہی نہیں دیا بلکہ از خود اس سے پوچھنے لگے۔ اب جو وہ اپنے اندر غور کرتا ہے تو شبہ کے ساتھ ساتھ اس کا جواب بھی موجود ہے۔ چنانچہ اسلام کی جانب سے اس کا سینہ بالکل صاف ہو گیا اور اسکی حقانیت پر شرح صدر ہو گیا۔ پھر حضرت ہی کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی اور نہایت پاک وصاف سینہ والا ہو گیا اور پھر اسکے بعد سے تاحیات اسکے قلب میں اسلام کے کسی مسئلہ کے بارے میں ذرا بھی وسوسہ نہیں پیدا ہوا۔ سبحان اللہ کیا سینہ تھا اور کیا نور تھا۔ یہ ہے بزرگوں کا فیض اور ان کی تاثیر صحبت جس سے یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے تعلق اور ان سے نسبت صحیحہ پیدا کرنے کی بدولت نوازے جاتے ہیں۔ (اسلاف کی زندگی)

## حکایت ایک خان صاحب کی ہدایت کی

حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک خان صاحب رہتے تھے۔ حضرت مولانا انہیں بہت مانتے تھے۔ جب کچھ ہدیہ وغیرہ آتا تو اس میں سے خان صاحب کا بھی حصہ لگاتے اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو اٹھا کر رکھ دیتے یہاں تک کہ جمعہ کے دن غسل بھی ساتھ ہی کرتے۔ وہ خان صاحب مولانا کی پیٹھ ملتے اور مولانا ان کی پیٹھ ملتے۔ ایک دن حضرت نے خانصاحب سے فرمایا بھائی خان صاحب ہماری تمہاری دوستی ہے یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہماری وضع اور ہے تمہاری وضع اور ہے اس لئے لو یہ میری بھی داڑھی چڑھا دو اور اپنا ایک جوڑا کپڑا لاؤ ہم بھی اسی کو پہن کر نماز پڑھنے چلیں گے۔ خانصاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیسی باتیں فرما رہے ہیں یہ لیجئے داڑھی کھولتا ہوں اور آج سے انشاء اللہ نہیں چڑھاؤں گا اور آپ ایک جوڑا کپڑا اپنا مجھے دیجئے میں اسے پہن کر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے چلوں گا۔ بس اس کے بعد سے خانصاحب ٹھیک ہی تو ہو گئے۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت اندر اندر کام کر رہے ہیں اور زبان سے اس لئے نہ کہتے تھے کہ وقت کا انتظار کرتے تھے۔ یہ سب واقعات بزرگوں کے سچے ہیں ان کو مانو۔ دل سے ان کی تصدیق کرو تب کامیاب ہو گے۔ (اسلاف کی زندگی)

## گیلی لکڑی

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص آیا ایک ہفتہ رہا اور خلافت نامہ لے کر چل

دیا۔ بہت سے لوگ جو بہت بہت دن سے پڑے تھے ان کو خیال ہوا کہ لو بھائی یہ ابھی آیا اور لے گیا اور ہم لوگ برسوں سے پڑے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ طریق باپ دادا کی میراث نہیں ہے اس میں آدمی کامیاب اپنے اخلاص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بہرحال ان بزرگ کو بذریعہ کشف ان لوگوں کے خلجان پر اطلاع ہوگئی یعنی یہ کہ اس نو وارد کو جو میں نے خلیفہ بنا دیا ہے ان سب کو اس پر اعتراض ہے اس وقت تو ٹال دیا۔ دوسرے وقت ان لوگوں سے کہا کہ جنگل سے لکڑی لاؤ اور یہ بھی کہہ دیا کہ گیلی لانا۔ سب لوگ لے آئے حکم دیا اس کو جلاؤ۔ لوگوں نے جلانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ لکڑی نہیں جل سکی۔ بالآخر شیخ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت لکڑیاں گیلی ہیں اس لئے آگ نہیں پکڑ رہی ہے۔ سمجھتے ہوں گے کہ حضرت ان سب باتوں کو کیا جانیں۔ حضرت نے فرمایا اچھا گیلی لکڑیوں میں آگ نہیں لگا کرتی؟ عرض کیا کہ جی ہاں۔

جب ان سے یہ قبول کرالیا تو فرمایا کہ ڈوب نہیں مرتے کہ وہ تو سوکھی لکڑی تھا اس لئے بس صرف آگ لگانے کی دیر تھی۔ تم لوگ گیلی لکڑی ہو پھونکتے پھونکتے دماغ میں درد ہوگیا اور تم جیسے کے تیسے رہے اور اس پر ذرا سی توجہ کی وہ کامیاب ہوگیا۔ (افادات حکیم الامتؒ)

## حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی مسواک کے عمل سے ہدایت

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرات سنت کا بہت اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شاہؒ کو مسواک کی ضرورت تھی اور مسواک تھی نہیں

ایک نیم کا درخت تھا اس سے لے سکتے تھے لیکن وہ درخت کسی ایک آدمی کی ملک نہ تھا بلکہ کئی آدمیوں کا مشترک تھا تو جتنے آدمی اس درخت میں شریک تھے ان سب سے اجازت لی تب مسواک لی، یہ تقویٰ آخر ان کو کب نصیب ہوا؟ جب شروع ہی سے اور زمانہ طالب علمی ہی سے اس کی عادت ڈالی، پھر دیکھئے اللہ نے ان سے کتنا کام لیا، اور کیسا انہوں نے اصلاح کا کام کیا، کتنے لوگوں میں تقویٰ کی صفت پیدا ہونے کا ذریعہ بنے، کتنوں کو تقویٰ والا بنایا، جس کے اندر خود موجود ہوتا ہے، اس کی بات کا اثر ہوتا ہے اس کی تربیت میں برکت ہوتی ہے، ان کے اندر تقویٰ موجود تھا اس کی برکت سے لوگوں میں تقویٰ پیدا ہوا، اور اگر خود ہی کسی کے پاس موجود نہ ہو تو وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے۔ (مجالس صدیق جلد 1)

## شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا ارشاد کہ بغیر مطالعہ کے پڑھنا میں حرام سمجھتا ہوں

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر مطالعہ کے پڑھنا میں حرام سمجھتا ہوں ایک مرتبہ میں الہ آباد گیا تھا، میرے سامنے کی بات ہے ان کے داماد مولانا مبین احمد صاحب مرقاۃ کا سبق پڑھ رہے تھے، عبارت پڑھنے میں غلطی کی، مولانا نے فرمایا بغیر مطالعہ کے پڑھتے ہو، بہت ڈانٹا اور فرمایا نکل جاؤ، بغیر مطالعہ کے پڑھنے آ گئے، بغیر مطالعہ کے پڑھنا میں حرام سمجھتا ہوں۔

## جب بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا میں انگریزی زبان خود سیکھوں گا

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے خود ایک موقعے پر انگریزی زبان سیکھنے کا عزم فرمالیا

تھا؛ مگر اس کے بعد جلد ہی وفات ہو جانے سے یہ خواہش آپ کی پوری نہیں ہو سکی۔

چنانچہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سلسلے کی ایک دلچسپ بات وہ ہے، جسے بہ راہِ راست اس فقیر نے مولانا حافظ محمد احمد مرحوم (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند) سے سنی تھی، اپنے والد مرحوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (بانی دار العلوم) کے متعلق یہ قصہ بیان کرتے تھے، کہ آخری حج میں جب جا رہے تھے، تو کپتان جہاز نے جو غالباً کوئی ''اٹالین'' تھا، عام مسلمانوں کے اس رجحان کو جسے مولانا کے ساتھ عموماً وہ دیکھ رہا تھا، یہ دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ حجاج میں کوئی انگریزی جاننے والے مسلمان بھی تھے، انھوں نے کپتان سے مولانا کے حالات بیان کیے، اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی، وہاں کیا تھا، مولانا بہ خوشی کپتان سے ملے، کپتان نے اجازت چاہی، کہ کیا مذہبی مسائل پر گفتگو کر سکتا ہوں؟ مولانا نے اسے بھی منظور فرمالیا، وہی انگریزی خواں صاحب ترجمان بنے، کپتان پوچھتا تھا اور مولانا جواب دیتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد مولانا کے خیالات کو سن کر وہ کچھ مبہوت سا ہو گیا اور مولانا کے ساتھ اس کی گرویدگی اتنی بڑھی کہ قریب تھا کہ وہ اسلام کا اعلان کر دے۔ اس واقعے کا مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ پر اتنا اثر پڑا کہ آپ نے جہاز ہی پر عزم فرمالیا، کہ واپس ہونے کے بعد میں انگریزی زبان خود سیکھوں گا ؛ کیوں کہ مولانا کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جتنا اثر کپتان پر بہ راہِ راست گفتگو سے پڑ سکتا تھا، ترجمان کے ذریعے وہ بات نہیں حاصل ہو رہی ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ اجل مسمّٰی نے واپس آنے کے بعد فرصت نہ دی۔'' (بہ حوالہ ''تاریخ درس نظامی'': ۱۴۷-۱۴۸)

## بغیر ہدیہ لئے ہوئے درویشوں کے پاس جانا ٹھیک نہیں

لاہور میں ایک درویش وسالک بزرگ مقیم تھے، سید شاہ علم اللہؒ ان کی خانقاہ پہنچے، اتفاق سے ان دنوں ان کی خانقاہ میں مرمّت ہورہی تھی اور مزدور لگے ہوئے تھے، سید شاہ علم اللہؒ کو خیال آیا کہ بغیر کچھ لئے ہوئے درویشوں کے پاس جانا ٹھیک نہیں لیکن ان کے پاس رکھا ہی کیا تھا، مٹی گارے کے کام میں خود بھی شریک ہوگئے اور مٹی کی کچھ ٹوکریاں لے کر گارے میں ڈالیں، تاکہ اسی بہانے سے کچھ شرکت ہوجائے، اس کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''بیا سید درمیدانِ مرداں سرخ روشو'' (آؤ سید! مردوں کے میدان میں سرخرو ہو)، اس کے بعد بہت بشارتیں دے کر رخصت کیا۔ (تذکرۃ الابرار)

## حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں

سید شاہ علم اللہؒ کو ابتدا ہی سے حضرت سید آدم بنوریؒ سے بیحد عقیدت تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ تعلیم ہی سے ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کسی سے بیعت ہونا ہے تو وہ سید آدم بنوریؒ ہیں۔

''جس زمانے میں وہ اپنے چچازاد بھائی دیوان خواجہ احمدؒ سے پڑھ رہے تھے، گاہے گاہے دیوان خواجہ احمد کو شیخ آدم کی بیعت کی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک روز خواجہ احمد نے کہا کہ شیخ کو ظاہرِ علوم سے بہرہ نہیں ہے، میں ان کی بیعت پر کیوں کر راضی ہوجاؤں؟ شاہ علم اللہؒ بولے: آپ جیسے عالم اگر شیخ کے پاس جائیں تو بات نہ کرسکیں، امتحاناً خواجہ احمد

نے شیخ کے پاس جانا منظور کرلیا اور جاتے ہی علمِ کلام کا ایک مسئلہ پوچھا، شیخ نے کہا: آپ عالم ہیں، میں عامی ہوں، آپ بیان فرمائیں! اصرار پر شیخ نے اس انداز میں مسئلہ کی توضیح فرمائی کہ خود خواجہ احمد بھی اس سے زیادہ نہیں جانتے تھے، دوسرے روز تفسیر کا ایک مشکل مسئلہ پیش کردیا، شیخ نے اسے بھی بے تکلف حل کردیا، تیسرے روز بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، آخر خواجہ احمد نے خود بیعت کے لیے درخواست پیش کردی۔'' (حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی ''انفاس العارفین'' میں یہ واقعہ لکھا ہے، (سید احمد شہید، غلام رسول مہر، ص: ۳۸)

لیکن سید شاہ علم اللہؒ جانتے تھے کہ استعداد اور صلاحیت پیدا کئے بغیر بیعت و ارادت کا پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا (جیسا کہ گزشتہ سطور سے معلوم ہوا ہوگا) دو سال کے سخت اور نفس دشمن مجاہدات کے بعد انھوں نے اپنے لئے بیعت کا فیصلہ کیا، ''مہر جہاں تاب'' میں ہے کہ سید آدم بنوریؒ اس وقت دہلی میں تشریف رکھتے تھے قیاس ہے کہ غالباً ۱۰۴۹ھ کا زمانہ تھا، اس وقت سید شاہ علم اللہؒ کی عمر اندازاً سولہ سال رہی ہوگی جو یقیناً بہت کم عمر ہے اور اس کمسنی میں یہ حالت خدا کی توفیقِ خاص اور ان کی علوِ استعداد کی علامت ہے۔

سید شاہ علم اللہؒ نے حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند ہی روز میں توفیق الٰہی سے تمام منازلِ سلوک طے کرلیے اور ''ولایتِ خاصہ واخص و خاص الخاص'' اور مراتبِ کمالاتِ نبوت سے سرفراز ہوئے، ''حضرت سید آدم بنوریؒ نے خلافت و نیابت عطا کی اور اپنا عمامہ اور حضرت مجدّد کی دستارِ مبارک عنایت کی۔'' (سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی ص: ۵۹)

خواجہ محمد امین بدخشی جو حضرت آدم بنوریؒ کے مجاز و مقرب ہیں، ''نتائج الحرمین'' میں لکھا ہے کہ دیوان سید خواجہ احمد اور سید شاہ علم اللہؒ دونوں ساتھ گوالیار گئے تھے، اور حضرت آدم بنوریؒ سے بیعت ہوئے تھے اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''دراں ایام کہ سیدی عازمِ حرمین بودند بہ سببِ باراں دو نیم در شہر گوالیار اقامت کردند، حضرت میر سید علم اللہ جیو، و میاں خواجہ احمد بہ صحبتِ ایشاں رسیدہ استفادہ باطنی کردند، فقیر و ایشاں و قاضی و داعی شہر در یک صحبتِ خاصہ و عرفان مخصوصہ استفادہ کردیم، و خارقے ہم از ایشاں دیدم آخر آں در سال ہزار و ہفتاد و پنجم در مکہ ملاقات کردیم ولیکن از احوالِ خود نگفتہ۔''

## سید سلیمان ندویؒ پر رقت، حضرت تھانویؒ کی صحبت کا اثر

فرمایا کہ حضرت سلیمان ندویؒ بھی اتنے بڑے عالم اور صاحب قلم حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں حاضری سے کیا کچھ بن گئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ تو صاحب علم ہیں۔ آپ کو کیا نصیحت کروں پھر فرمایا کہ مولانا صاحب یہی سیکھا ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دینا۔ یہی اس راستہ کی اصل ہے بس جس قدر ہو اپنے آپ کو مٹاؤ۔ فرمایا حضرت والا نے اس جملہ سے سید سلیمان صاحبؒ آبدیدہ ہو گئے رونے لگے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ)

فائدہ: یہ ہے اہل اللہ کا دل مگر لوگ نہیں سمجھتے اہل اللہ جب قرآن شریف سنتے ہیں تو اپنے خدا کو دل دئے ہوئے ہوتے ہیں اب بتلائے کہ کدھر متوجہ ہوں آپ کی طرف یا اللہ کی طرف اس لئے وہ جو کریں اسی پر راضی رہنے میں خیر ہے۔

## حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر تلاوت کا اثر

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کے پاس تھا وہاں لوگوں نے کوئی جلسہ کیا جس میں علماء کو بھی بلایا تھا اور مجھ کو بھی بلایا تھا۔ مولانا تشریف لے گئے تھے۔ ایک لڑکے نے قرآن شریف پڑھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس نے ایسی آیت تلاوت کی کہ میرا قلب تو اڑ گیا اور میں نے کہا کہ بھائی اب میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں اگر مجھ سے وعظ کہلانا تھا تو اس لڑکے سے قرآن نہ پڑھواتے اب میں قابو میں نہیں ہوں اور طبیعت اختیار میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں کیا کہوں گا کیا نکلے گا اس لئے معاف کر دو وعظ نہیں کہہ سکتا۔ (اہل معرفت کی راہیں)

## حضرت تھانویؒ اور وقت کی قدر

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مرض الموت میں جب بیمار اور صاحب فراش تھے اور معالجوں اور ڈاکٹروں نے ملنے جلنے سے منع کر رکھا تھا اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ زیادہ بات نہ کریں۔ ایک دن آنکھیں بند کر کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ لیٹے لیٹے اچانک آنکھ کھولی اور فرمایا کہ بھائی مولوی محمد شفیع صاحب کو بلاؤ۔ چنانچہ بلایا گیا جب مولانا تشریف لائے تو فرمایا کہ آپ ''احکام القرآن'' لکھ رہے ہیں۔۔۔۔ مجھے ابھی خیال آیا کہ قرآن کریم کی جو فلاں آیت ہے اس سے فلاں مسئلہ نکلتا ہے اور یہ مسئلہ اس سے پہلے میں نے کہیں نہیں دیکھا، میں نے آپ کو اس لئے

بتا دیا کہ جب آپ اس آیت پر پہنچیں تو اس مسئلہ کو بھی لکھ لیجئے گا۔ یہ کہہ کر پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بلاؤ جب وہ صاحب آ گئے تو ان سے متعلق کچھ کام بتا دیا۔ جب بار بار ایسا کیا تو مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کی خانقاہ کے ناظم تھے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے تکلف تھے انہوں نے حضرت سے فرمایا کہ حضرت ڈاکٹروں اور حکیموں نے بات چیت سے منع کر رکھا ہے، مگر آپ لوگوں کو بار بار بلا کر ان سے باتیں کرتے رہتے ہیں، خدا کے لئے ہماری جان پر تو رحم کریں۔ ان کے جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا: فرمایا کہ بات تو تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ "وہ لحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہوں۔ اگر کسی کی خدمت میں عمر گزر جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے"۔ (اکابرین کے واقعات)

## حضرت خضر علیہ السلام کا عجیب واقعہ

کسی بستی میں کوئی عالم اللہ والے رہتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام جمعہ جمعہ کو ان کے پاس تشریف لاتے تھے۔ بادشاہ وقت کو پتہ چلا ان عالم سے کہا کہ اب کے حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائیں تو مجھے مطلع کر دیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ جب حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے ان عالم صاحب نے کہا کہ بادشاہ آپ سے ملنے کی تمنا رکھتا ہے۔ اجازت ہو تو بادشاہ کو مطلع کر دوں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔ بعد میں بادشاہ کو خبر لگی تو دریافت کیا اور کہا مجھے کیوں نہ بلایا؟ ان عالم

صاحب نے یوں ہی کچھ کہہ کر ٹال دیا، دوسرے جمعہ کو پھر تشریف لائے، پھر بھی بادشاہ کو اطلاع نہ کی اور بادشاہ کے سوال کرنے پر پھر کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ تیسرے جمعہ کو جب تشریف لائے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اجازت دیدی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی اور وہ حاضر خدمت ہوا۔ ملاقات کی اور سوال کیا کہ کوئی عجیب بات سنادیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کہ اتنی بڑی زمین اتنا بڑا آسمان اور اس میں طرح طرح کی مخلوقات آسمان کا بے ستون ہونا اور اس میں سیارات وکواکب وغیرہ کا ہونا عجیب بات نہیں تو اور کیا ہے؟ بادشاہ کہنے لگا یہ امر تو سب کے سامنے ظاہر ہے۔ اس سے بھی کوئی عجیب بات سنادیں۔ تو فرمایا: کہ ایک وقت وہ تھا جب کہ آپ منی کا ناپاک قطرہ تھے۔ باپ کی صلب سے رحم مادر میں آئے۔ وہاں مختلف تغیرات سے دوچار ہوئے۔ خون حیض سے غذا حاصل کی۔ پھر پیدا ہوئے۔ کچھ مدت تک بچے رہے۔ کھیلے کودے، پھر جوان ہوئے اور آج بادشاہ بنے بیٹھے ہو کتنی عجیب بات ہے۔ اس پر بھی بادشاہ نے یہی کہا کہ یہ تو سب کے سامنے ظاہر ہے اور کوئی عجیب بات سنادیں۔

تو فرمایا: کہ ایک مرتبہ ایک بستی سے باہر جانے کے لئے نکلا تو دیکھا کہ باغ میں ایک کنارہ پر ایک شخص انگوروں کا ٹوکرا لئے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی کہ او مسافر یہاں آ! میں گیا۔ تو اس نے ایک خاص مقدار انگور تول کر مجھے دیئے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی قیمت؟ تو اس نے کہا: کہ لیجاؤ! یہاں کے بادشاہ کا قانون یہی ہے کہ جو مسافر یہاں سے گذرے اس کو اتنی مقدار میں انگور دیدو۔ اور جب میں دوسرے کنارے پر پہنچا تو وہاں دیکھا ایک شخص مٹھائی لئے بیٹھا ہے۔ اس نے بھی مجھے دیکھ کر

آواز دی کہ او مسافر یہاں آ! میں اس کے پاس پہنچا۔ تو اس نے ایک خاص مقدار مٹھائی تول کر مجھے دیدی۔ میں نے اس سے بھی پوچھا کہ قیمت؟ تو اس نے بھی یہی کہا: کہ یوں ہی لیجاؤ۔ یہاں کے بادشاہ کا قانون یہی ہے کہ جو مسافر یہاں سے گذرے اس کو اتنی مقدار مٹھائی دیدی جائے۔ اب میں لے کر چلتا بنا۔ پانچ سو برس بعد ادھر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ باغ اور آبادی کچھ نہیں بلکہ ایک بڑا دریا بہہ رہا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہاں اس طرح کی آبادی تھی باغ تھا؟ اس نے کہا: ہم نے تو کبھی سنا نہیں۔ ہم تو یہی دریا بہتا ہوا دیکھتے سنتے آرہے ہیں۔ وہاں سے چلا آیا۔ پانچ سو برس بعد پھر ادھر سے گذر ہوا تو اب وہاں دریا بھی نہیں بہت بڑا جنگل ہے۔ میں نے ملنے والے لوگوں سے دریا کا حال معلوم کیا تو انہوں نے بتلایا کہ یہاں تو کوئی دریا ہم نے نہیں سنا۔ یہاں تو یہ جنگل ہی چلا آرہا ہے۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ پانچ سو برس بعد پھر ادھر سے گذر ہوا تو دیکھا وہی باغ ہے وہی بستی ہے اور باغ میں دونوں کناروں پر دو شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے پاس سے گذرا تو ایک نے مجھے بلا کر مخصوص مقدار میں انگور تول کر دیئے۔ میں نے پوچھا: کہ قیمت؟ تو اس نے کہا: کہ جا! اللہ کے بندے کل تو تجھے بتایا تھا کہ یہاں کے بادشاہ کا قانون ہی یہ ہے۔ آج پھر قیمت پوچھتے ہو۔ دوسرے کنارے پر مٹھائی والے نے مٹھائی دی قیمت پوچھنے پر اس نے بھی یہی جواب دیا۔ (اہل معرفت کی راہیں، ص/161)

سواب دیکھئے کہ ان کے (حضرت خضر علیہ السلام) کے یہاں پندرہ سو برس گذر گئے اور ان کے یہاں ابھی کل ہی ہے۔

فائدہ: اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ شانہ کی عظیم قدرت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق و مالک ہے، زبردست عظیم قدرت کا مالک ہے۔ اس عالم میں رونما ہونے والے عجیب وغریب محیر العقول واقعات اس خالق و مالک تعالیٰ شانہ کی عظیم قدرت کا پتہ دیتے ہیں۔ اس طرح اس عالم کی ایک ایک چیز ایک ایک ذرہ کی فنائیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

## حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے رشتہ داروں میں تھانہ بھون سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر رامپور ایک بستی میں ختنہ کی تقریب تھی، حضرت کو بھی بلایا گیا، حضرت والا رحمہ اللہ ریل گاڑی سے سفر کر رہے تھے، اس گاڑی میں حضرت رحمہ اللہ کے ایک جاننے والے بھی تھے پوچھا کہ کہاں تشریف لیجا رہے ہیں، حضرتِ والا رحمہ اللہ نے بتایا کہ فلاں جگہ ختنہ کی تقریب میں جا رہا ہوں، ان صاحب نے بتایا کہ حضرت! وہاں تو وہ ساری رسومات ورواجات ہیں جن کو آپ نے ''اصلاح الرسوم'' میں غلط قرار دیا ہے، حضرت نے ان سے تحقیق فرمائی کہ کیا یہ صحیح ویقینی بات ہے؟ انہوں نے کہا: کہ ہاں یہ تحقیقی بات ہے۔ اس پر حضرتِ والا رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ میں رام پور میں فلاں صاحب کے باغ پر چلا جاؤ گا، اگر کوئی میرے متعلق پوچھے تو میرا پتہ نہ بتانا۔ ادھر تو یہ ہوا اور ادھر رام پور میں جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ مولانا تھانوی بھی اس تقریب میں آ رہے ہیں تو کچھ جوانوں نے ایک کمیٹی بنائی اور ایک پوسٹر تیار کیا کہ اس تقریب میں یہ خرافات ہیں پھر بھی اس میں مولانا اشرف علی صاحب شرکت کر رہے

ہیں، تیار کر کے کچھ بڑے لوگوں سے پوچھا کہ ہم اس کو چسپاں کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ابھی نہیں بلکہ جب وہ آجائیں اور شریک ہوجائیں تب چسپاں کرنا۔ دیکھا یہ بڑوں کا مشورہ تھا، بوڑھوں کی ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے۔ حضرتِ والا رحمہ اللہ نے شرکت نہیں کی بلکہ اس باغ میں گئے اور دوسری گاڑی سے باغ ہی سے واپس ہوگئے، اس تقریب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے شرکت فرمائی۔ اس پر لوگوں میں ہلچل ہوئی اور سوالات کیے گئے ۔حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تو اس تقریب میں شرکت کی مگر مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے کیوں شرکت نہیں کی؟ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ بھائی ہم نے فتوے پر عمل کیا اور مولانا تھانوی نے تقوی پر عمل کیا ہے۔ یہ تھے ہمارے اکابر۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنا بڑا مانتے تھے، پھر بھی دیکھئے مولانا نے اپنے سے زیادہ حضرت تھانوی کا مقام بتایا۔ کسی ایک نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے بھی پوچھ لیا کہ آپ نے تو اس تقریب میں شرکت فرمائی مگر آپ کے شاگرد مولانا اشرف علی صاحب نے شرکت نہیں کی؟ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ ہم لوگ عوام الناس کے حالات سے اتنا واقف نہیں جتنا وہ واقف ہیں، ہم کو علم نہیں تھا اس لئے ہم نے شرکت کرلی، اگر ہم کو علم ہوتا ان خرافات کا تو ہم بھی وہی کرتے جو مولانا نے کیا ہے۔ دیکھا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے باوجود اس کے کہ استاذ ہیں اپنے شاگرد کی بات کو نہیں گرایا۔ کسی نے حضرت والا تھانوی سے بھی پوچھ لیا کہ وہ حضرات تو شریک ہوئے، آپ نے کیوں

شرکت نہیں کی؟ تو فرمایا کہ بھائی! میں واپس رامپور سے آیا تو قرآن مجید کھولا تو سورۂ نمل آئی جس میں حضرتِ سلیمان علیہ السلام اور ھدھد کا قصہ مذکور ہے کہ ایک جگہ ھدھد غائب تھا پھر اسکو تلاش کرایا اور بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے، پھر بلقیس اور اس کی قوم کا ذکر کیا۔ حضرت تھانوی نے فرمایا: کہ یہ واقعہ میرے واقعہ کی مثال ہے کہ میں بھی ھدھد کی طرح غائب ہوگیا اور ھدھد مشہور ہے کہ بے وقوف ہوتا ہے، ایسا ہی میں بھی کچھ بے وقوف ہوں، مگر ایک بات میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، جیسے ھدھد تو ایک بات جانتا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں جانتے تھے مگر اس سے ھدھد کی فضیلت نہیں ثابت ہوجاتی، اسی طرح میرے اکابر پر میری فضیلت نہیں ثابت ہوجاتی۔ یہ تھے ہمارے اکابر۔ (افادات ابرار، ص/75)

## دوسرے کی ٹوہ میں لگنا یا چوری سے بات سننا جائز نہیں

چوری سے کسی کی بات سننا کسی طرح جائز نہیں۔ بعض لوگ دوسروں کی باتیں چھپ کر سن لیتے ہیں، بعض لوگ دوسروں کا خط بلا اجازت پڑھ لیتے ہیں، یہ جائز نہیں۔ یاد آیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جب آخری زمانہ میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تو ان دنوں جب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں پہنچ کر بلا اطلاع کبھی نہیں بیٹھتے تھے؛ بلکہ جاتے ہی کہہ دیتے کہ "اشرف علی حاضر ہوا ہے" اور جب واپس ہونا چاہتے تو فرماتے کہ "اشرف علی جارہا ہے" اور اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کرتا تھا کہ حضرت گنگوہی

رحمہ اللہ کو کوئی ایسی بات کرنی ہو جو وہ مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں تو وہ اس وقت بیان نہ کریں، کیوں کہ حضرت کی آنکھیں نہیں تھیں، نظر نہیں آتا تھا، جا کر اگر کوئی بیٹھ جائے تو پتہ نہ چلتا، اس لیے کہہ دیتا کہ اشرف علی حاضر ہے؛ مگر افسوس کہ آج بعض لوگ دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ (جواہر شریعت مجموعہ رسائل جلد نمبر 2)

غرض یہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان گھسنے سے منع فرمایا جب کہ ان کی اجازت نہ ہو۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ حسن سلیقہ کا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عادت یہ تھی کہ کوئی بھی اپنی جگہ سے چیز اٹھاتے، تو واپس اسی جگہ پہنچا دیتے تھے، ایک مرتبہ بڑھاپے کے عالم میں طبیعت بھی خراب چل رہی تھی، اسی حالت میں تہجد کے لیے اٹھے اور رات میں وضو بنانے کے لیے لوٹا اٹھایا اور وضو فرمایا، وضو کے بعد کمزوری کی وجہ سے آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، کچھ دیر بعد جب ہوش آیا، تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ بھائی! میرے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا، وہ گر گیا تھا، اسے اپنی جگہ پہنچا دو؛ تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ (فیضان معرفت جلد چہارم)

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انسپکٹر صاحب کے گھر طلبہ کو دعوت کھانے سے منع کر دیا تو مدرسہ کی عزت اور بڑھ گئی

اسی زمانہ میں ایک دفعہ ایک انسپکٹر صاحب نے طلبہ کی دعوت کو کہلا کر بھیجا، معترضین منتظر تھے کہ دیکھیں ان کو کیا جواب ملتا ہے، آیا ان کے مکان پر طلبہ جائیں گے یا ان

سے بھی مدرسہ میں کھانا منگایا جائے گا، بہت لوگوں کا یہ خیال تھا کہ آج یہ قانون ٹوٹ جائے گا، مگر میں نے ان کو بھی صاف جواب دی دیا کہ طلبہ کسی کے گھر جا کر دعوت نہیں کھا سکتے کیونکہ بعض مصالح سے یہی قانون مقرر کر دیا گیا ہے، تو وہ انسپکٹر بہت اہل ( اور سمجھدار ) تھے انہوں نے کہلا بھیجا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے قانون کو توڑا جائے، جو مصالح کی بناء پر مقرر کیا گیا ہے لیکن اب مجھے یہ بتلایا جائے کہ اگر کوئی شخص طلبہ کی خدمت کرنا چاہے تو اس کے لئے دوسری صورت کیا ہے؟ میں نے رقعہ میں لکھ دیا کہ اگر آپ دعوت کرنا چاہتے ہیں تو کھانا مدرسہ میں بھیج دیں انہوں نے خوشی کے ساتھ منظور کیا حالانکہ ان کا گھر مدرسہ سے بہت دور تھا مگر وہیں سے انہوں نے دیگیں بھجوائیں اور اپنے ملازموں کو اور ایک لڑکے کے ساتھ بھیجا کہ تم خود طلبہ کو کھانا کھلاؤ اور جس چیز کی ضرورت ہو فوراً اطلاع دو اب لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ قاعدہ غریبوں ہی کے واسطے نہیں بلکہ امراء اور حکام کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، پھر کسی کو یہ قاعدہ نا گوار نہیں ہوا، اور سب بے تکلف مدرسہ میں بھیجنے لگے تو صاحبو! حق تعالیٰ رزاق ہیں اگر تم ایک رقم کو شبہ کی وجہ سے واپس کر دو گے وہ دوسری جگہ سے اس سے زیادہ بھیج دیں گے یا وہی رقم اس حالت میں واپس آئے گی کہ اب شبہ نہ رہے گا، پھر تم باوجود شبہ اور کھٹک کے تاویل کر کے اس کو کیوں رکھنا چاہتے ہو یہ برا مرض ہے۔ (تسلیم رضا ص ۱۳۶)

## حضرت اقدس تھانویؒ کی احتیاط وتقویٰ

ایک دفعہ مراد آباد میں اثناء وعظ میں بلقان کی تحریک کے لئے لوگوں نے چندہ دینا

شروع کیا۔ایک تحصیلدار صاحب نے بھی کسی جو کسی قدر مخبوط الحواس بھی تھے سو روپیہ دیئے اس وقت تو میں ان کے چندہ سے خوش ہوا کیونکہ الدال علی الخیر کفاعلہ کے موافق تحریک کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے لیکن بعد میں اس نے مجھے بتلایا جیسے ثواب ملتا ہے کبھی سوء مدلول سے عذاب بھی ملتا ہے گو دنیوی ہی سہی، واقعہ یہ ہوا کہ اس شخص نے مجلس ہلال احمر مرادآباد سے یہ درخواست کی کہ میرے سو روپیہ کی رسید قسطنطنیہ سے الگ منگا کر دو، اراکین مجلس نے اس سے انکار کیا، کیونکہ وہاں سو روپیہ کو پوچھتا کون ہے ،قاعدہ یہ ہے کہ جب دس بارہ ہزار جمع ہو گئے اس کی ایک قسط بھیج دی گئی، وہاں سے اس قسط کی رسید آ گئی، الگ الگ سو پچاس کی رسید نہیں آ سکتی، جب اراکین مجلس نے اس سے انکار کیا تو اس نے مجھے نوٹس دیا کہ میں نے آپ کی تحریک پر چندہ دیا تھا اب یا تو آپ میرے سو روپیہ کی الگ رسید منگوا کر دیں ورنہ میں دعویٰ کر دوں گا، میں نے مرادآباد میں اپنے احباب کے پاس سو روپیہ اپنے پاس سے بھیجد یئے کہ یہ ان تحصیلدار صاحب کو دیدو اور ان سے باقاعدہ رسید لے لو تا کہ وہ پھر کچھ نہ کہہ سکیں، دوستوں نے مجھے لکھا کہ آپ پر یہ تاوان کیوں ڈالا جائے، ہم اپنے پاس سے چندہ کر کے یہ سو روپیہ ادا کر دیں گے اور آپ کی رقم واپس ہے۔ جب وہ سو روپیہ میرے پاس واپس آئے تو میں نے منظور نہ کئے بلکہ دوبارہ ان ہی کو واپس کر دیئے کہ اب میں ان کو واپس نہ لوں گا ،اسی طرح چند بار لوٹ پھیر ہو کر جانبین کے اتفاق سے وہ رقم ایک نیک مصرف میں لگا دی گئی، اس دوران میں ایک عالم صاحب میرے پاس آئے ہوئے تھے جو صاحب درس بھی تھے، صاحب فتویٰ بھی وہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے پاس سے یہ رقم کیوں

بھیجی، آخر آپ کے پاس اس مد کی اور بھی تو رقم ہو گی میں نے کہا ہاں ! موجود ہے، کہنے لگے بس اسی میں سے یہ تاوان ادا کر دیا ہوتا، میں نے کہا سبحان اللہ ! جن لوگوں نے اس چندہ میں مجھے رقم دی ہے وہ ترکوں کو بھیجنے کے لئے دی ہے یا اس واسطے دی ہے کہ میں اس سے ناگہانی تاوان بھی ادا کیا کروں، وہ تاویل سے اس کو جائز کرنے لگے اور وہ تاویل یہ تھی کہ اگر وہی رقم تحصیلدار کی محفوظ ہوتی تو اس کا واپس کرنا تو جائز تھا ہی، اور چونکہ مد متحد ہے اس لئے مد کی تمام رقمیں اس رقم کے ساتھ متحد ہیں میں نے کہا ان گندی تاویلات سے مجھے معاف کیجئے، خیر یہ تاویل تو بہت ہی صریح البطلان تھی لیکن جہاں محتمل الصحۃ بھی ہو، مگر دل قبول نہ کرے وہاں بھی اس پر عمل نہ کیا جائے ایسے ہی مواقع کے لئے یہ حکم ہے۔ استفت قلبک ولوافتاک المفتون۔

کہ باطنی مفتی کے خلاف ظاہری مفتی کا قول نہ لیا جائے خصوصاً جب کہ مفتی خود ہی مفتون ہو (یعنی فتنہ میں مبتلا ہو) وہاں تو فتووں پر اعتماد کرنا ہی نہ چاہئے بلکہ فتوی کے ساتھ اپنے دل کو بھی دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ (ارضاء الحق ملحقہ تسلیم ورضا ص ۱۲۹)

## حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا نااہل کو مدرسہ کا ممبر بنانا گناہ ہے

حضرت مولانا گنگوہیؒ اس قدر مضبوط اور قوی القلب تھے کہ بڑے بڑے فتنہ وفساد کے وقت بھی مستقل (اور ثابت قدم) رہتے اور از جارفتہ (حواس باختہ) نہ ہوتے تھے اس کا راز یہی تھا کہ وہ صرف ایک ذات کی رضا پر نظر رکھتے تھے، ثمرات پر نظر نہ کرتے تھے ایک زمانہ میں مدرسہ دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی اور اہل قصبہ کا

مطالبہ وہی تھا جو آج کل ہو رہا ہے کہ ایک ممبر ہماری مرضی کے موافق ممبران مدرسہ میں بڑھادیا جائے مولانا گنگوہیؒ اس کو منظور نہ فرماتے تھے۔

یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ اس زمانہ میں جو میرا دیوبند جانا ہوا تو مجھے مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوا، میں نے حضرت کو ایک خط لکھا کہ اس وقت اگر شہر والوں کا مطالبہ مان لیا جائے تو مدرسہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا کیونکہ مجلس شوریٰ میں کثرت آپ کے خدام کی ہے اور کثرت رائے سے ہی فیصلہ ہوا کرتا ہے، ان کے ایک ممبر کی رائے سے فیصلہ پر کچھ اثر نہیں ہوسکتا اور مطالبہ نہ ماننے میں مجھے مدرسہ کے بند ہوجانے کا اندیشہ ہے، تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضاء حق مقصود ہے اور نا اہل کو ممبر بنانا معصیت ہے، جو خلاف رضائے حق ہے اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اس پر ہم سے مؤاخذہ ہوگا، اگر اہل شہر کے فتنہ سے مدرسہ بند ہو گیا تو اس کے جوابدہ وہ قیامت میں خود ہوں گے، کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا، ہم سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ (نصیحۃ العلماء۔ ریا ونمود ایک مہلک مرض)

## حکیم الاسلام قاری طیب صاحبؒ نے از خود دیوبند سے مدرسہ ہتھوڑا کے لئے معائنہ لکھ کر بھیج دیا

حضرت مولانا انتظام صاحب فرماتے ہیں کہ: جب پہلی بار قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند شہر باندہ کے لئے آئے اس وقت تک ہتھوڑا کبھی نہیں آئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب ان سے ملنے کیلئے باندہ گئے ملاقات کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے مہتمم صاحب سے کہا کہ میں شام کو حاضر ہوجاؤں گا ابھی اجازت دید یجئے

بچوں کو سبق دینا ہے، حضرت قاری صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے فرمایا میں آپ کا مدرسہ دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت نے کہا کہ حضرت وہ مدرسہ ہی کیا ہے چند بچے ہیں راستہ بھی بڑی دشواری کا ہے، آپ کو تکلیف ہوگی، حالانکہ اس وقت تقریبا تین سو بچے تھے مہتمم صاحب بار بار جانے کو کہہ رہے تھے ادھر حضرت علیہ الرحمہ نہ جانے کا سماں بنا رہے تھے، پھر حضرت علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ اتنے بڑے لوگوں کو اتنی چھوٹی جگہ لے جانے سے کیا فائدہ کہیں تکلیف نہ پہنچ جائے، بہر حال ہم لوگ مدرسہ واپس لوٹ آئے ادھر قاری صاحب کا منشا پاکر لوگوں نے انکو مدرسہ پہونچا ہی دیا، مولانا علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے خوب خاطر مدارات کی چند گھنٹے رہ کر واپس ہونے لگے تو میں ایک رجسٹر میں معائنہ لکھوانے چلا حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے مجھے منع کیا یہ مدرسہ ہی کیا ہے جو معائنہ لکھائیں ایسے حضرات کو معائنہ کیلئے نہیں بلوایا جاتا، بہر حال قاری صاحب نے دیوبند پہنچ کر باقاعدہ از خود (ایک معائنہ لکھ کر حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ فرمایا) (حقیقت وصداقت ص:۱۰۴)

**فائدہ:** حضرت قاری صدیق صاحبؒ کی تواضع اور بے نفسی کی یہ اعلی ترین مثال تمام اہل مدارس کے لئے چراغ ہدایت ہے۔ کیجئے اس سے صحیح روشنی حاصل۔

## جب حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں ڈرتے ڈرتے گئے

حضرت اقدس باندویؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے متعدد بار ملاقات کی لیکن حضرت تھانویؒ کا آخری زمانہ تھا "تھانہ بھون" حاضری کا ایک قصہ خود بیان فرماتے ہیں

کہ ایک مرتبہ تھانہ بھون حاضری کے موقع پر میرے رفیق درس مولانا وجیہ الدین صاحب بھی تشریف لے گئے جو مولانا نبیہ صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی) کے صاحبزادے تھے اس لئے میں ان کا بہت لحاظ کرتا تھا، درجہ میں عبارت پڑھنے میں جب تنافس ہوتا، سبقت لے جانے کی بازی لگتی تو میں نے ہمیشہ ان کو ترجیح دی، وہ ہمیشہ عبارت پڑھنے اور ہر معاملہ میں پیش قدمی کی کوشش کرتے، میں کبھی ان کے مقابلے میں نہیں آیا بلکہ ان ہی کو آگے بڑھنے دیا محض اس بنا پر کہ بزرگ زادہ ہیں، تھانہ بھون حاضری کے موقع پر بھی اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی انہوں نے پیش قدمی کی اور حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سب سے پہلے جا پہنچے حضرت تھانوی کی عادت تھی کہ آنے والے سے دریافت کرتے تھے کہ کہاں سے آئے، کس کام سے آئے، کتنا وقت لے کر آئے، اسی قسم کے سوالات ان حضرت سے بھی حضرت تھانویؒ نے کئے رعب کی وجہ سے وہ کسی کی بات کا جواب نہ دے سکے، ایک مرتبہ دو مرتبہ پوچھا لیکن پھر بھی خاموشی، جواب نہ ملنے پر حضرت تھانویؒ ناراض ہوگئے، اور فرمایا نکالو اس شخص کو، اسکو اتنی بھی تمیز نہیں، میرا وقت ضائع کیا۔ اسکے بعد میرا نمبر تھا، میں بہت ڈر رہا تھا، کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، زمانۂ طالب علمی میں ہمیشہ میری عادت رہی ہے کہ پنسل اور کاغذ ہر وقت جیب میں میرے ساتھ رہتا، کوئی اہم بات، علمی نکتہ، معلوم ہوتا فوراً لکھ لیتا، اتفاق سے اس وقت بھی چھوٹی ڈائری میرے پاس موجود تھی میں نے فوراً ایک کاغذ میں لکھا کہ صدیق احمد میرا نام ہے ضلع باندہ کا رہنے والا ہوں، مظاہر علوم میں پڑھتا ہوں، حضرت سے ملاقات کے لئے حاضری ہوئی ہے، فلاں وقت واپس جانا ہے اور حضرت کی خدمت

میں یہ کاغذ پیش کر دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا، دونوں ایک ہی مدرسہ کے طالب علم ہیں ایک وہ ہیں اور ایک یہ ہیں، لیکن یہ حضرت تھانوی کا بالکل آخری دور تھا، جس وقت حضرت نے لوگوں کو بیعت کرنا بند فرما دیا تھا، اس لئے حضرت والاؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے بیعت نہیں ہو سکے۔ (حیات صدیق، ص: ۱۳۴)

## حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے فرمایا صدیق تم واقعی صدیق ہو

فرمایا معلوم نہیں بزرگان دین مشائخ پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ کیوں نہیں رکھتے، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ درسی کتابیں مرقاۃ وغیرہ سب پڑھایا کرتے تھے، اور اخیر عمر تک پڑھاتے رہے، ایک مرتبہ میں حاضر ہوا تو مرقاۃ کا سبق پڑھا رہے تھے، میں کثرت سے حضرت کے پاس جایا کرتا تھا، اس زمانہ میں باندہ سے الہ آباد ٹرک بہت چلا کرتے تھے، باندہ میں اس وقت غلہ بہت ہوتا تھا، ملک کے مختلف حصوں میں یہاں سے غلہ جاتا تھا، الہ آباد بھی جاتا تھا اس لئے الہ آباد ٹرک بہت چلتے تھے، منو بھائی (باندہ کے صاحب ثروت مشہور آدمی) کی بسیں بھی بہت چلتی تھیں، جس میں میرا کرایہ نہ لگتا تھا اس لئے الہ آباد کثرت سے حاضری ہوتی رہتی تھی، اگر ٹرک سے جاتا تو گھاٹ پر اتر جاتا، پل پر ایک کنارہ پڑا سوتا رہتا اور صبح رکشہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتا، ایک مرتبہ حاضر ہوا تو شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے پوچھا کہ اتنی جلدی صبح کیسے آ گئے، احقر نے عرض کیا رات ہی آ گیا تھا پل پر گھاٹ پر سوتا رہا، حضرت بہت ہنسے اور فرمایا صدیق کو دیکھو رات میں آیا اور گھاٹ پر وہیں سوتا رہا مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا تھا صدیق تم واقعی صدیق ہو۔ (مجالس صدیق، ص: ۷۱)

## نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر بھوت اور شیطان سوار رہے گا اور وہ نقصان پہنچائے گا

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں تعویذ کی غرض سے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری عجیب حالت ہے، دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور وساوس آتے رہتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، کبھی خودکشی کر لینے کو جی چاہتا ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا اور کسی کام میں مستقل مزاجی نہیں، احساس کمتری کا شکار ہوں، ایسا لگتا ہے کہ ہر وقت شیطان سوار ہے، حضرت نے ان صاحب سے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہو؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ نہیں پڑھتا، حضرت نے فرمایا: جو اصل علاج ہے، اس کو تو کرتے نہیں، ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہو، کرایہ خرچ کرتے ہو ہزاروں روپیہ برباد کرتے ہو، ادھر ادھر کے علاج میں نہ معلوم اب تک کتنا پیسہ خرچ کیا ہوگا، اگر ابھی میں کہہ دوں کہ فلاں جگہ چلے جاؤ فلاں ڈاکٹر اچھا ہے اس سے علاج کراؤ فائدہ ہوگا تو ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالو گے لیکن اصل علاج جو بتلاتا ہوں اس کو کرتے نہیں، اس کے کرنے میں جان نکلتی ہے، جب تم نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر شیطان نہیں سوار ہوگا تو اور کیا سوار ہوگا، اور جب شیطان ہر وقت مسلط رہے گا تو گندے خیالات اور وساوس نہ آئیں گے تو کیا اچھے خیالات آئیں گے، میں سچ کہتا ہوں اگر آج ہی سے تم نماز کا اہتمام شروع کر دو، صفائی کا اور پاکی کا اہتمام رکھو، پانچوں وقت وضو کرو اور وضو کر کے سورہ 'انا انزلنا' پڑھو، اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے

ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے پیو دیکھو نہ فائدہ ہوا تو کہنا یہ ہے اصل علاج، یعنی اللہ کی طرف انابت، توبہ، استغفار، دعاء، نماز کی پابندی، اس سے دل کو سکون ملتا ہے یہ تو کرتے نہیں محض تعویذ سے کام چلانا چاہتے ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ بے نمازی کے لئے اگر غوث قطب بھی دعاء کریں تو اس کے حق میں ان کی دعاء قبول نہیں ہوتی، تعویذ بے چارہ کیا کرے گا۔ (مجالس صدیق:۱۳۵)

## واقعہ شاہ ابرار الحق صاحبؒ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ وضو کیا، پھر وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے، پھر تیسری جگہ چلے گئے، وہاں جا کر وضو مکمل کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کیا ہو گیا؟ آپ نے جگہ جگہ وضو کیوں کیا؟ فرمایا جہاں وضو کرتا ہوں وہاں چیونٹیوں کا مرکز ملتا ہے، ان کی آپس میں رشتہ داری ہوتی ہے، اگر پانی کے دھارے سے یہ رشتہ داری ٹوٹ گئی، کوئی اِدھر بہہ گئی کوئی اُدھر تو میرا دل زخمی ہوتا ہے کہ یہ چیونٹیاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں، میں انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ اب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سنیے کہ: قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِي تَفْسِيرِ الْاَبْرَارِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْذُوْنَ الذَّرَّ۔ جو چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے۔ ہاں میرا مرشد ابرار بھی ایسا ہی ہے۔ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو دیکھیے کہ چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور آج خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دیکھیے۔ (ذکر اللہ اور اطمینان قلب)

## حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور اتباع سنت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی پوری زندگی میں اور زندگی کے ہر پہلو میں اتباع سنت کا رنگ نمایاں تھا، چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ حضورؐ کا اس موقع پر طرز عمل کیا تھا، مرض الوفات میں جب بغیر سہارے کے بیٹھ نہیں سکتے تھے تو تکیہ کا سہارا لگایا جاتا یا کوئی فرد بیٹھ کر سہارا دے رہتا، ایسی حالت میں ایک بار آپ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا، گھر کے افراد نے کہا آپ اسی طرح ٹیک لگائے ہوئے کھانا تناول فرمائیں تو فرمایا کہ بھائی! رسول اللہؐ نے ٹیک لگا کر کھانے سے منع فرمایا ہے، پھر تکیہ سے ہٹ کر آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ (مآثر شیخ الاسلام)

## علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علمی طلب وشغف

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی شخصیت سے کون ناواقف ہے، علمی حلقے کی ایک ممتاز اور علم کی ایک بحر ذخار شخصیت تھی، حضرت کی علمی طلب اور دلچسپی کا یہ حال تھا کہ زندگی کے آخری ایام میں مرض الوفات میں جب ہاتھ ہلانے کی بھی طاقت نہ رہی تو کروٹ پر لیٹتے اور سامنے کرسی پر کتاب کھلی ہوئی کھڑی رہتی، جب پورا صفحہ مطالعہ فرمالیتے تو کسی کی طرف ورق پلٹنے کے لئے اشارہ کرتے، وہ ورق پلٹ دیتا، اور حضرت اس کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ (اسلاف کی طالب علمانہ زندگی اور اصول وآداب کی مثالی رعایت)

## قاری طیب صاحبؒ کی آمد پر اہل بدعت کی ناکام سازش

باندہ کے بدعتیوں کو جب علم ہوا کہ قاری محمد طیب صاحب تشریف لا رہے ہیں تو

انہوں نے بڑا شور برپا کیا کہ وہابیوں کا امام آرہا ہے پورا زور لگادیا کہ باندہ کی سرزمین پر قاری صاحب تشریف نہ لاسکیں، کوتوالی میں جا کر اطلاع کردی کہ ان کے آنے سے فتنہ کا خطرہ ہے، دیگر افسران سے مل کر پابندی لگانا چاہی تھی لیکن شمیم محسن کے والد صاحب خود مجسٹریٹ تھے، بڑے افسران سے ان کے گہرے روابط تھے، اس لئے مخالفین کی کچھ نہ چلی، بدعتیوں نے بڑا زور لگایا اور بہت شوروغل مچایا بڑے بڑے لوگوں کے پاس جا کر کہا کہ ان کو ہرگز نہ آنا چاہیئے، پولیس داروغہ سب سے ملے، جب زیادہ تدبیریں کیں تو شمیم محسن صاحب نے ایک تدبیر اختیار کی کہ سب کی دعوت کردی مخیر آدمی تھے، اللہ نے خوب دیا تھا چنانچہ عمومی پیمانہ پر باندہ کے تمام بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کردی اور اس طرح سب کا منھ بند کردیا، جب ہر طرف سے مخالفین ناکام ہوئے تو ایک تدبیر اور اختیار کی کہ اطراف اور دیہاتیوں میں جا جا کر پروپیگنڈہ کیا کہ ایک وہابی کافر آرہا ہے کوئی اس سے ملنے نہ جائے اس کی تقریر نہ سنی جائے پورا علاقہ میں ہلچل مچ گئی اور ان لوگوں نے پورا زور لگادیا کہ ایک آدمی بھی جلسہ میں شریک نہ ہونے پائے، منو بھائی کو جب اس کا علم ہوا تو اپنی تمام گاڑیاں بالکل فری کردیں اس وقت ان کی بارہ گاڑیاں چلتی تھیں چاروں طرف بسیں پھیلا دیں جس کو آنا ہے آئے کوئی کرایہ نہیں، پھر کیا تھا کھچا کھچ بھرے ہوئے آدمی گاڑیوں سے آنے لگے اطراف اور دیہات سے کافی لوگ جمع ہوگئے۔

ان کم بختوں نے ایک شرارت اور کی عین وقت میں جب کہ مجمع کافی ہوچکا تھا جامع مسجد کا سارا پانی جو ٹینکوں اور ڈراموں میں بھرا ہوا تھا سارا پانی چپکے سے بہا دیا۔ اب

پینے کے لئے پانی نہیں، بڑی سخت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہئے فوراً کچھ لوگوں نے یہ تدبیر اختیار کی شہر سے گھروں گھروں سے رسی بالٹی مانگ لائے اور کنویں سے پانی کھینچنا شروع کیا، دیہات کے لوگ تو تھے ہی تھوڑی دیر میں دیکھا کہ پوری ٹنکی اور خالی ڈرم سب بھر گئے، اس طرح پانی کا انتظام ہوگیا، اس کے بعد قاری صاحب کا بیان ہوا ہے واقعی وہ بیان تھا، اور قاری صاحب کا تو ہر بیان عجیب وغریب ہوتا تھا، راقم جامع ملفوظ (مفتی محمد زید) عرض کرتا ہے یہ اللہ کی کھلی نصرت وحمایت تھی حضرت اقدس دامت برکاتہم تو اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت آپ کو قاری صاحب کی تشریف آوری کی اطلاع ملی، اعتکاف کی حالت میں حضرت نے اللہ سے دعاء مانگی گریہ وزاری کی اللہ نے غیب سے کس طرح انتظام فرمایا اور مخالفین کی سازشوں کو کس طرح ناکام کیا، واقعۃً دعاء اور اخلاص میں بڑی طاقت ہے سچ ہے من کان للہ کان اللہ لہ، جو اللہ کا ہوجاتا ہے اور جس کا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے اللہ اسکا ہوجاتا ہے۔ (مجالس صدیق، ص:۱۳۹)

## شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک روز فرمایا کہ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بلخ تشریف لے گئے شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل پر آ کر استقبال کیا اور بہت اعزاز واحترام کے ساتھ لیکر بلخ پہونچے، وہاں پہونچ کر صاحبزادہ صاحب کی خوب خوب خاطریں کیں ہر روز نئے نئے اور لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے انکو

مسند پر بٹھاتے خود خادموں کی جگہ بیٹھتے آخر جب شاہ ابوسعیدؒ نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی اشرفیاں بطور نذر پیش کیں اس وقت شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ ''حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ اس کے لئے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہئے جو آپ ہمارے یہاں سے لیکر آئے ہیں'' پس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ بدل گئی اور جھڑک کر فرمایا جاؤ طویلہ میں جا کر بیٹھو اور کتوں کے دانہ راتب کی فکر رکھو، غرض یہ طویلہ میں آئے شکاری کتے ان کی تحویل میں دیدئے گئے کہ روز نہلائیں دھلائیں اور صاف ستھرا رکھیں، کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے، آدمی سے کہد یا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت گھر سے لادیا کرو اب شاہ ابوسعید صاحبؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا، تین چار ماہ بعد جب ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کر کے لے جائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گزریو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعید پر پڑی شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا تیوری چڑھا کر بولے'' نہ ہوا گنگوہ ورنہ اچھی طرح مزا چکھاتا غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اس لئے کچھ کر نہیں سکتا'' بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کر دیا حضرت نے فرمایا'' ہاں ابھی بو ہے صاحبزادگی کی'' پھر دو ماہ تک خبر نہ لی اس

کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعید پر ڈال کر جواب سنے کہ کیا ملتا ہے چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی اس مرتبہ شاہ ابو سعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے، بھنگن نے آ کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے حضرت شیخ نے فرمایا ''ابھی کچھ بو باقی ہے'' پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ٹوکرا سر پر پھینک دیجیو کہ پاؤں تک بھر جائیں چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر شاہ ابوسعید بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا اس لئے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے ''مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی'' فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اُٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کی کہ ''لا میں بھر دوں'' بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آ کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ الٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈال دی شیخ نے فرمایا'' بس اب کام ہو گیا'' اسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا، شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے شاہ ابوسعید کتوں کی زنجیر تھامے پا بہ رکاب ہمراہ ہو لئے، کتے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابوسعید بچارے سوکھے بدن کمزور اس لئے کتے ان کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے بہتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر انہوں نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار جو نظر پڑا تو کتے اس پر لپکے اب شاہ ابوسعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے ساتھ کھنچے کھنچے چلے جاتے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر

چبھی بدن سارا لہولہان ہو گیا مگر انہوں نے اف نہ کی جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپیں کہ حضرت خفا ہو نگے اور فرمائیں گے حکم کی تعمیل نہ کی کتوں کو روکا کیوں نہیں؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہولیا اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوس کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ''نظام الدین میں نے تو تجھ سے اتنی کڑی محنت لی نہ تھی جیسی تو نے میری اولاد سے لی''۔ صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگالیا اور فرمایا خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ غرض مجاز طریقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔ (فیضان گنگوہی، ص/116)

## حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا واقعہ

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا، جنازہ تیار ہوا، ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا مخلوق مورو ملخ کی طرح جنازہ پڑھنے کے لئے نکل پڑی تھی، انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حد نگاہ تک نظر آتا تھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی مانند یہ مجمع ہے، جب جنازہ پڑھنے کا وقت آیا، ایک آدمی بڑھا۔ کہتا ہے کہ میں وصی ہوں مجھے حضرتؒ نے وصیت کی تھی، میں اس مجمع تک وہ وصیت پہنچانا چاہتا ہوں، مجمع خاموش ہو گیا۔ وصیت کیا تھی؟ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں:

(۱) پہلی خوبی یہ کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔

(۲) دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔

(۳) تیسری بات یہ کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ اتنا عبادت گذار ہو کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔

جس شخص میں یہ چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے، جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا، سناٹا چھا گیا۔ لوگوں کے سر جھک گئے، کون ہے جو قدم آگے بڑھائے؟ کافی دیر گذر گئی حتی کہ ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جنازے کے قریب آیا، جنازے سے چادر ہٹائی اور یہ کہا: حضرت قطب الدین! آپ خود تو فوت ہو گئے، مجھے رسوا کر دیا، اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر وناظر جان کر قسم اٹھائی، میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں۔ لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمشؒ تھا۔ (ملاحظہ ہو: خطباتِ فقیر ۱/۱۳۰)

## حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے عالم اور مفتی کی بیعت کی درخواست پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار شرطوں سے آپ کو بیعت کروں گا۔ آپ دورۂ حدیث دوبارہ دیوبند جا کر پڑھیں، کیوں کہ دورہ آپ نے غیر مقلدین سے پڑھا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آپ کے حروف قرآن پاک کے اعلیٰ درجہ کے نہیں ہیں، جس معیار کے آپ عالم اور مفتی ہیں اُسی معیار سے حروفِ قرآنِ

پاک کی تصحیح کیجیے اور اُس قاری سے سند بھی لائیے کہ میں نے تجوید و قرأت کی مشق کر لی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تعلیمِ قرآن دی ہے وہاں کیفیتِ ادائیگی بھی اُن کو سکھائی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ** کی تفسیر میں دو جملے فرمائے ہیں: **اَیْ يُفَهِّمُهُمْ اَلْفَاظَهٗ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَّةَ اَدَاءِهٖ**۔ (روح المعانی: 387 / 1، البقرۃ (129)، دار احیاء التراث، بیروت)

یعنی میرا نبی صحابہ کو الفاظِ قرآن کی تعلیم بھی دیتا ہے اور کیفیتِ ادائیگی بھی سکھاتا ہے، یہی تجوید کی دلیل ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ چالیس خط مسلسل اصلاح کے لیے لکھیے، کیوں کہ اصلاح فرض ہے، بیعت سنت ہے اور اصلاح کے لیے بیعت شرط نہیں۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنے گھر میں سے یہ خط سند کا لائیے کہ یہ مولانا مجھ کو آرام سے رکھتا ہے، پٹائی نہیں کرتا، انڈا کھلاتا ہے، مرنڈا پلاتا ہے اور ڈنڈا نہیں لگاتا، اس کا سرٹیفکیٹ لائیے۔ اگر آج اس کی سند علماء اور مشائخ مانگ لیں تو جو خلیفہ بنے ہوئے ہیں اُن کی خلافت چھن جائے گی۔ میں نے بیویوں کو ستانے میں بعضے مولویوں کو نمبر ون دیکھا ہے۔ خطابت کے بعد چوں کہ ہاتھ چومے جاتے ہیں، واہ واہ ہوتی ہے، چناں چہ وہ یہی توقع لے کر بیویوں کے پاس آتے ہیں کہ بیوی بھی ایسے ہی میرا ہاتھ چومے گی، لیکن بیویاں اتنی کہاں کسی کی ایسی معتقد ہوتی ہیں خواہ ساری دنیا معتقد ہو جائے۔

## بیوی سے اس کے ٹیڑھا پن کے ساتھ ہی فائدہ اٹھالو

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے دُعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی ایسی

کرامت دے دے جسے میں اپنی بیوی کو دکھادوں اور یہ میری معتقد ہوجائے، ٹرٹر نہ کرے، کھٹ پٹ کھٹ پٹ باتیں نہ کرے، تو فوراً آسمان سے آواز آئی کہ تجھ کو کرامت دے دی گئی، اس چار پائی پر بیٹھ جا، یہ اُڑے گی، گھر کے اوپر تین چار چکر لگالے، تیری بیوی دیکھے گی کہ آج کوئی اُڑا جارہا ہے تو پھر بتادینا کہ میں ہی تھا۔ چناں چہ وہ چار پائی پر بیٹھ کر ہوا میں اُڑے، گھر کے اوپر سے کئی دفعہ گزرے۔ اب بڑھیا چشمہ لگائے ہوئے، بڑے غور سے دیکھ رہی تھی کہ آج کوئی بڑا بزرگ آیا ہے۔ جب وہ بزرگ اُتر کر آئے، تو اپنی بیوی سے کہا تم نے کوئی بزرگ اُڑتے ہوئے دیکھا؟ اُس نے کہا کہ ہاں ہاں دیکھا ہے، بزرگ اس کو کہتے ہیں جو ہواؤں پر اُڑتے ہیں، ایک تو ہے جو زمین پر دھرا رہتا ہے، مٹی کا ڈھیلا۔ اُن بزرگ نے دل میں سوچا کہ آج میں کامیاب ہوگیا، کیوں کہ معتقد تو ہو ہی گئی۔ کان میں کہا کہ اری نیک بخت! وہ بزرگ میں ہی تو تھا۔ تب اُس بڑھیا نے کہا اچھا آپ ہی تھے! اُفوہ! جبھی تو میں کہوں کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اُڑ رہا ہے۔ دیکھا آپ نے عیب نکال دیا کہ نہیں؟ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، اگر سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ (صحیح البخاری: 779/2 (5200)، باب المداراۃ مع النساء، المکتبۃ المظہریۃ)

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر اس سے فائدہ اُٹھانا ہے تو اس کے اسی ٹیڑھے پن کے ساتھ فائدہ اُٹھالو، ان کے ناز نخرے بھی برداشت کرلو۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے تو میں پہچان جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے؟ فرمایا جب تو روٹھ جاتی ہے تو یوں قسم کھاتی ہے **وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ** ابراہیم کے رب کی قسم۔ اور جب خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے **وَرَبِّ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)** (صحیح البخاری:787/2(5243)،باب غیرۃ النساء ووجدھن، المکتبۃ المظہریۃ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کو کچھ ناز ونخرے کا بھی حق ہے، ملّائیت ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ بیوی سے بھی ایسی توقع رکھو کہ جیسے مقتدی ہاتھ پیر چومتے ہیں، بیوی بھی ایسے ہی ہاتھ چومے، وہ آپ کو نہیں چومے گی بلکہ آپ اُس کو چومیے، اُلٹی گنگا مت بہاؤ، اس لیے اُس کے گال پر بال نہیں ہیں۔ عورت کے گال پر بال اس لیے نہیں ہیں کہ شوہر اس سے فائدہ اٹھائیں اور مردوں کے لیے داڑھی کا حکم دے دیا گیا، تاکہ اُس کے گالوں کو فارغ البال دیکھ کر کوئی چُمّا نہ لے لے۔ آج داڑھی کا راز سمجھ لو۔ میں نے آج تک جتنے شیر دیکھے اُن سب کے داڑھی تھی۔ میں جنوبی افریقہ کے ۳۰۰ سو کلومیٹر کے جنگل میں بھی گیا۔ بیس بیس شیروں کو دیکھا، شکار کر کے اکٹھے جانور کو کھاتے ہیں، ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ شیر کو بیٹھے ہوئے دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیخ کامل بیٹھا ہوا ہے۔ اگر دُم نہ ہو تو تمام شیر شیخ کامل معلوم ہوں، لیکن دُم سے وہ اپنی حیوانیت کا تعارف کراتے ہیں۔ میں اس لیے اس کو بیان کرتا ہوں کہ دُنیا بھر کے شیروں کو دیکھ لو، اُن کے داڑھی ہوتی ہے اور شیرنی کا گال چکنا ہوتا ہے اور شیر شیرنی کا بہت اکرام کرتا ہے۔ میں ابھی خود اپنی آنکھوں سے تازہ تازہ دیکھ کر آرہا ہوں کہ ایک شیرنی اور ایک شیر جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے، شیرنی اُٹھ کر دس قدم آگے چلی گئی تو شیر صاحب اُس کے پیچھے پیچھے دست بستہ پا گرفتہ چلے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا

کہ یا اللہ! یہ شیر جو بہادری میں مشہور ہے یہ بھی اپنی بیوی کا غلام بنا ہوا ہے۔ کمال ہے کہ سارا غرانا اور شیریت ختم، اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے، جہاں شیرنی جا کر بیٹھی یہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا کہ سبق حاصل کرو۔ بیوی کی محبت شیروں سے سیکھ لو۔ میں بڑے بڑے جلسوں میں کہتا ہوں کہ اے مسلمان بھائیو! آپ شیر بننا چاہتے ہیں یا شیرنی؟ سب کہتے ہیں شیر۔ میں کہتا ہوں کہ شیر کے داڑھی ہوتی ہے؟ سب کہتے ہیں ہاں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بس تم بھی داڑھی رکھ لو، شیر محمد نام رکھنے سے شیر نہیں ہو گے، داڑھی رکھنے سے شیر بنو گے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش

کہ انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

کس کو حق ہے کہ وہ اللہ سے کہے کہ مجھے صاف والی پلاؤ یا تلچھٹ والی۔ جو میرا ساقی مجھے دے گا وہی پلاؤں گا۔

کہ انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

مجھے میرا اللہ جو بھیک دے گا میں وہی پیش کروں گا۔ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لے گئے اور دیوبند میں دورۂ حدیث کیا۔ چالیس خط لکھے۔ دو شرطیں پوری ہوگئیں، پھر اپنے شاگرد سے جس کو دورہ پڑھایا تھا اُسی سے تجوید و قرأت سیکھی۔

ایں چنیں شیخے گدائے کوبہ کو

عشق آمد لا ابالی فاتقوا

عشق اس کو کہتے ہیں کہ اتنا بڑا شیخ، اتنا بڑا عالم، اتنا بڑا مفتی اپنے شاگرد سے قرأت کی

مشق کر رہا ہے۔ پھر سند لی کہ بیٹا مجھے کچھ لکھ دو، کیوں کہ مجھے بیعت ہونا ہے۔ شاگرد نے لکھ دیا کہ حضرت تجوید وقرأت میں اوّل نمبر آ گئے ہیں۔ تین شرطیں ہو گئیں۔ (تعلیم وتزکیہ کی اہمیت)

اب جناب اپنے گھر میں کہا کہ دیکھو زندگی بھر کوئی خطا قصور جو مجھ سے ہوا ہو معاف کر دو۔ ایک جملہ لکھ دو کہ یہ مُلاّ مجھے آرام سے رکھتا ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے، لیکن کس طریقے سے کہا اور کیسے تلافی کی؟ اوّل تو یہ حضرات اللہ والے تھے، کوئی اللہ والا کسی کو ستاتا ہی نہیں، چیونٹیوں کو بھی نہیں ستاتا۔ بہر حال اہلیہ نے صحت اخلاق کی سند لکھ دی جس کو حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت پیش کر دی اور پھر بیعت واجازت کی دولت نصیب ہوئی۔

## حضرت رابعہ کا مجاہدہ

حضرت رابعہ بصریہؒ کی خادمہ عبدہ بنت ابی شوال کہتی ہیں کہ حضرت رابعہؒ کا ہمیشہ کا یہ معمول تھا کہ وہ رات بھر نمازیں پڑھا کرتی تھیں اور جب صبح صادق ہو جاتی تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاتیں اور اسفار (اجالا) ہوتے ہی وہ گھبرا کر اپنی خوابگاہ سے یہ کہتی ہوئی اٹھ پڑتیں کہ اے نفس تو کتنا سوئے گا؟ اور کب اٹھے گا؟ عنقریب ہی تجھے ایسی نیند سونا ہے جس سے قیامت تک کے لئے نہیں اٹھ سکے گا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۸/۲۴۲، وفیات: ۱/۳۲۹)

## محبوب کے ساتھ خلوت

جب رات کی تاریکی پھیل جاتی اور ہر طرف سناٹا ہو جاتا تو حضرت رابعہؒ اپنے گھر کی چھت پر کھڑی ہو کر اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مشغول ہو جاتیں اور کہتیں کہ الٰہی آوازیں خاموش ہو گئیں ہر طرف سناٹا چھا گیا، چہل پہل تھم گئی اور ہر کوئی اپنے اپنے محبوب کے ساتھ خلوت اختیار کر چکا ہے، اے میرے محبوب اور میں نے آپ کے

ساتھ خلوت وتنہائی اختیار کی ہے لہٰذا میری آج کی اس رات میں اپنے ساتھ خلوت کو جہنم سے خلاصی کا ذریعہ بنادے۔ (وفیات الاعیان: ۱/ ۳۲۸)

## حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ، جو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں شمار ہوتے ہیں، متقدمین میں سے ہیں، وہ ایک زمانے میں ایک علاقے کے گورنر تھے، بہت بڑے علاقے کے گورنر تھے، ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے زمانے کے بادشاہ نے سارے گورنروں کو ایک مشورے کے لیے جمع کیا، دورانِ میٹنگ ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا: وہ یہ کہ ایک گورنر کو بھری مجلس میں فطری طور پر چھینک آئی، جب آئی، تو اتفاق سے ناک سے رینٹ (ناک کی گندگی) نکل آئی، اس میں کوئی برائی نہیں تھی، یہ سب انسانی تقاضے ہیں، غیر اختیاری طور پر یہ گندگی نکلی؛ لیکن بادشاہ کو اس پر بہت غصہ آیا، اس نے اس گورنر کو بھری مجلس ڈانٹا اور کہا کہ آپ کیسے گورنر ہیں؟ آپ کو ہماری مجلس کے آداب نہیں معلوم؟ کیسی گندی حرکت آپ نے کی؟! یہ کہہ کر بادشاہ نے ان کو اسی وقت گورنری کے عہدے سے بھی نکال دیا اور مجلس سے بھی اسی وقت اٹھا کر باہر بھیج دیا۔

اس واقعے کا حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اثر ہوا، یہ سوچنے لگے کہ آخر اس گورنر نے کیا خطا کی؟ یہ چھینک کا آجانا اور گندگی کا نکل جانا، تو غیر اختیاری عمل ہے، ہر انسان کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے، خود بادشاہ بھی انسان ہے اس کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آسکتا ہے۔ یہ سوچتے سوچتے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن اس طرف گیا کہ یہ حاکم تو ہمارے ہی جیسا کھانے پینے والا، پیشاب پاخانہ کرنے والا آدمی ہے، پھر بھی اس نے

ایک غیر اختیاری عمل پر اپنی مجلس سے نکال دیا، اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے، بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اس اللہ کے دربار میں ہم روزانہ جان بوجھ کر ہزاروں نافرمانیاں کرتے ہیں، اس کے دربار کی بے ادبیاں کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنے دربار سے نکال دے تو ہم کہاں جائیں؟

یہ فکر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو تڑپانے لگی اور رات بھر اسی پریشانی میں اُنھیں نیند تک نہیں آئی، آخر کار یہ طے کیا کہ اب باقی زندگی اللہ کے دربار کے آداب سیکھنے میں لگانا ہے، گورنر کے عہدے کو لات مارنا ہے؛ لہٰذا صبح ہوئی، تو فوراً استعفیٰ نامہ لکھ کر حاکم کو پیش کر دیا، بادشاہ نے کہا کہ آپ کیوں استعفیٰ دے رہے ہیں اتنے بڑے عہدے سے؟ انھوں نے ساری بات کہی اور معذرت کر کے چلے آئے۔

پھر اللہ والوں کی تلاش میں نکلے؛ تا کہ اللہ کی معرفت حاصل کریں اور اللہ کے دربار کے آداب سیکھیں اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اصلاح کرانے کے لئے پہنچے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا} (الفرقان:۵۹)

اگر اللہ کے بارے میں پوچھنا ہو، اللہ کی معرفت کے بارے میں، اللہ کی محبت کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کے آداب شاہی کے بجالانے کے بارے میں اگر پوچھنا ہو؛ تو کسی باخبر سے پوچھو، بے خبر سے نہ پوچھو۔

یہ اللہ کے باخبر بندے کون ہیں؟ یہ باخبر وہ ہوتے ہیں، جو دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں، ان سے پوچھو اللہ کے بارے میں کہ آدابِ شاہی کیا ہیں؟ آدابِ عبودیت کیا ہیں؟ طریقِ عبودیت کیا ہے؟ اللہ کے شایانِ شان کس طرح جینا ہے؟ وہ اللہ کے بندے بتائیں گے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ شبلی گورنری کے عہدے پر رہ کر آئے ہیں، تو دماغ آسمان پر ہوگا، تکبر بڑی مقدار میں ہوگا؛ اس لیے تکبر نکالنے علاج بھی سخت کرنا ہوگا؛ اس لیے کہ بیماری جتنی بڑی ہوتی ہے، اس کا علاج بھی اتنا ہی سخت ہوگا۔

چناں چہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شبلی سے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ کے اندر سے تکبر نکالنے کی ضرورت ہے اور اس کا علاج آپ کے لیے یہ تجویز کیا ہے کہ آپ روزانہ گھر گھر جا کر بھیک مانگیں اور جو بھی رقم ملے اسے غریبوں میں صدقہ کر دیں، ایک سال تک یہی علاج ہے۔

حضرت شبلی نے اس کو قبول کیا اور ایک سال تک بھیک مانگتے رہے، دردر اور گھر گھر جا کر لوگوں سے بھیک مانگتے اور جو ملتا، اسے غربا میں تقسیم کر دیتے۔

دیکھیے! کتنا سخت علاج کیا تکبر نکالنے اور حضرت شبلی نے بلا چوں و چرا اس کو قبول کیا اور اس پر عمل کیا، کوئی معمولی بات نہیں ہے گورنری چھوڑ کر بھیک مانگنا، دل پر آرے چلیں گے؛ لیکن جو اللہ کے لیے جینا چاہتا ہے، وہ دل پر کیا، جسم پر بھی آرا چلانے تیار ہوتا ہے، اس مشقت و مجاہدے کے بعد وہ گورنر شبلی "حضرت شبلی" بنے۔ آج ہم حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام احترام سے لیتے ہیں؛ اس لیے کہ جو اپنے آپ کو مٹاتا ہے، اللہ اس کے مقام کو بلند کر دیتے ہیں، اس طرح مجاہدوں کے بعد اللہ کی معرفت ملتی ہے۔ (فیضان معرفت جلد پنجم)

## اکابر کا اپنے شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ چاہتے ہیں

کہ جب شیخ کے یہاں جاؤں تو تکیہ ملے، مسند ملے، واہ واہ ہو، کہا جائے کہ آ گے تشریف لائیے، قالین پر بیٹھیے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عاشق نہیں ہے عاشق تھے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جہاں لوگ جوتے اتارتے تھے وہاں بیٹھتے تھے اور جب نیند آتی تھی تو اپنے شیخ سید احمد شہید کا جوتا اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو جاتے تھے، شیخ کے جوتے کا تکیہ بناتے تھے۔ جو اپنے کو اتنا مٹاتا ہے وہی اللہ والا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر روٹی رکھی اور روٹی کے اوپر آلو کی ترکاری رکھ دی، دستر خوان بھی نہیں بچھایا اور پلیٹ بھی نہیں دی۔ آپ بتائیے! کسی بھیک منگے کو ایسے دیا جاتا ہے جو فقیر بھیک مانگنے والے ہوتے ہیں اکثر ان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جیسے کبھی ہم لوگ ریل کے ڈبے میں مسکینوں کو دے دیتے ہیں کہ بھائی! ہاتھ پھیلا، جلدی سے روٹی لے اور جا۔ تو قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ آیا اس کو کچھ تکلیف ہو رہی ہے یا نہیں یعنی یہ اپنی توہین سمجھ رہا ہے یا مست ہو رہا ہے؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر وجد طاری ہو گیا کہ شکر ہے کہ آج میرے شیخ نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو عشق میں ہونا چاہیے۔ (صحبت اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد، ص/154)

## حضرت شیخ کے ساتھ گستاخیوں کی سزا دنیا ہی میں مل گئی

ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے

حضرت کے سامنے امرتسر کے رہنے والے ایک صاحب کے تأثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مدنی کے ساتھ جو گستاخیاں کی تھیں ان کی سزا دُنیا ہی میں مل گئی جس طرح ہم نے حضرت کے سامنے بدتہذیبی کا ننگا ناچ ناچا تھا ہمارے سامنے ہماری بہو بیٹیوں کو سرِ بازار نچایا گیا خدا اگر مجھے پَر دیدے تو میں اُڑ کر حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچوں اور ان سے معافی طلب کروں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں سُن کر اظہارِ افسوس کیا اور ان صاحب کو معاف کر دیا۔ (مولانا عبدالحق صاحب دامانی مجاز حضرت شیخ)

## دور کی گالیاں

خان امیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحبؒ کاندھلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب احمد رضا خان صاحب مدت سے میرے ارد گرد رہا ہے ذرا اسکی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا حضرت نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا حضرت اس میں گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا جی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا ہے) گالیاں ہوں تم سناؤ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کریں میں نے عرض کیا مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔ (اکابر کا تقوی از صوفی محمد اقبال ص:۱۸)

## حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور لالچی مرید

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرید صاحب الہ آباد گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے کہ میں آپ کے ساتھ کچھ دن رہنا چاہتا ہوں اور آپ سے فیض لینا چاہتا ہوں۔ اللہ والوں کو بعض اوقات انکشاف ہو جاتا ہے

کہ کون کس نیت سے آیا ہے، لہٰذا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ہوگیا کہ یہ زبان کی لذتوں کا غلام ہے، مرغن کھانے اور بریانیاں کھانے آیا ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اپنے میزبانوں سے فرمادیا کہ جو کی روٹیاں اور ارہر کی دال پکاؤ۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا، ایک وقت تو اس نے کھالیا لیکن دل میں بہت غصہ ہوا کہ یہ کیسا پیر ہے جو جو کی روٹی کھاتا ہے، اس نے تو مار ڈالا، ہم تو سمجھتے تھے کہ بریانی ملے گی۔ پھر دوسرے وقت بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہی کھایا اور تیسرے وقت بھی وہی کھایا تو وہ مرید آدھی رات کو بستر لے کر ایک دو تین ہوگیا۔ یہ بات حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمائی۔ (حقوق الوالدین، ص/18)

## ایک غیر مخلص مرید کی حکایت

ایک شخص گنگوہ گیا، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا، اللہ اللہ کیا، دس سال کے بعد شکایت کی کہ مجھے کچھ نہیں ملا، آپ نے مجھے خلافت بھی نہیں دی، بس اب میں جارہا ہوں، تو حضرت نے پوچھا کہ یہاں کس لیے آئے تھے؟ کہا کہ اسی لیے تو آیا تھا کہ کچھ دن خدمت کروں گا، آپ خلافت دیں گے تو میں بھی اپنی پیری مریدی کی دکان کھولوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ظالم جبھی تو تجھ کو کچھ نہیں ملا، اگر اللہ کے لیے آتا تو اللہ کو پاجاتا۔ (آفتاب نسبت مع اللہ)

## مرید کو شیخ سے مناظرانہ انداز کی گفتگو نہ کرنا چاہیے

## مولانا عبدالماجد صاحبؒ کو حضرت اقدس تھانویؒ کا خیر خواہانہ مشورہ

چونکہ آپ سے دوسرا تعلق بھی ہے جس کا درجہ اور حکم اوپر مریض اور طبیب کی مثال میں منقح ہوا ہے اور اساس اس تعلق کا نصح محض وخلوص محبت ہے اس لئے ضرورت کے

سبب مطلع کرتا ہوں کہ یوں تو آپ کی طبیعت میں پہلے ہی سے عنوان خطاب میں آزادی وبیباکی وخشکی ہے جو میرے مذاق کے خلاف ہے مگر اس اختلاف کو اختلاف فطری پر محمول کر کے بھی اثر نہیں لیا اور جواب میں اپنے مذاق کے موافق حدود ادب کی رعایت رکھی جو آپ کے ذمہ تھی اور میرے ذمہ نہ تھی مگر تعلقات پر نظر کر کے حقوق ادا کئے لیکن چند روز سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ یہ صفت جس کو آپ صفائی کہہ سکتے ہیں بڑھ گئی اور بڑھتی جاتی ہے جس کا سبب میرے نزدیک تاریخ کا مطالعہ ہے اور اس پر وثوق جس سے علاوہ آزادی کے ایک رنگ دعویٰ کا بھی پیدا ہو گیا اور یہ سمجھنا میرا ذوق ہے اور اگر یہ میرا ذوق صحیح نہیں تو اس خیال کا منشا میرا فساد مذاق یا اختلاف مذاق ہو سکتا ہے بہر حال دونوں کے مذاق میں اختلاف بعید ہو گیا اور یہ مانع ہے ان فوائد سے جو مقصود ہیں اس تعلق سے اس لئے خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ان تحقیقات کی خدمت مجھ سے لی جاوے تو تعلق اصلاح کسی اور جگہ پیدا کیا جاوے پھر آپ کے سوالات کو ایسی نظر سے دیکھوں گا جیسے عام اہل علم سے مکاتبت ہوتی ہے اور انقباض بالکل نہ ہو گا، اور بجائے رعایت ادب کے ضابطہ بھی برتوں گا اور اگر اس تعلق کے ابقا کو مصلحت سمجھا جاوے تو ان تحقیقات کو جس میں مناظرہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے بالکل حذف کیا جاوے، یہ دونوں متضاد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے۔ (النور، شعبان رمضان شوال ۵۲ ۱۳ھ تربیت السالک ص ۱۶ ج ۳)

## مرید ہو جانا کافی نہیں ہے

آج کل لوگ بیعت ہو جاتے ہیں انتساب کر لیتے ہیں لیکن احتساب نہیں کرتے اور مرید بن کر نوافل، تسبیح، ذکر، تہجد کو ہی مقصد بنا لیتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا مرید بن

کر انسانیت کا پیدا ہو جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اختیار کرنا یعنی اتباع سنت اتباع شریعت ہی بیعت کی اصل ہے مرید بن کر بس یہ کافی سمجھتے ہیں کہ بس ان سے مرید ہونے کا نام ہو جائے کام ہو یا نہ ہو یعنی رذائل نفس دور ہوں یا نہ ہوں اور خصائل حمیدہ ہوں کہ نہ ہوں۔ آپ زور دیکر فرماتے کہ مرید ہو جانا کافی نہیں ہے بلکہ اپنے اندر کے حالت کو سدھارنا ضروری ہے۔ نوافل، اذکار، تہجد یہ سکھانے کے لئے بیعت نہیں ہے بلکہ انسانیت آنا۔ اپنے گھر میں والدین کے ساتھ حسن سلوک بیوی بچوں کیساتھ حسن معاشرہ اور معاملات کی درستگی یہ بہت بڑی چیز ہے جسکو لوگ معمولی سمجھتے ہیں اور اس کو دینداری سمجھتے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ ایک مشہور و معروف طبیب رہ کر احادیث وقرآن پر برابر نظر رکھتے تھے کوئی بھی بات ہو کام ہو اس کو شریعت پر جانچتے تھے پرکھتے تھے خالی حکیم نہیں تھے خالی پیر نہیں تھے بلکہ دین و دنیا کی رہبری کے لئے اللہ تعالی نے اپنے زمانہ میں مخلوق کی رہبری اور نفع رسانی کے لئے منتخب فرمایا تھا **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم** اور اپنی تعلیم میں اپنے مشائخ کے رنگ کو مزاج کو اور اصول کو کبھی نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ اسی پیمانے سے ساقی بن کر میخانہ میں آنے والوں کو شرابِ محبت پلا کر مست فرماتے تھے۔ (سوانح حضرت حاذق الامتؒ)

## دو کھجوریں کھالینے پر ایک سال کی نیکی موقوف

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک شخص سے کچھ کھجور خریدیں اتفاقاً دو کھجوریں ان کے پاؤں کے درمیان زمین پر گر پڑی انہوں نے یہ سوچ کر کہ میری

خریدی ہوئی کھجوروں میں سے گری ہوں گی، زمین سے اٹھا کر کھالیں پھر بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں آپ قبۃ الصخرۃ میں داخل ہوئے، لوگ تو چلے گئے اور آپ تن تنہا وہاں رہ گئے وہاں کا دستور یہ تھا کہ قبہ میں جو کوئی ہوتا ہے اسے وہاں سے عصر سے پہلے نکال کر قبہ خالی کر دیا جاتا، تا کہ قبہ عصر کے بعد سے لے کر رات بھر فرشتوں کے لئے مخصوص رہے چنانچہ منتظمین نے لوگوں کو قبہ سے نکال دیا، حضرت ابراہیم ابن ادہم چھپ گئے لوگ انہیں نہ دیکھ سکے اس طریقہ سے رات بھر اس قبہ کے اندر ہی رہے رات کو فرشتے آئے تو بولے یہاں کوئی نبی آدم (انسان) معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ خراسان کے عابد حضرت ابراہیم بن ادہم معلوم ہوتے ہیں دوسرے نے کہا ہاں وہی ہیں تیسرا بولا یہ وہی شخص ہیں کہ ہر روز ان کے اعمال قبول ہو کر اوپر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں چوتھا بولا: بات تو یہی ہے مگر ایک سال سے ان کی عبادت (اوپر جانے) سے موقوف ہوگئی ہے اور اتنی مدت ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوئیں سبب اس کا وہ دو کھجوریں بنی ہیں (جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنی سمجھ کر زمین سے اٹھا کر کھالی تھی) پھر یہ فرشتے اپنی عبادت میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی دربان آیا اس نے قبہ کا دروازہ کھولا، ابراہیم بن ادہم نکلے اور سیدھے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر اسی دکاندار کے دروازہ پر آئے، پھر دیکھا کہ ایک نوجوان کھجوریں بیچ رہا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ پچھلے سال یہاں ایک بڑے میاں کھجوریں بیچتے تھے وہ کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ وہ تو فوت ہو گئے آپ نے اسے سارا قصہ سنایا، اس نے کہا ان دونوں کھجوروں میں سے اپنا حصہ تو میں نے معاف کر دیا البتہ گھر پر میری

ایک بہن اور والدہ ہیں ان کا بھی حصہ ہے آپ ان کے گھر تشریف لائے ایک بڑی بی لاٹھی سے سہارا لیتی ہوئی باہر نکلیں آپ نے انہیں سلام کیا بڑی بی نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کیسے آنا ہوا؟ آپ نے انہیں بھی سارا قصہ سنایا بڑی بی نے کہا کہ میں نے بھی اپنا حصہ معاف کر دیا۔

پھر آپ نے اسکی بیٹی سے بھی اس کا حصہ معاف کرالیا اور بھر بیت المقدس تشریف لے گئے اور اسی طرح قبہ میں داخل ہو کر رات گذاری فرشتے آئے اور آپس میں میں کہنے لگے یہ ابراہیم بن ادہم وہی ہیں جن کے ایک سال سے اعمال اوپر جانے سے موقوف ہو گئے تھے اور ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتی تھیں اب چونکہ یہ کھجوریں معاف کرائے ہیں تو ان کے اعمال بھی قبول ہونے لگے ہیں اور دعائیں بھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے درجہ کی طرف لوٹا دیا ہے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ یہ سن کر خوشی سے رو پڑے۔ (حلال وحرام/۳۹، بحوالہ قلیوبی)

## ایک عبرت ناک واقعہ

ابراہیم الخواص کہتے ہیں کہ میں قبروں کے پاس بہت زیادہ جایا کرتا تھا، ایک دن ایک قبر کے پاس بیٹھا تو نیند لگ گئی، میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ زنجیر لو اور اس کو اس میں داخل کرو اور نچلے حصے سے اس کو باہر نکالو اور میت کہتی ہے کہ اے رب! کیا میں قرآن نہیں پڑھتا تھا، کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں نے حج نہیں کیا تھا؟ اس کے جواب میں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہاں! لیکن جب تو خلوت وتنہائی میں ہوتا، تو گناہ کرتے ہوئے میرا خیال ومراقبہ نہیں کرتا تھا۔ (الازھر الفاتح لابن الجوزی:۸)

## ایک عابد کا بہکنا اور خوف سے توبہ کرنا

علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''ذم الھوی'' میں لکھا ہے کہ ابو کعب نے حضرت حسن بصری سے یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک فاحشہ عورت نہایت حسین وجمیل تھی، جو ایک سو دینار لے کر برائی کراتی تھی۔ ایک عابد وزاہد کی ایک بار اس پر جو نظر پڑی تو وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس کے پاس جانے کے لیے سو دینار جمع کرنے لگا، اور کام دھام کر کے اس نے سو دینار جمع کر لیے اور ایک دن اس کے گھر پہنچ گیا اور اپنا مدعیٰ پیش کیا، اس نے سو دینار لے لیے اور بن سنور کر تیار ہو کر اس کے لیے آئی اور جب وہ عابد اس کے ساتھ برائی کرنے کے ارادے سے ملا، تو اس کو اللہ کے سامنے جواب دہ ہونے کا خیال آ گیا اور وہ اللہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اس کی شہوت وخواہش ہی مر گئی۔

اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے؛ تاکہ میں یہاں سے نکل جاؤں اور یہ دینار تجھے ہی دیدیتا ہوں۔ اس فاحشہ عورت نے تعجب سے کہا کہ کیا ہوا؟! تو نے تو بڑی محنت سے یہ دینار جمع کیے تھے اور میں تجھے پسند آ گئی تھی اور آج تجھے یہ موقعہ ملا ہے اور تو اس کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اللہ کے خوف اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کے ڈر کی وجہ سے ہے، اس عورت نے کہا کہ اگر یہ بات تیری سچ ہے، تو سوائے تیرے میرا کوئی شوہر نہیں۔

الغرض وہ وہاں سے نکل آیا اور اپنے گھر چلا گیا اور وہ عورت بھی توبہ کر کے، اس عابد کا پتہ معلوم کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئی، جب اس کو بتایا گیا کہ فلاں تم کو پوچھتے ہوئے آئی ہے، تو وہ یہ سن کر بے ہوش ہو گیا اور پھر مر گیا۔ (ذم الھوی: ۲۴۹)

## ابراہیم بن ادہم کے ہاتھ پر ایک گنہگار کی توبہ

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں؛ مگر بچ نہیں پاتا، کیا کروں؟ کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ میرے گناہوں کو روکنے والی ہو؟

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ جب تیرا ارادہ گناہ کرنے کا ہو، تو دیکھنا کہ اللہ کا دیا ہوا رزق نہ کھانا، اس نے عرض کیا کہ پھر میں کیا اور کس طرح کھاؤں، جب کہ جو بھی زمین پر رزق موجود ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ جس کا رزق کھاتا ہے اسی کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے؟

پھر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو ایسا کر کہ اللہ کی زمین سے باہر چلا جا اور وہاں گناہ کرلے، اس نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ ساری کائنات اسی اللہ کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ ہی کی زمین پر رہتے ہوئے اس کی معصیت کرے؟

حضرت ابراہیم نے کہا کہ اچھا اگر تجھے گناہ کرنا ہی ہے، تو کسی ایسی جگہ چلا جا، جہاں کوئی تجھے نہ دیکھتا ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ وہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے اس قدر قریب ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی کرے؟

پھر فرمایا: اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو جب حضرت عزرائیل روح قبض کرنے آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے توبہ کرنے تک ذرا مہلت دیں۔

اس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ ملک الموت آئے اور تیری روح اس حال میں قبض کرلے کہ تو گناہ میں ہو؟ پھر فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو ایسا کر کہ جب جہنم کے فرشتے ''زبانیہ'' قیامت کے روز تجھے پکڑ کر جہنم میں لے جانا چاہیں، تو ان سے یہ کہہ دینا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! کیا وہ مجھے چھوڑ دیں گے اور میری بات مان لیں گے؟ فرمایا کہ پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ کہنے لگا کہ اے ابراہیم! یہ نصیحت کافی ہے کافی ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ (التوابین لابن قدامہ: ۲۸۵، ادب الاسلام: ۸-۹، اخلاق المؤمن: ۱۰۷-۱۰۸)

## نعمت خداوندی کے احساس پر ایک شرابی کی توبہ

یوسف ابن الحسین حضرت ذوالنون مصری کے شاگرد و مرید ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کے درمیان، حضرت ذوالنون مصری کے ساتھ تھا کہ تالاب کے کنارے میں نے دیکھا کہ ایک کالا بڑا سا بچھو آرہا ہے، پس میں اس کو دیکھنے کھڑا ہوگیا، اتنے میں ایک مینڈک پانی سے نکلا اور اس بچھو کے پاس آیا اور اس کو اپنی پشت پر بٹھا کر ایک طرف کو چلنے لگا۔

حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ اس بچھو کا کوئی خاص معاملہ ہے، ہمارے ساتھ چلو، کہتے ہیں کہ ہم اس مینڈک و بچھو کے پیچھے چلنے لگے، یہاں تک کہ وہ ایک درخت کے پاس آئے، جس کے نیچے ایک نوجوان شراب کے نشے میں مست سویا ہوا ہے اور ایک بڑا سانپ اس کی ناف کی جانب سے چڑھتا ہوا سینے کی طرف جارہا ہے، پس اس بچھو

نے سانپ کے سر پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا، پھر مینڈک کے پاس آیا اور اسی جانب کو وہ چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔

حضرت ذوالنون کہتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ایک شرابی کو بچانے کا خدائی انتظام دیکھو کیسا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون نے اس نوجوان کو اٹھایا، تو وہ اپنی آنکھوں کو ملتا ہوا بیدار ہوا، تو انہوں نے اس کو بتایا کہ دیکھ تو تو خدا کی نافرمانی کر رہا ہے اور وہ اس طرح تیری حفاظت کر رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون نے یہ شعار بھی پڑھے:

یا راقداً، والجلیلُ یَحفَظُهٗ مِن کُلِّ سُوءٍ یَکُونُ فِی الظُّلَمِ

کَیفَ تَنَامُ العُیُونُ عَن مَلِكٍ یَأتِیكَ مِنهُ فَوَائِدُ النِعَمِ

(اے سونے والے! جس کی ہر برائی سے حفاظت، رب جلیل رات کی تاریکیوں میں کر رہا ہے، تیری آنکھیں اس مالک سے اعراض کر کے کیسے سوسکتی ہیں، جس کی جانب سے تجھے نعمتوں کے فوائد پہنچ رہے ہیں)

یہ سن کر وہ نوجوان کہنے لگا کہ یاالٰہی! یہ آپ کا معاملہ ایک نافرمان کے ساتھ ہے، تو پھر تیرے فرمانبردار بندوں کے ساتھ تیرا رحم و کرم کس قدر ہوگا؟ پھر کہا کہ آپ گواہ رہنا کہ میں نے گناہ سے توبہ کی اور جنگل کی جانب چلا گیا۔ (التوابین: ۲۲۷، المستطرف: ۲/ ۲۵۴-۲۵۵)

## عمر بن عبدالعزیز کا ایک اور واقعہ قبر سے متعلق

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک بار اپنے بعض حاضرین سے فرمایا کہ آج پوری رات میں قبر اور قبر میں رہنے والوں کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا۔ اگر تم میت کو اس کی قبر میں تین دن کے بعد دیکھو، تو اس سے ایک لمبی مدت تک انس و محبت ہونے کے باوجود تم اس سے

وحشت کرو گے اور تم ایک ایسا گھر دیکھو گے، جس میں کیڑے مکوڑے پھر رہے ہیں اور پیپ بہہ رہا ہے اور اس میت کو کیڑوں نے چیر پھاڑ دیا ہے اور اسی کے ساتھ بد بو اور کفن کی بوسید گی بھی ہے، جب کہ اس سے پہلے وہ بہترین شکل وصورت، عمدہ خوشبو اور صاف ستھرے کپڑوں میں ہوتا تھا۔ یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (احیاء العلوم: ۴/۴۸۶)

## حضرت حافظ شیرازی کی ولایت کا واقعہ

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی تلاش میں جنگل میں رویا کرتے تھے، یہ سات بھائی تھے، ایک دن ایک بزرگ سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حافظ شیرازی نام کا میرا ایک بندہ جنگل میں میری یاد میں رو رہا ہے، جاؤ اس کو اللہ والا بنا دو، آپ ان کے والد سے ملے، ان کے والد دنیا دار تھے، سلطان نجم الدین کبریٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے کتنے لڑکے ہیں؟ انہوں نے کہا چھ اور حافظ شیرازی کے بارے میں نہیں بتایا، حضرت نجم الدین کبریٰ نے ان چھ لڑکوں کو دیکھا تو خواب میں جسے دیکھا تھا اس کی شکل کسی سے نہیں ملی۔ لہٰذا ان کے والد سے پوچھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ایک اور لڑکا ہے تو مگر وہ ذرا پاگل سا ہے، دنیا سے نکما، بے کار، جایئے جنگل میں دیکھ لیجیے وہیں کہیں روتا ہوگا۔ سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اسی دیوانے کی تو تلاش میں ہوں، تم دنیا کمانے والے لڑکوں کو اپنی اولاد سمجھتے ہو اور خدا کے خاص بندے کو اپنی اولاد نہیں سمجھتے، وہ تو اتنا قیمتی ہے کہ اللہ اس کو ولایت دینے کے لیے خود پیر کو مرید کے پاس بھیج رہا ہے۔ ایسے قسمت والے مرید بھی ہوتے ہیں کہ خود اللہ والے ان کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔ (اولیاء اللہ کی پہچان، ص، 16)

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے پانی کوتلاش کرتے ہیں،تو پانی بھی اپنے پیاسوں کوتلاش کرتا ہے۔

## خواجہ حسن بصری اور غلام کا واقعہ

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ میں ایک غلام خریدا، وہ غلام بھی ولی اللہ، صاحبِ نسبت اور تہجد گزار تھا، حضرت حسن بصری نے اس سے پوچھا کہ اے غلام! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے چاہے پکارے، آپ نے فرمایا اے غلام! تجھ کو کیسا لباس پسند ہے؟ اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا جو مالک پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے، پھر انہوں نے پوچھا کہ اے غلام! تو کیا کھانا پسند کرتا ہے؟ غلام نے کہا کہ حضور غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا جو مالک کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے۔خواجہ حسن بصری چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے غلام! میں تجھ کوآزاد کرتا ہوں، میں نے تجھے پیسے سے خریدا تھا مگر اب تجھ کو پیسے نہیں دینا ہے، میں تجھ کو مفت میں آزاد کرتا ہوں، غلام نے پوچھا کہ کس نعمت کے بدلے میں آپ مجھ کوآزاد کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نے ہم کو اللہ کی بندگی سکھادی۔تم ایسے غلام ہو کہ اگر مجھے میرا پیسہ دے دیتے تو غلامی کے طوق سے آزاد ہوسکتے تھےلیکن ہم اللہ کے ایسے غلام ہیں کہ سلطنت بھی دے دیں تو بھی خدا کی غلامی سے، طوقِ بندگی سے آزاد نہیں ہوسکتے، ہماری بندگی کا طوق موت تک ہے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (الحجر:99)

پس تم نے ہمیں ہمارے اللہ کی بندگی سکھا دی، اب ہم کو اللہ جو کھلائے گا ہم یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جو پہنائے گا یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جس نام سے خدا پکارے گا وہی ہمارا نام ہے، اے غلام! تو نے ہمیں اللہ کی بندگی سکھا دی۔ یہ ہے اللہ والوں کا راستہ کہ جس حالت میں خدا رکھے راضی رہو۔ رضا بالقضا کا مقام اخلاص سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ خواجہ حسن بصری چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے غلام! میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں، میں نے تجھے پیسے سے خریدا تھا مگر اب تجھ کو پیسے نہیں دینا ہے، میں تجھ کو مفت میں آزاد کرتا ہوں، غلام نے پوچھا کہ کس نعمت کے بدلے میں آپ مجھ کو آزاد کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نے ہم کو اللہ کی بندگی سکھا دی۔ تم ایسے غلام ہو کہ اگر مجھے میرا پیسہ دے دیتے تو غلامی کے طوق سے آزاد ہو سکتے تھے لیکن ہم اللہ کے ایسے غلام ہیں کہ سلطنت بھی دے دیں تو بھی خدا کی غلامی سے، طوقِ بندگی سے آزاد نہیں ہو سکتے، ہماری بندگی کا طوق موت تک ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:99)

پس تم نے ہمیں ہمارے اللہ کی بندگی سکھا دی، اب ہم کو اللہ جو کھلائے گا ہم یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جو پہنائے گا یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جس نام سے خدا پکارے گا وہی ہمارا نام ہے، اے غلام! تو نے ہمیں اللہ کی بندگی سکھا دی۔ یہ ہے اللہ والوں کا راستہ کہ جس حالت میں خدا رکھے راضی رہو۔ رضا بالقضا کا مقام اخلاص سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ (اولیاء اللہ کی پہچان، ص، 17)

## حضرت بایزید بسطامی کے صبر اور بے نفسی کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے، کہیں جا رہے تھے کہ ایک بدکار عورت نے ان پر راکھ پھینک دی، ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا، الحمدللہ! مریدوں نے کہا کہ حضور حکم دیں تا کہ ہم اس نالائق عورت کی پٹائی کریں، فرمایا کہ اگر تم لوگ صبر سے کام نہیں لے سکتے تو میرا ساتھ چھوڑ دو، اللہ والوں کا راستہ صبر کا راستہ ہے، مریدوں نے پوچھا کہ اچھا یہ تو بتائیں کہ آپ نے الحمدللہ کیوں پڑھا؟ فرمایا کہ جو سر اپنے گناہوں کی وجہ سے آگ برسنے کے قابل تھا خدا نے اس پر صرف راکھ برسا دی لہٰذا ہم اس کا شکریہ ادا کر رہے تھے کہ اے اللہ! چھوٹے امتحان سے ہمارا کام بن جائے، بڑے عذاب سے ہم کو بچا لے۔ ایسے ہوتے ہیں اولیاء اللہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دانت ٹوٹ گیا، آپ نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! آپ نے میرا دانت کیوں توڑ دیا؟ آپ نے کہا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے میری آنکھ کی روشنی نہیں ضایع کی، تو نے میرے کان کی سننے کی طاقت نہیں ضایع کی، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُذْهِبِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ سے شکر ادا کیا۔

## حضرت رابعہ بصریہ کا گدھا کب زندہ ہوا

حضرت رابعہ بصریہ مخدومہ شب و روز عبادت میں رہتی تھیں۔ آپ کو حج کا شوق ہوا۔ ایک گدھا بہت لاغر ان کے پاس تھا۔ اس پر اسباب لاد کر چل پڑیں۔ راہ میں گدھا مر گیا۔ دوسرے ہمراہیوں نے ان سے کہا: ہم آپ کا اسباب لے چلیں گے۔ آپ نے کہا: تم سب جاؤ، میں تم لوگوں کے بھروسے پر نہیں آئی ہوں۔

قافلہ چلا گیا۔ آپ تنہا رہ گئیں۔ آپ نے درگاہ الٰہی میں عرض کی: اے ساری کائنات کے بادشاہ! کیا ایک غریب عورت کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے کہ تو نے پہلے مجھے اپنے گھر کی طرف بلایا، پھر راہ میں گدھے کو مار ڈالا اور تنہا بیابان میں سراسیمہ کر دیا۔ آپ کی مناجات ختم نہ ہوئی تھی کہ گدھا زندہ ہو گیا۔ آپ نے پھر اس پر اسباب لادا اور مکہ معظّمہ کو چلیں۔

حضرت رابعہؒ قریب مکہ معظّمہ کے پہنچیں تو چند دن بیابان میں قیام پذیر ہوئیں اور مناجات کی کہ میرا دل رنجیدہ ہے اور یہ خیال مجھے درپیش ہے کہ میں کہاں جاتی ہوں۔ میری بنیاد ایک مشت خاک ہے اور خانہ کعبہ پتھر کا بنا ہوا مستحکم مکان ہے۔ میری عرض ہے کہ تو مل جائے۔

حق تعالیٰ کی جانب سے غیبی آواز آئی: اے رابعہ! کیا تو چاہتی ہے کہ تمام عالم تہہ و بالا ہو اور سب کا خون تیرے نامہ اعمال میں لکھا جائے کہ تو نے نہیں سنا کہ موسیٰؑ نے دیدار کی آرزو کی، ہم نے اپنی تجلی کوہ طور پر ڈالی، جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

ایک بار آپ پہاڑ پر گئیں، تمام شکاری جانور آپ کے اردگرد جمع ہو کر آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسن بصریؒ بھی وہاں پہنچے، سب جانور ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ جانور مجھے دیکھ کر کیوں بھاگ گئے اور تمہارے پاس کیوں کھڑے رہے؟ آپ نے پوچھا کہ تم نے آج کیا کھایا ہے؟ کہا میں نے گوشت روٹی کھائی ہے۔ آپ نے کہا کہ جب تم نے ان کے بھائیوں کا گوشت کھایا ہے تو وہ تم سے کیوں نہ بھاگیں۔

آپ سے حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کیونکر پایا؟ آپ نے فرمایا: میں نے کل موجودات کو خدا کی یاد میں گم کردیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا: تم نے خدا کو کیونکر جانا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے بے چوں وچرا خدا کو پہچانا۔ ایک بار لوگوں نے آپ سے پوچھا، آپ کہاں سے آئیں ہیں اور کہا جائیں گی؟ فرمایا: اس جہاں سے آئی ہوں اور اسی جہاں میں جاؤں گی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس جہان میں کیا کرتی ہیں؟ فرمایا افسوس۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو جواب دیا اس لئے افسوس کرتی ہوں کہ مجھے رزق اس جہان سے ملتا ہے اور میں کام اس جہان کے کرتی ہوں۔

لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپ جس خدا کی عبادت کرتی ہیں، اس کو دیکھتی بھی ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو نہ دیکھتی تو اس کی پرستش کیوں کرتی۔ آپ ہمیشہ رویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی جدائی سے ڈرتی ہوں، اس لئے کہ اس کی خوگر ہوگئی ہوں، ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت ندا آئے ''تو ہماری درگاہ کے لائق نہیں'' لوگوں نے پوچھا کہ جب گنہگار توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ جب تک خدا توبہ کرنے کی توفیق نہیں دیتا کوئی گنہگار توبہ نہیں کر سکتا اور جب خدا نے توبہ کرنے کی توفیق دی تو توبہ بھی قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا: اعضاء سے خدا کی راہ نہیں ملتی، جب تک انسان کا دل بیدار نہ ہو اور جب دل بیدار ہوگیا تو دوستی اعضاء کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یعنی بیدار دل وہ ہے، جو حق میں گم ہوجائے اور مدد اعضاء کی اس کو ضرورت نہ ہو اور یہی درجہ فنا کا ہے۔ پس یہی وہ مقام ہے کہ قیامت

کے روز خدا کا ذکر کرنے والے ہنستے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ خدا پاک ہر مسلمان کو ہر وقت اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## حضرت رابعہ بصریہ کا زہد و تقویٰ

جعفر بن سلیمان نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ مجھے اس مؤدبہ اور مربیہ خاتون کے پاس لے چلو جس سے جدا ہو کر مجھے چین نہیں ملتا، چنانچہ جب ہم حضرت رابعہ کے پاس پہنچے تو حضرت سفیان ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے اے اللہ میں تجھ سے سلامتی کا طلب گار ہوں، حضرت رابعہ یہ سن کر رونے لگی، حضرت سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رو رہی ہیں؟ کہنے لگیں کہ تمہاری ہی بات پر رونا آرہا ہے، حضرت سفیان نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمانے لگیں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا سے سلامتی اس کی تمام چیزوں کو چھوڑ دینے میں ہے تو تم کو سلامتی کیسے حاصل ہو سکتی ہے، جب کہ تم دنیا میں ملوث ہو۔ (عورت پر اسلام کی مہربانیاں، ص/219)

## رابعہ بصریہؒ کا قبر میں فرشتوں سے مناظرہ

حضرت رابعہ بصریہؒ کا جب انتقال ہو گیا، کسی کے خواب میں وہ آئیں، خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا تھا، اللہ کے پاس کیسے گزری، تو کہا کہ جب مجھے دفن کیا گیا، تو فرشتے آئے پوچھنے اور سوال کرنے کے لیے، انھوں نے مجھ سے پوچھا: ''مَنْ رَبُّکَ'' تو میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں، میں نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہا کہ آسمان سے آئے ہیں، میں نے پوچھا کہ آسمان یہاں

سے کتنی دوری اور فاصلے پر ہے؟ تو کہا کہ پانچ سو برس کا فاصلہ ہے، آدمی کی رفتار سے یہاں کوئی چلے تو پانچ سو برس میں آسمان اول پر پہنچے گا ۔

ہاں! فرشتہ کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے، اس لیے وہ وہاں سے ایک لمحے میں آجاتا ہے ، وہ تو اس کو اللہ نے قدرت دی ہے ۔تو انھوں نے کہا کہ یہاں سے پانچ سو برس کا فاصلہ ہے، تو میں نے کہا کہ اچھا تم کو معلوم ہے کہ تمھارا رب کون ہے؟ کہا کہ ہاں! ہم کو معلوم ہے ، میں نے کہا کہ جب پانچ سو برس کے فاصلے کو طے کر کے تم خدا کو نہیں بھولے، تو میں دو گز زمین سے نیچے آکر اپنے رب کو کیسے بھول جاؤں گی؟!

دیکھیے ! اللہ کے نیک بندوں کا کچھ مقام بھی ہوتا ہے ، وہ اللہ کے فرشتوں کو بھی ایسا جواب دے دیتے ہیں جو ''لا جواب'' ہوتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ گھر سے نکل رہی تھیں دروازہ چھوٹا تھا سر میں چوٹ لگی تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، لوگوں نے پوچھا یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کا کون سا وقت ہے؟ رابعہ بصریہؒ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے گویا اللہ تعالیٰ اس بندے کو یاد کرتے ہیں اسلئے میں شکر ادا کر رہی ہوں کہاں میں اور کہاں احکم الحاکمین، میں ناکارہ خدا کی بندی اور وہ مجھے یاد کرے اور میں شکر ادا نہ کروں۔ انسان جس حال میں ہو اللہ کا شکر ادا کرے یہ ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

## دنیا خدا کی نگاہ میں رائی کے دانہ کے برابر ہے

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ پوری کائنات جس میں ساتوں آسمان اور ساتوں

زمینیں ہیں اور جن آسمانوں میں بڑے بڑے ستارے اور سیارے ہیں جن کی لمبائی اور چوڑائی ہماری عقلوں میں نہیں آسکتی یہ تمام کے تمام اللہ کے دست قدرت میں ایسے ہیں جیسے کوئی انسان اپنی ہتھیلی پر رائی کا دانہ رکھے اللہ تعالیٰ کتنے عظیم اور زبردست قوت کے مالک ہیں خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو پیدا فرمایا۔۔ (خطبات رحیمی جلد دوم، ص/96)

## رمضان گھوڑ دوڑ کا میدان ہے

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عید کے دن جارہے تھے، کہ ایک جگہ چند لوگوں کو ہنستا کھیلتا دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کو گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرح بنایا ہے تاکہ بندے طاعت وعبادت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں، پس ایک قوم آگے بڑھی اور ایک گروہ پیچھے رہ گیا۔ تعجب ہے ان پر جو ہنستے کھیلتے ہیں، اس دن میں جس میں بعض لوگ عبادت میں آگے بڑھنے کی وجہ سے کامیاب ہوگئے اور بعض لوگ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے گھاٹے میں رہے، جب حقیقت سے پردہ اٹھے گا؛ تو مقبول لوگ خوش ہوں گے اور مردود لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ (کیمیائے سعادت: ۹۵، احیاء العلوم: ۱/ ۲۳۶)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ان جملوں سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، کہ عید کے دن خوش تو اس کو ہونا چاہیے جس نے رمضان میں بھاگ دوڑ کی ہو اور طاعت وعبادت کر کے مقبول بندوں میں شامل ہو گیا ہو، اگر ایسا نہیں کیا؛ تو پھر عید کا دن تو اس کی محرومی کا دن ہے اور غم منانے کا دن ہے؛ اس لیے کہ وہ انعام خداوندی سے محروم ہے اور محروم کیا خوشی منائے؟

## حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہدیہ رد کرنے کا واقعہ

اسی طرح علماء کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ ان کو لوگ ہدیہ دیتے رہتے ہیں۔ ان کو ہدیہ دینے والے کی نیت اور اپنی نیت بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور دراہم سے بھری ہوئی تھیلی دی۔ ساتھ میں خراسان سے باریک کپڑا یعنی Imported کپڑا لا کے پیش کیا۔ حضرت نے واپس فرمادیا اور فرمانے لگے: دیکھو! جو شخص اس مرتبے پر بیٹھے جہاں پہ میں بیٹھا ہوں یعنی وعظ کرنا، نصیحت کرنا، لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرنا، اللہ کی بات کو پہنچانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سمجھانا۔ کوئی ایسی نازک جگہ پہ بیٹھا ہو تو اسے چاہیے کہ لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ قبول کرے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے حال میں پہنچے کہ کہہ دیا جائے ''تو جو بیان کرنے جاتا تھا، تجھے وہاں سے پیسے مل جاتے تھے، چیزیں مل جاتی تھی، ہدیہ مل جاتا تھا۔ معاملہ برابر ہوگیا، اب ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے؟ (فضائل صدقات) یہ بہت نازک مقام ہے۔ اگر ہدیہ لینا بھی ہو تو بھی اُسلاف کے طریقے کو دیکھیں کہ وہ قبول کرتے تھے تو کس طرح سے کرتے تھے۔ (گلدستہ سنت جلد نمبر 4، ص/260)

## دنیا مسافر خانہ ہے-ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے میں ایک بڑے بادشاہ تھے، ایک بار ان کا دربار لگا ہوا تھا، سارے ارکانِ دولت و وزیر لوگ موجود ہیں اور

بہت سارے دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک آدمی ان کے محل کے اندر آیا اور دربار میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کو دربانوں نے روکنا چاہا، تو اس نے کہا کہ میں یہاں اپنا سامان رکھ کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ دربانوں نے اس سے کہا کہ تو بے وقوف ہے، پاگل ہے؟ تجھے معلوم نہیں کہ یہ بادشاہ کا دربار ہے، محل ہے؟ اس نے کہا کہ دربار ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ تو سرائے ہے، مسافر خانہ ہے، اس لیے میں کچھ دیر یہاں رُکنا اور آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حجت و بحث ہو رہی تھی کہ بادشاہ کی نظر اس پر پڑ گئی، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ کیا بحث ہو رہی ہے؟ اس کو بلا کر لاؤ۔ اب اس آدمی کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی محل میں آرام کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سرائے و مسافر خانہ ہے۔ بادشاہ نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ یہ سرائے ہے، اس میں میرا بھی حق ہے، جیسا کہ آپ کا حق ہے، آپ یہاں رہ سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں رہ سکتا؟ میں مسافر ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ سرائے نہیں ہے، مسافر خانہ نہیں ہے، میرا محل ہے۔ اس آدمی نے بادشاہ سے پوچھا کہ آپ سے پہلے یہاں کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ تھا، اس آدمی نے پھر پوچھا کہ ان سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا دادا تھا، اس نے پوچھا کہ اس سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا پردادا تھا، یہ تو پیڑی در پیڑی ہمارے خاندان میں حکومت چلی آرہی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں یہی تو کہنا چاہتا ہوں کہ کبھی تو یہاں آپ کا پردادا تھا، کبھی آپ کا دادا تھا، کبھی آپ کا باپ تھا، اب آپ

ہیں، کل آپ بھی نہیں رہیں گے، کوئی اور اس جگہ آجائے گا، کوئی آتا ہے، تو کوئی جاتا ہے، اسی کا نام تو سرائے ہے، مسافر خانہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا، یہ در اصل اللہ کا فرشتہ تھا، جو بادشاہ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اب بادشاہ پریشان ہو گیا، اس کی باتوں پر غور کرنے لگا کہ واقعی یہ دنیا ہے، مجھ سے بھی چھوٹ جائے گی ، جیسے میرے باپ سے چھوٹ گئی، جیسے میرے دادا سے چھوٹ گئی، سب چھوڑ کر چلے گئے، کیسے کیسے بادشاہ آئے، مگر سب چھوڑ کر چلے گئے، ایسے ہی ایک دن میں بھی چھوڑ کر چلا جاوں گا۔ اب جو رات ہوئی، تو یہ باتیں سوچ سوچ کر بادشاہ کو نیند نہیں آئی، بالآخر یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے پہلے کہ دنیا مجھے چھوڑ دے، مجھے دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے، انہوں نے حکومت چھوڑ دی اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے گئے۔ (فیضان معرفت جلد دوم، ص/42)

## ایک بزرگ کو اللہ سے ملاقات کی خوشی

فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ اس طرح دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات کو جان کر اس کے مطابق زندگی گذارتا ہے؛ اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا کرتا ہے اور سفرِ آخرت کا انتظار کرتا ہے اور ہنستے ہنستے دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں: ایک واقعہ یاد آ گیا کہ بھوپال میں ایک بزرگ حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ گذرے

ہیں، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی مجلس میں جا کر بیٹھا کرتے تھے اور ان کے ملفوظات بھی جمع فرمائے ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال کا وقت آیا، تو جمعہ کا دن تھا، صبح کے وقت اٹھ کر جلدی سے انھوں نے غسل کیا اور عمدہ کپڑے پہنے، بڑے حشاش بشاش نظر آرہے تھے اور چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی ،لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کا کوئی سفر ہے کیا، بہت جلد تیار ہو گئے ہیں؟ کہا کہ ہاں! سفر ہے،لوگ سمجھے کہ کہیں قریب کا سفر ہوگا؛ لیکن حضرت گئے ہی نہیں، نمازِ جمعہ کا وقت قریب آنے لگا، تو خادموں سے کہا کہ تکیہ لاؤ! تکیہ لایا گیا؛ پھر حضرت لیٹ گئے اور کلمہ پڑھا اور روح قبض ہوگئی؛ تب لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ یہ پوری تیاری دراصل آخرت کے سفر کے لیے تھی، دیکھیے اللہ سے ملاقات کی ان کو کیسی خوشی تھی؟۔ (فیضان معرفت جلد دوم،ص/44)

## والدہ کی خدمت کے متعلق ایک خواب

ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابوحازمؒ سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ آرام فرمارہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ تک ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق نظر انداز نہ کریں کیونکہ یہ حج کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے لہٰذا واپس جائیے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھئے چنانچہ وہ حج کا قصد ترک کر کے واپس ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔مصنف حضرت فریدالدین عطارؒ صفحہ ۴۰۔)

## حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی دس سال بعد بیٹے سے ملاقات

سلطنتِ بلخ چھوڑنے کے دس سال کے بعد حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے گئے، ان کا بیٹا اُس وقت چودہ سال کا تھا، اب دس سال کے بعد چوبیس سال کا ہوگیا تھا، اب دونوں طواف کر رہے ہیں مگر دونوں کو ایک دوسرے کی خبر نہیں، طواف کرتے کرتے جب مقامِ ابرہیم پر دو رکعت نماز پڑھی تو بیٹے پر نظر پڑگئی، باپ کا خون بیٹے کی رگوں میں دوڑتا ہے لہٰذا باپ کی محبت نے جوش مارا۔ اللہ کا نور بھی بندوں کی رگوں میں دوڑتا ہے اسی لیے دل میں اللہ کی محبت معلوم ہوتی ہے ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی چوٹ لگا کر ہمیں دنیا میں بھیجا ہے مگر یہ چوٹ ابھرے گی کیسے؟ جب پُروا ہوا چلتی ہے یعنی جب اللہ والوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے تب یہ چوٹ محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ دو رکعت پڑھ کر فارغ ہوئے تو اپنے بیٹے سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ کہا کہ میں سلطنتِ بلخ سے آیا ہوں۔ اب دل میں شبہ ہوا کہ ہوسکتا ہے میری پہچان غلط ہوجائے، یہ کوئی اور نہ ہو لہٰذا پوچھا کہ وہاں کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں وہاں کا بادشاہ ہوں، تو پوچھا کہ تمہارے بابا کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میرے بابا کا نام سلطان ابراہیم ابن ادہم ہے، پوچھا کہ تمہارے بابا کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت نے ان کو سلطنت سے بے سلطنت کردیا، وہ تخت و تاج کو لات مار کر اللہ کی

محبت میں ہم کو چھوڑ کر چلے گئے، بس اتنا سننا تھا کہ یقین ہوگیا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے لہٰذا فرمایا کہ میں ہی ابراہیم ابن ادہم ہوں، بس اُٹھے اور گلے سے لگالیا۔ آپ اللہ والوں کی زبان سے کبھی کسی بادشاہ کا تذکرہ سنتے ہیں؟ لیکن اس بادشاہ کا تذکرہ، سلطنتِ بلخ چھوڑنے والے کا تذکرہ اولیاء اللہ کی زبانوں سے جاری ہوتا ہے۔ مفتی بغداد علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسی بڑی شخصیت نے ان کا تذکرہ اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ (اصلی پیر کی پہچان، ص/23)

## حضرت جنید بغدادیؒ کے کشف کا واقعہ

حضرت جنید رحمہ اللہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا۔ آپ نے سبب پوچھا، تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ: اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے ایک لاکھ، یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا، یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے، اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی؛ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ: وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا، تو اس نے عرض کیا کہ: اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ: اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی، اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ (تحذیر الناس، ص/83)

## جنید کو کس چیز نے جنید بغدادیؒ بنایا؟

ایک مسجد میں حضرت جنید بغدادیؒ بیٹھے ہوئے تھے، ساری مسجد نمازیوں سے بھری

ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا انسان ہو وہ باہر آ جائے۔ سب سے پہلے حضرت جنید دوڑ کر مسجد سے باہر آئے اور اعلان فرمایا کہ میں سب سے بُرا ہوں۔ حضرت شبلیؒ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو بغدادی بنایا ہے۔ (کشکول معرفت ص:۳۰۱)

## حضرت جنید بغدادی کی اپنے جنتی ساتھی سے ملاقات

خواجہ جنید بغدادیؒ نے ایک مرتبہ مناجات میں کہا یا اللہ آپ نے جو دو فریقوں کا ذکر کیا ہے کہ {فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ} تو میں کس گروہ میں سے ہوں ہاتف نے آواز دی تو فریق فی الجنۃ میں سے ہے انہوں نے پھر کہا الٰہی جب یہ کرم کیا تو یہ بھی بتا دیجئے کہ بہشت میں میرا مصاحب اور ہم نشین کون ہوگا اس شہر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا وہ چرواہے پہاڑ پر آپس میں مل کر رہ رہے ہیں خواجہ جنید بغدادیؒ پہاڑ پر گئے دیکھا چند چرواہے آپس میں مل کر رہ رہے ہیں خواجہ نے تین شب وہاں گذاری تاکہ اس چرواہے کا عمل دیکھیں جس سے اس کو یہ درجہ ملا انہوں نے دیکھا وہ سب پانچوں وقت باجماعت نماز اداء کرتے ہیں ایک امامت کرتا ہے باقی اقتدا کرتے ہیں اور بعد اداء فرض وسنن پھر اپنے مویشی چرانے میں مشغول ہو جاتے ہیں حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا تمہارے درمیان اس نام کا چرواہا کون ہے ایک بولا میرا نام ہے خواجہ اس کو الگ لے گئے اور کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو میں جنید ہوں وہ تعظیم کے لئے اٹھا اور کہا حکم کیجئے انہوں نے کہا حق تعالیٰ نے تیرے متعلق مجھ

سے کہا ہے کہ جنت میں میرا مصاحب اور ہمنشیں ہوگا میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ تو کون سا ایسا عمل کرتا ہے کہ جس سے تجھ کو یہ درجہ ملا میں تین دن سے یہاں مقیم ہوں سوائے پنج وقتہ نماز باجماعت میں نے تمہارا کوئی عمل نہیں دیکھا معلوم ہوتا ہے تمہارا کوئی باطنی عمل ضرور ایسا ہوگا جس سے تم اللہ تعالی کے نزدیک اتنے مقرب ہو مجھے وہ عمل بتاؤ؟

چرواہے نے جواب دیا اے خواجہ جنید، میں ایک مرد جاہل عام آدمی ہوں میں نہیں جانتا درجہ کسے کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے مگر مجھ میں دو خصلتیں ہیں شاید وہی اللہ کو پسند ہوں ایک یہ کہ اگر اللہ تعالی ان سب پہاڑوں کو سونے کا بنادے اور میرے قبضہ تصرف میں دے دی پھر اگر وہ میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے نہ ہونے سے ذرہ برابر بھی غم نہ ہوگا دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ پر ستم کرے یا احسان کرے تو میں یہ سب اس کی طرف سے جانتا ہوں اور اسی کو فاعل حقیقی سمجھتا ہوں خواجہ جنید نے یہ سن کر کہا کہ اے عزیز یہی دونوں باتیں تو سب نیکیوں کی جڑ ہیں بیشک انہیں کی برکت سے تم بہشت میں میرے مصاحب اور ہم نشیں ہو گے۔

سونے کے پہاڑ بھی مل جائیں اور پھر میرے ہاتھ سے نکل جائیں تو مجھے ذرہ برابر بھی غم نہیں ہوگا اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا دل ان کی محبت میں گرفتار نہیں ہے اور اسی کو ترک دنیا کہتے ہیں۔ (قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت، ص/80)

## حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے شیطان کا عجیب سوال

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا نام کون نہیں جانتا! آپ کا واقعہ ہے کہ حضرت

جنید بغدادی نے ایک مرتبہ دل میں خیال کیا کہ اگر شیطان سے ملاقات ہو جائے، تو ایک سوال کروں گا اور انھوں نے ایک دن اللہ سے دعا بھی کردی کہ اے اللہ! کبھی شیطان سے ملاقات کرادے؛ تا کہ اس سے سوال کرلوں۔ ایک دن نماز پڑھ کر مسجد کے باہر نکلے، تو ایک بوڑھا آدمی جھک کر سلام کرنے لگا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کون ہو تم؟ کہنے لگا کہ میں وہی ہوں، جس سے ملنے کی آپ کو آرزو اور تمنا تھی۔

حضرت سمجھ گئے کہ یہ اصل میں شیطان ہے۔ شیطان نے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟ حضرت جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ میرے ذہن میں تیرے متعلق ایک سوال ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تجھے کس چیز نے اللہ کے حکم کی تعمیل سے منع کیا؟ کیوں تو نے سجدہ نہیں کیا، کیا اللہ کی عظمت کو نہیں جانتا تھا؟ ارے تجھے اللہ کی معرفت حاصل تھی، اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور جلالتوں سے تو واقف تھا، اس قدر اللہ کی قربت رکھنے کے باجود جب اللہ نے تجھے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر۔ تو تو نے آخر کیوں سجدہ نہیں کیا؟

اس پر شیطان کا جواب کیا تھا، وہ سننے کے قابل ہے، اس کے جواب نے کچھ دیر کے لیے حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہوش اُڑا دیے۔ اس نے کہا کہ جنید! آپ جیسا توحید پرست آدمی اور یہ مشرکانہ سوال؟ آپ جیسا توحید پرست ایک اللہ کو ماننے والا، ایک اللہ کی پوجا کرنے والا اور آپ کے ذہن میں سوال آرہا ہے مشرکانہ سوال کہ میں نے غیر اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگا کہ آدم تو غیرِ خدا تھے، خدا تو نہیں تھے، میں غیر اللہ کو کیوں سجدہ کرلیتا۔ آپ جیسا توحید پرست آدمی ایسا مشرکانہ سوال میرے سے کررہا ہے، بڑے افسوس کی بات ہے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات میرے سے کہی تو مجھے لگا کہ ہاں! یہ تو ٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے لیے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا ایمان سلب ہو رہا ہے؛ اس لیے میں سناٹے میں پڑ گیا، ہوش وحواس باقی نہ رہے، میں سوچنے لگا کہ اس کو کیا جواب دے سکتا ہوں۔ اس لیے کہ جب وہ کہہ رہا ہے کہ تم ایک اللہ کو ماننے والے ہو اور مجھے پوچھتے ہو کہ آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جنید کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں جواب نہیں آیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے الہام ہوا اور مجھ سے کہا گیا کہ اس سے یہ پوچھو کہ حکم دینے والا کون تھا؟

حکم دینے والا جب خود کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز کو سجدہ کرو، تو توحید اسی کا نام ہے کہ اس کی بات کو مان لیا جائے۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ اس الہام کے بعد میرا ایمان برقرار ہوا؛ ورنہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے ایمان میں تزلزل پیدا ہو گیا ہے۔

بھائیو! یہ ہے شیطان کی مکاری اور عیاری!! نہ ولیوں کو چھوڑا، نہ غوث وقطب وابدال کو چھوڑا، نہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسّلام کو چھوڑا۔ غور کرو کہ شیطان باتوں کو اور چیزوں کو کس طرح مزین کرتا ہے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کا ذرا اندازہ اس واقعے سے آپ کر لیجیے؛ اس لیے کبھی بھی شیطان سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے، شیطان کی عیاری اور مکاری سے بسا اوقات انسان بے ایمان بھی ہو جاتا ہے؛ لیکن اُسے خبر نہیں رہتی کہ میں بے ایمان ہو گیا ہوں۔ شیطان کفر کو مزین کر دیتا ہے۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/140)

## شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کیسے بنے؟

اپنے خطبات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سو اللہ والوں کی خدمت کی اور سو اللہ والوں سے فیض حاصل کیا اور ان لوگوں کی طرف سے مجھے بڑی بڑی دقتیں سامنے آئیں اور مجھے بڑی بڑی تکالیف ہوئیں، مجھے برا بھلا کہا گیا اور یہاں تک کہ بعض اللہ والوں نے مجھے اپنے در سے نکال دیا لیکن میں نے کسی کی بات کا برا نہیں مانا سب کی کڑوی اور سخت باتوں کو برداشت کیا، سو اللہ والوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھے پیران پیر دستگیر بنا دیا، یعنی پیروں کی رہنمائی کرنے والا، اللہ رب العزت نے بزرگوں کی خدمت میں بڑا اثر اور بڑے فائدے رکھے ہیں۔ (خطبات رحیمی جلد سوم)

## اللہ کے نام کا رعب دشمن پر

لشکر اسلام ایک دفعہ جہاد سے واپس آ رہا تھا، ایک جگہ گھنے درخت تھے جہاں سب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے قیلولہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک جگہ منتخب کی اور استراحت فرما ہوئے۔ صحابہ کرام کچھ فاصلہ سے درختوں کے نیچے آرام کر رہے تھے۔ ایک مشرک غورث بن حارث نامی نے جو دیکھا کہ آپ اکیلے آرام فرما رہے ہیں صحابہ دور ہیں تو موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ اچانک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور غورث کو دیکھا کہ وہ تلوار لہرا رہا ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ

تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ پورے وثوق ووقار سے فرمایا: اللہ، مجھے میرا رب بچائے گا۔ یہ سنتے ہی غورث پر لرزہ طاری ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار اٹھالیا۔ غورث ہیبت زدہ تھا، لیکن حضور علیہ السلام نے اس سے بدلہ نہ لیا۔ اسے معاف کردیا اور چلے جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچا تو بے ساختہ کہنے لگا، وہ جو تمام لوگوں سے بہترین ہیں میں ان کے پاس سے آیا ہوں (ضیاء النبی ومراۃ المناجح)

## قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

**قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَاللهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** ۔(البقرہ 100)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانیؒ احیاء دین کے سلسلہ میں وہ بطل جلیل اور رہبر عظیم ہیں جن کے دست برکت نے دین اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پا کر حیات نو بخشی اور چاردانگ عالم میں محی الدین کے قلوب سے مشہور ہوئے۔

حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اولیاء کرام کے سردار اور نبوت کے بعد ولایت کے اس مقام اقصیٰ پر فائز ہیں جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی۔ آپؒ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک 471ھ کی چاندرات بمقام قصبہ جیلان علاقہ جیلان

طبرستان سے کچھ آگے بحیرۂ اخضر کے قریب کے علاقے کا نام ہوئی۔آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔آپ کے والد ماجد حضرت سید ابو صالح ولی کامل تھے اور جنگ و جہاد سے بہت انس رکھنے کی وجہ سے جنگی دوست مشہور تھے۔حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نانا بزرگوار حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ بھی جیلان کے مشہور مشائخ سے تھے۔کہتے ہیں کہ زمانۂ شباب میں حضرت سید ابو صالح بہ سلسلہ ریاضات ایک دریا کے کنارے سے جارہے تھے اور کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا دریا کے کنارے پر ایک سیب پڑا ہوا دیکھا تو بسم اللہ کہہ کر کھالیا۔کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ پتہ نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھالیا۔اس لئے پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تا کہ اس سے اجازت حاصل کریں چند روز کی مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔حضرت سید ابو صالح سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔لہذا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب بلا اجازت سیب کھالینے کے لئے معافی کے خواستگار ہوئے۔حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود خاصان خدا میں سے تھے۔سمجھ گئے کہ نیک و ہونہار نوجوان ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ اتنا عرصہ تک خدمت انجام دو۔اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔

آپ نے رضائے الٰہی کے خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقت تعین

تک اسے انجام دیا اور پھر حاضر خدمت ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک شرط اور باقی ہے اور وہ یہ کہ میری ایک صاحبزادی آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے لنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے اسے نکاح میں قبول کرلوتو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا اور بعد نکاح جب اپنی بیوی کو ان تمام ظاہری عیوب سے مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے بھی متصف پایا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور غلطی کے خیال سے بحال پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فراست باطنی سے پریشانی خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا کہ اے! بیٹے یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے اس کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ سب صحیح تھیں۔یہ اندھی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی۔یہ بہری ہے کہ کبھی خلاف حق بات نہیں سنی۔نیز کبھی خلاف شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے لنجی اور لنگڑی بھی ہے۔حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

## رزق حرام کی بدبو

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ان کے چہرہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بھوکے ہیں، چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا حاضر کرنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملنے پر اکرام ضیف کے خیال سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے اپنے گھر کے

بجائے اپنے دولت مند چچا کے یہاں مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے سجا ہوا خوان لا کر پیش کیا، حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لقمہ لیا اور منہ میں گھماتے رہے لیکن نگل نہ سکے اور جب کھڑے ہو کر جانے لگے تو دروازہ پر پہنچ کر لقمہ کو بھی اگل دیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: بھائی میری ناک مشتبہ کھانے کی بو کو برداشت ہی نہیں کر سکتی، اللہ اکبر۔

## حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفعت شان کی وجہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر ج، 16، ص: 14 پر لکھا ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: **یَارَسُولُ اللہ ھٰذَا اَبُوْذَر قَدْ اَقْبَلَ** (یہ جو آرہے ہیں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں؟) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اَوَتعرِفُوْنَهٗ**۔ (کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟) آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: **ھُوَ اَشْھَرُ عِنْدَنَا مِنکُم**۔ (مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے، اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **بِمَاذَا نَالَ ھٰذِہِ الفَضِیلَۃ**؟۔ یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟۔)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے، ایک قلبی ہے دوسری قالبی (یعنی ایک دل کا عمل ہے اور دوسرا جسم کا) دل کا عمل کیا ہے؟ **لِصِغرِہٖ فِی نَفْسِہٖ**۔ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں، اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے، جو بندہ اپنے کو چھوٹا

اور حقیر سمجھتا ہے اللہ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے۔
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا دوسرا عمل باعث فضیلت کثرت قراتہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔ (یعنی یہ سورہ اخلاص کی تلاوت بہت کثرت سے کرتے ہیں) ان دو اعمال کی برکت کی وجہ سے ان کی شہرت آسمان کے فرشتوں میں زمینی لوگوں سے زیادہ ہے۔

## ہر مخلوق کو رزق کیسے دیتا ہے

تفسیر روح المعانی میں آیت: وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے: ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے، یہ شک وشبہ نہیں تھا، کیوں کہ انبیاء کا ایمان کامل ہوتا ہے، تفصیل جاننے کے لئے ایسا ایک خیال سا دل میں گزرا۔

چنانچہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت حکم دیا کہ ذرا سامنے والی چٹان پر اپنا عصا (لاٹھی) مارو لاٹھی مارتے ہی چٹان کی ایک تہہ اڑ گئی، اسی طرح لاٹھی مارنے سے جب چٹان کی تین تہیں اڑ گئیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا: موسیٰ ذرا آگے بڑھ کر منظر دیکھو، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ چٹان کی تیسری تہہ کے اندر چھپا ہوا ایک کیڑا ہرا پتہ کھا رہا ہے اور ساتھ ہی شکر و امتنان کا یہ وظیفہ بھی پڑھتا جا رہا ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِي (پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے)

وَيَسْمَعُ كَلَامِي (اور جو میری بات کو سنتا ہے)

وَيَذْكُرُنِي وَلَا يَنْسَانِي (اور جو مجھ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا)

# تہجد کی برکتیں

جنگ فارس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعداد تیس ہزار تھی اور فارسیوں کی فوج تین لاکھ مسلح نفوس پر مشتمل تھی اور ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ محض درویشوں کا ایک لشکر، کسی کے پاس نہ فوجی وردی کا ذکر، کسی کے پاس کرتا ندارد تو کوئی لنگی باندھے، کسی کے پاس لمبا کرتا، اگر کسی کے پاس پگڑی نہیں تو رسی باندھ رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خنجر، مگر بایں ہمہ بے سروسامانی درویشوں کے لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ جب لاکھوں کی تعداد میں فارسی فوجی ہجوم کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے تھے اور حریف مخالف بیلوں کی طرح بھاگتے تھے، نتیجتاً اسلامی فوج غالب رہی، پورے فارس میں ایک تہلکہ مچ گیا۔

فارس فوج کے کمانڈر انچیف رستم تھا، اس نے تمام سرداروں اور لیفٹیننٹو کو جمع کرکے ان سے کہا: یہ غضب کی بات ہے کہ تمہارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بدو کل تیس ہزار پھر ان لوگوں کے پاس کوئی باقاعدہ سامان نہیں ہے ہم ہر طرح کے فوجی سامان سے لیس ہیں، یہ لوگ بہت دور دراز ملک سے آکر ہمارے ملک پر حملہ آور ہیں، مگر بایں ہمہ جب وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بھوکے شیر ہیں اور تم لوگ لومڑیوں کی طرح بھاگتے ہو؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟۔

سرداروں نے کہا: اے رستم! اگر ہماری جان کی امان ہو تو ہم سچی سچی بات کہہ دیں؟ رستم کی اجازت ملنے پر وہ تمام سرداران فوج ایک زبان ہو کر یوں گویا ہوئے، ارے رستم! سچی

بات تو یہ ہے کہ یہ مٹھی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آ کر رہیں گے، پورے ایران پر ان کا قبضہ وحکومت ہوگی، یہ لوگ ہارنے والے نہیں ہیں، شکست تمہاری ہوگی۔ رستم نے فرط تعجب سے پوچھا کیوں ایسا کس وجہ سے؟۔

انہوں نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بظاہر بے سروسامان لوگوں کی شان یہ ہے کہ **:هم بالليل رهبان و بالنهار فرسان**۔ دن بھر گھوڑے کی پشت پر سوار ہوکر اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں کہ: اے مالک! ہم میں کوئی طاقت نہیں، طاقت والا تو ہے، ہم تیرے سپاہی ہیں، فتح وشکست سب تیرے ہاتھ میں ہے، ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

مزید برآں ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ اللہ والے لوگ جس بستی میں داخل ہوتے ہیں ان کی برکات سے سوکھی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوجاتی ہیں، یہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کی اسی طرح حفاظت کرتے ہیں، جیسے اپنی بہو بیٹیوں کی عزتیں برباد ہوجاتی ہیں، تیرے یہ فوجی جس کھیتی اور باغ میں پہنچ جاتے ہیں پھل اجڑ جاتے ہیں، کھیتیاں برباد ہوجاتی ہیں، یہ اثرات تو تیری فوج کے ہیں اور وہ افعال ان کو فوج کے، ایسی صورت میں غلبہ تجھ کو حاصل ہوگا یا ان کو۔

## خواجہ بہاری قادری کی کرامت

**ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْماً**۔ یہ (محض) فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ (النساء ی70)

(عہد شاہ جہانی میں لاہور کے ایک نامور بزرگ) کا تعلق قصبہ حاجی پورہ پٹنہ (پٹنہ

صاحب) سے تھا۔شہزادہ دارشکوہ قادری آپ کے متعلق لکھتا ہے طریقت وعرفان کے رستوں کے چلنے والے،حقیقت ووجد کے عارف،توکل ورضا کی کشتی،فقرواستغناء کے طریق کے راہی واہل حقائق کے شیخ، تمام تعلقات سے علیحدہ حضرت باری کے برگزیدہ خواجہ بہاری قادری ممتاز اولیاء میں شمار ہیں،شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے ہے کہ ایک رات آپ غازی خاں کے ہاں تقریب میں تشریف لے گئے۔وہاں حاضرین میں توحید کے مسئلہ پر گفتگو ہورہی تھی سردی کا موسم تھااور گھر کے صحن میں آگ جل رہی تھی۔خواجہ بہاری اٹھ کر الاؤ میں جا بیٹھے اور ایک گھنٹہ تک وہاں رہے اور فرمایا کہ توحید میں قیل وقال کی کیا ضرورت ہے،حال ملاحظہ کرو اس کے بعد آپ الاؤ سے صحیح سلامت باہر آگئے۔(مدینۃ الاولیاء مولفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم الدین قادری ناشر اسلامک فاؤنڈیشن،لاہور،ص/125)

## سادات کی پہچان

سلاطین مغلیہ کے دور میں سادات بارہہ اپنی بہادری، جرأت اور جانبازی کے لئے مشہور تھے۔وہ شاہی فوج کی ریڑھ کی ہڈی سمجھے جاتے تھے۔بارہہ سے مراد دریائے گنگا وجمن کے درمیان پرگنہ سنبھل کے بارہ گاؤں مراد ہیں۔سادات بارہہ میں سید محمود خاں پہلا شخص تھا جو شاہی دربار سے وابستہ ہوکر سرداری کے مرتبہ پر پہنچا۔وہ مختلف مہموں میں بڑی پامردی اور شجاعت دکھاتا رہا۔ایک روز کسی نے سید محمود خاں کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ سادات بارہہ کا شجرہ کہاں تک پہنچتا ہے۔اس وقت ملنگ فقیروں نے آگ روشن کررکھی تھی۔سید محمود خاں آگ کے ڈھیر میں جا کر کھڑا ہو گیا ،آگ اس کے زانو تک پہنچی۔اسی طرح کھڑا ہوا بولا کہ اگر میں سید ہوں تو یہ آگ مجھ

پر اثر نہیں کرے گی اور سید نہیں ہوں تو میں اس میں جل کر رہ جاؤں گا۔ وہ اسی طرح ایک گھنٹہ آگ میں کھڑا رہا۔ لوگ عاجزی منت کر کے اس کو باہر لائے وہ مخملی جوتے اور موزے پہنے ہوئے تھا، مگر اس کی کوئی چیز تک نہیں جلی۔

## درویش کی نظر سے پتھر بھی پانی

دور اکبری میں ایک بزرگ شیخ عزیز اللہ تھے۔ ان کے بڑے بھائی شیخ محمد حسن تھے۔ جو شیخ امان پانی پتی کے پیر تھے، انہوں نے اپنے بڑے بھائی ہی سے روحانی تربیت حاصل کی، رفتہ رفتہ خود بڑے صاحب دل ہو گئے۔ معرفت الٰہی اور عشق خداوندی کے مظہر تھے۔ دن رات گریہ وزاری کرتے رہتے، ان کے یہاں صبح وشام محفل سماع جمی رہتی تھی، اس وقت ان پر یہ کیفیت طاری رہتی کہ بقول نامور، مورخ ملا عبدالقادر بدایونی ان کی نگاہ پتھر پر پڑ جاتی تو وہ پانی ہو کر بہہ جاتا۔

## ایک تاجر کی ہدایت کا واقعہ

إِن تُبْدُواْ خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُواْ عَن سُوٓءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۔ (النساء149)

اگر تم ظاہر کرو کوئی نیکی یا پوشیدہ رکھو اسے یا درگذر کرو کسی بُرائی سے تو بے شک اللہ تعالیٰ در گذر کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

شہر بغداد میں ایک تاجر تھا۔ لوگ ہمیشہ اس کو صوفیہ کی برائی کرتے ہوئے سنا کرتے تھے ۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے دیکھا کہ ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا تھا اور اپنا سارا مال

ان پر خرچ کر دیا۔ کسی نے اس سے سوال کیا تو تو ان سے بغض رکھتا تھا۔ کہنے لگا میں جیسا گمان کرتا تھا وہ بات نہیں تھی ۔ میں نے پوچھا یہ کیوں کر معلوم ہوا؟ کہنے لگا کہ میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی ۔ میں نے بشر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ مسجد جامع سے نکل کر جار ہے تھے، میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا ہے یہ کہاں جاتا ہے؟ اس نے بازار میں نان بائی کے یہاں سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ صوفی ہیں نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں پھر کبابی کے یہاں سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا۔ وہاں سے حلوائی کے یہاں آیا اور فالودہ خریدا ایک درہم کا۔ میں نے اپنے دل میں کہتا تھا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کر دوں گا اور اس نے جنگل کا راستہ لیا ۔ مجھے یہ خیال آیا کہ اسے سبزہ زار کی تلاش ہے وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا اور وہاں ایک مریض تھا اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادہ سے نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انہیں نہ پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشر رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کس قدر فاصلہ ہے؟ اس نے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل ہیں۔ میں نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ میں نے اپنے اوپر کیا مصیبت ڈالی نہ میرے پاس اتنے دام ہیں جو کوئی سواری کرایہ پر کروں نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں ۔ اس مریض نے کہا ان کے پھر آنے تک یہاں قیام کرو چنانچہ دوسرے جمعہ تک وہاں رہا

اور بشر رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت پر پہنچے اور ان کے ساتھ وہی مریض کی خوراک تھی ۔ جب کھلا چکے تو اس مریض نے کہا اے ابونصر! یہ شخص تمہارے ساتھ جمعہ گذشتہ میں آیا تھا اور ایک ہفتہ تک یہاں پڑا رہا اسے پہنچادو، سوداگر کہتا ہے کہ انہوں سے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا، کیوں میرے ساتھ آیا تھا؟ میں نے کہا خطا ہوئی، کہا اٹھ چل، میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا جب شہر کے قریب پہنچے تو پوچھا، تیرا محلّہ کونسا ہے؟ میں نے کہا فلاں محلّہ ہے ۔کہا اچھا جاؤ پھر دوبارہ ایسا مت کیجیو جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی نصیحت اختیار کی اور میں اسی توبہ پر قائم ہوں ان شاء اللہ۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین ۔

## ابتدائے سلوک میں مجاہدہ

**اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ** (البقرہ ۲۶۸)

شیطان ڈراتا ہے تمہیں تنگدستی سے اور حکم کرتا ہے تم کو بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تم سے اپنی بخشش کا اور فضل وکرم کا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت دینے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک بزرگ صوفی کہتے ہیں کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں خلوت میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا کہ چالیس دن تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ جب بیس دن سے زیادہ گذرے تو مجھ پر فاقہ کی شدت ہوئی اور اشتہا زیادہ ہوئی، میں خلوت سے نکل کر چلا۔ مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ میں کہاں جارہا ہوں۔ ناگاہ بازار میں پہنچا ایک فقیر کو دیکھا کہ کہہ رہا ہے کہ میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ ایک رطل سفید روٹی، ایک رطل کباب اور ایک رطل حلوا

ملے۔راوی کہتے ہیں مجھے اس کا سوال گراں معلوم ہوتا تھا اور وہ بازار میں گشت کرتے ہوئے مجھ پر گذرتا تھا لیکن مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا اور میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ یہ شخص بڑا ہی مست ہے۔بڑے مزے کی چیزیں طلب کرتا ہے اور میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا چاہتا ہوں مجھے نہیں ملتا ۔جب ایک ساعت گذری تو اس کا سوال پورا ہو گیا اور اس نے لا کر مجھے دیا اور میرے کان اینٹھے اور کہا بتا کس کا کام زیادہ گراں ہے۔اس شخص کو جو عہد توڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے خلوت سے نکلے یا اس کا جو اس بھوکے کے واسطے اچھی اچھی چیزیں پیدا کر لائے جس سے اس کی قوت اور حواس قائم ہوں پھر فرمایا جو شخص چالیس روز بھوکا رہنا چاہے تو اسے تدریجاً عادت ڈالنی چاہئے اور ایک ہی دم میں ایسا نہ کرے ورنہ بھوک کا کتا اس پر کودے گا اور حملہ کرے گا پھر فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔رحمہ اللہ علیہ

## جوہر جوہری بن گیا

جب شیخ کبیر سعد حداد کی جو عدن میں مدفون ہیں وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوں گے؟ فرمایا: جس کے سر پر سبز پرندہ تیسرے دن گرے میری موت کے بعد جب سب فقراء جمع ہوں وہی شیخ ہوگا۔جب تیسرے دن ہوا اور لوگ قرأت وذکر وغیرہ سے فارغ ہو کر شیخ کے ارشاد کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ ایک سبز پرندہ ان کے قریب آ گرا بڑے فقراء اس خواہش میں تھے کہ ہم پر گرے یہ لوگ اسی انتظار اور تمنا میں تھے کہ تقدیر سے کیا ظاہر ہو۔ناگاہ وہ پرندہ آ کر جوہر کے سر پر گرا حالانکہ نہ انہیں خیال تھا اور نہ فقراء کو گمان تھا فقراء ان کی طرف

دوڑے تا کہ انہیں سجادہ نشین کریں اور شیخ بنائیں اور وہ روتے تھے اور کہتے تھے میں شیخ بننے کے قابل نہیں ہوں میں ایک بازاری آدمی ہوں اور ان پڑھ ہوں طریقہ فقراکاء جانتا نہیں ہوں نہ ان کے آداب سے واقف ہوں اور لوگوں سے میرا لین دین اور معاملہ ہے۔انہوں نے کہا یہ حکم آسمانی ہے جو نازل ہوا ہے حق ہے تعالیٰ تیری تعلیم میں معاونت اور سرپرستی کریں گے۔وہی بزرگوں کے سرپرست ہیں۔فرمایا تھوڑی دیر کے لئے مجھے چھوڑ دو جا کر لوگوں کے حقوق سے بری ہو آؤں۔انہوں نے چھوڑ دیا۔اسی وقت اپنے مکان پر جا کر قرض داروں کا حق ادا کیا پھر گوشہ نشین ہو گئے اور ان کے پاس فقراء خدمت گزیں رہے حتیٰ کہ اپنے نام کے مثل جوہری ہو گئے۔ان کے بہت سے فضائل اور کرامات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔اللہ تعالیٰ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

## اللہ نے مجھے بچایا ہے۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

یہ تو جاہلانہ طبیعت کا اثر ونتیجہ ہے،اس کے برخلاف جب علم ہوتا ہے،تو کیا حال ہوتا ہے انسان کا؟ اس کو ایک واقعے سے سمجھیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، بہت بڑے عالم تھے، محدث بھی تھے، بہت بڑے صوفی اور بزرگ بھی تھے۔ان کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے ایک اَبر چھا گیا اور اس میں سے چمک ظاہر ہوئی ، انھوں نے اس کی طرف دیکھا،تو اس کے اندر سے ایک آواز آنے لگی،آواز کی طرف متوجہ ہوئے،تو اس آواز میں ان سے کہا گیا کہ آپ کی عبادت

آپ کا زُہد، ریاضت، آپ کے مجاہدات سے ہم بہت خوش ہو گئے؛ اس لیے آپ سے نماز معاف کر دی جاتی ہے۔

انھوں نے یہ سنتے ہی سوچا کہ نماز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاف نہیں ہوئی؛ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت کا جو حال تھا، وہ سب کو معلوم ہے، تو میرے سے کیسے معاف ہو سکتی ہے؟ لہٰذا یہ دراصل شیطان کی آواز ہے، پھر "لاحول ولا قوہ إلا باللّٰہ" پڑھا۔ یہ پڑھنا تھا کہ وہ ابر جو نظر آ رہا تھا اور اس کے اندر سے چمک ظاہر ہو رہی تھی وہ دُھویں کی شکل میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئے، حضرت سمجھ گئے کہ دراصل شیطان کی آواز تھی، پھر کچھ دیر بعد اسی طرح ہوا اور اس کے اندر کہا گیا کہ آپ کو آپ کے علم نے بچالیا۔ حضرت نے فوراً اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے علم نے نہیں، میرے خدا نے مجھے بچالیا۔

دیکھا آپ نے کہ علم انسان کی رہنمائی کرتا ہے؛ لیکن بچانے والی ذات تو اللہ ہی کی ہوتی ہے، اگر خدا بچانا نہ چاہے، تو وہ عالموں کو بھی گمراہ کر دے، جیسے بہت سے ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ ایک مرتبہ بڑی شدت سے پیاس محسوس کر رہے تھے، (حضرت نے جنگلات میں کئی سالوں تک زندگی گزاری ہے، ریاضت کے لیے، مجاہدات کے لیے)، تو اس زمانے میں پانی ایک دفعہ نہیں ملا، بڑی شدت کی پیاس لگ رہی تھی، دور دور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اسی وقت ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس ہاتھ میں ایک گلاس تھا، جو سونے یا چاندی کا تھا اور اس کے اندر پانی بھی تھا اور آواز آ رہی تھی کہ آپ کے لیے یہ جنت سے

بھیجا جارہا ہے ،آپ اس کو لیجیے، استعمال کیجیے ۔حضرت نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان کی مکاری ہے؛لہٰذا ''لاحول ولا قوۃ إلا باللہ'' پڑھا۔

حضرت کو یہ بات کیسے سمجھ میں آئی کہ یہ شیطان کی مکاری وعیاری ہے؟یہ بات سمجھ میں آئی شریعت کے علم سے؛ کیوں کہ یہ سونے اور چاندی کا گلاس تھا اورسونے اور چاندی کااستعمال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ممنوع ہے، حرام ہے،ناجائز ہے؛دنیا میں رہتے ہوئے جنت سے وہ چیز دی جائے جوخود شریعت کے اندرحرام ہو،یہ کیسے ہوسکتا ہے؟(فیضان معرفت جلد سوم)

شیطان نے بہکانے کی کوشش کی؛لیکن حضرت سمجھ گئے''لاحول ولاقوۃ'' پڑھا، توشیطان کہنے لگا آپ کے علم نے آپ کو بچالیا۔حضرت نے فرمایا کہ علم نے نہیں؛ بل کہ میرے خدا نے مجھ کو بچالیا۔تو اس طرح علم رہنمائی کرتا ہے،جس کی وجہ سے شیطان کے مکر کوسمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

## حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کوغوث کا لقب ملنے کی وجہ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کوغوث کا لقب ایک مسئلے کے بعد ملا۔ایک مسئلہ پرآکر سب لوگ پھنس گئے تھے۔علماء نے بھی کہا کہ اس کا جواب ہمارے سمجھ میں نہیں آرہا۔ اُس وقت حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب بتایا۔تب لوگوں نے اُن سے متعلق کہا کہ یہ شخص غوثیت کے مرتبے پر فائز ہے۔مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں ایسی عبادت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ عبادت اِس وقت پوری دنیا میں کوئی بھی نہ کررہا ہو۔اگراس وقت پوری دنیا میں کوئی وہ عبادت کرے تومیری بیوی

کوطلاق ۔اب اگر وہ نماز پڑھے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اُس وقت پوری دنیا میں کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔اگر وہ ذکر کر رہا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اُس وقت پوری دنیا میں کوئی ذکر نہ کر رہا ہو۔اب اگر اس کی بیوی کو طلاق سے بچانا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ تمام علماء نے یہی کہا کہ اس کی کوئی صورت نہیں ہے، اس کی بیوی کو طلاق ہو ہی جائے گی ۔پھر لوگ مسئلہ لے کر حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔انہوں نے مسئلہ سن کر فرمایا کہ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔فرمایا کہ بیت اللہ میں پانچ منٹ کے لیے مطاف خالی کروادو اور بتادو کہ اس کی بیوی کی طلاق کا مسئلہ ہے، آپ لوگ تھوڑی دیر کے لیے رُک جائیں، پھر اس شخص کو بالکل قریب سے طواف کروادو اور سات چکر لگوانا بھی ضروری نہیں، صرف چار چکروں میں بھی طواف کی عبادت کا حکم لگ جائے گا، جو پانچ منٹ میں ہو جائیں گے اور طواف ایسی عبادت ہے جو پوری دنیا میں ایک ہی جگہ پر ہوتی ہے۔جب یہ شخص طواف کر رہا ہوگا تو پوری دنیا میں یہ اکیلا ہی اس عبادت کو کر رہا ہوگا۔ تب پتہ چلا کہ دنیا میں یہ آدمی لوگوں کو مسئلے اور ہدایت بتانے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مقام پر ہے، غرض یہ کہ اہل اللہ کی ایک قسم اہلِ ارشاد کہلاتی ہیں۔اس میں سب سے بڑے درجے والا قطب الارشاد کہلاتا ہے۔ (موضوعاتی درس قرآن۔آیۃ الکرسی)

## مولانا روم رحمہ اللہ کی کایا کب پلٹی؟

پیر شمس تبریزی رحمہ اللہ، جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کے شیخ تھے، اپنے زمانے کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، بڑے صاحبِ کرامت

بزرگ تھے، ان کی ایک کرامت یہ لکھی ہے کہ کبھی مچھلی پکڑتے اور سورج کے قریب اپنا ہاتھ لے جاتے اور وہ مچھلی سورج کی تپش سے بھنی جاتی اور اس کو کھالیا کرتے، اتنے بڑے صاحبِ کرامت بزرگ؛ لیکن ان کی پوری زندگی اس طرح گزری کہ وہ تو "اللہ، اللہ" کرتے رہتے اور لوگ جو ان کو بزرگ مانتے تھے، وہ اس لیے ان کے پاس آتے تھے کہ حضرت! ہمارے لیے دعا کر دیجیے، فلاں مقدمہ چل رہا ہے، تجارت ٹھپ ہوگئی ہے وغیرہ وغیرہ، یعنی صرف دنیا کے لیے آتے، حتیٰ کہ حضرت کی عمر کا آخری زمانہ آگیا۔

ایک دن بیٹھ کر آہ کرنے لگے اور کہنے لگے، اے اللہ! میرے سینے میں تیرے عشق کی جو آگ بھڑک رہی ہے، کوئی بندہ اسے لینے آج تک میرے پاس آیا نہیں، ایک عجیب جذبے کے ساتھ تڑپ کر کہا اور کہا: اے اللہ میرے دنیا سے جانے کا وقت شاید قریب آرہا ہے، اس سے قبل کہ میں دنیا سے جاؤں، کسی ایک کو تو میں تیری یہ محبت دے کر جاؤں، اس کا کوئی انتظام فرما، اللہ نے دعا قبول کی۔

اس کے بعد وہ ایک مرتبہ "دریائے دجلہ" کے کنارے ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے، اللہ کے ذکر میں زبان لبریز تھی، چلتے چلتے جب دوسرے کنارے پر پہنچے، تو دیکھا کہ مولانا روم ٹہلنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اِدھر اِنھوں نے اُن کو دیکھا اور اُدھر اِن کو اُنھوں نے دیکھا، دل دل میں یہ کہا کہ اگر یہ بندہ مجھے مل جائے، تو اس بندے کے دل میں اللہ کی محبت کی آگ منتقل کر دوں، اللہ نے فوراً دعا قبول کی، وہیں سے مولانا روم کے دل میں یہ بات آگئی کہ ایک اللہ کا ولی یہاں آیا ہوا ہے، اس کی خدمت میں جا کر کچھ فیض حاصل کرنا چاہیے، انھوں نے دوسرے کنارے سے اس

کنارے آ کر حضرت پیر شمس تبریزی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولانا روم کی طبیعت اسی وقت بدلنی شروع ہوگئی۔

مولانا روم رحمہ اللہ اس زمانے کے بہت بڑے عالم تھے اور وہ اس زمانے کے بادشاہ کے نواسے تھے، مولانا روم ''خوارزم مملکت'' کے بادشاہ کے نواسے ہوتے ہیں، جب وہ باہر نکلتے تھے، تو ان کے ساتھ ایک لشکر ہوتا تھا، بڑی شان وشوکت کے ساتھ سوار ہو کر نکلتے تھے، بڑے بڑے علما ان کی رکاب پکڑ کر چلتے تھے اور اس زمانے میں انھوں نے اپنے علم کا لوہا منوالیا، ہزاروں مناظرے ومباحثے کیے، بڑی بڑی تقریریں کی، علم کی دنیا میں ان کا نام ایک روشن ستارہ کے مانند مانا جاتا تھا۔

لیکن مولانا روم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب تک شمس تبریزی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر میں نے بیعت نہیں کی اور جب تک ان کی جوتیاں سیدھی نہیں کی، مجھے علم کا چسکہ بھی نہیں معلوم ہوا، آج مجھے معلوم ہوا کہ علم کیا ہوتا ہے؟ اللہ کے عشق اور اس کی معرفت کے بغیر سب کچھ یوں ہی بے کار ضائع ہوتا ہے، نماز روزہ ودیگر عبادات میں وہ لذت نہیں ملتی، جو ان چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

مولانا روم نے ''مثنوی شریف'' لکھی، ان کی کوئی کتاب مثنوی کے علاوہ دنیا میں مشہور نہیں ہے، حال آں کہ ان کی اور بہت ساری کتابیں ہیں؛ مگر اللہ نے مثنوی کو جو مقام دیا، وہ کسی اور کتاب کو نہیں دیا، حتی کہ بعض علما کہتے ہیں کہ یوں سمجھو کہ یہ مثنوی در حقیقت فارسی کا قرآن ہے، قرآن کے تمام علوم واسرار، معارف ودقائق کو اس کے اندر کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، اتنا عظیم علم جو ان کو اللہ نے دیا، یہ دراصل شمس تبریزی رحمہ اللہ کی برکت تھی۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/142)

## حضرت جنید بغدادی کا واقعۂ جذب

اب اس کے بعد حضرت جنید بغدادی کا واقعہ سنیے۔ یہ پہلے پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے، ولی اللہ نہیں تھے۔ ایک دن شاہِ بغداد نے اعلان کیا کہ آج جنید بغدادی پہلوانی دکھائے گا، ہے کوئی جو مقابلہ میں آئے۔ ایک سید صاحب بڑے میاں کانپتے ہوئے گردن ہلتی ہوئی کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں لڑوں گا ان سے۔ سب نے قہقہہ لگایا۔ تالیاں بجائیں لیکن بادشاہ قانون سے مجبور تھا کہ جو آدمی خود کو مقابلے کے لیے پیش کردے اس کو کیسے کہہ دے کہ نہیں، تم نہیں لڑ سکتے۔ لہٰذا بادشاہ نے سید صاحب کو اجازت دے دی۔ سید صاحب ساٹھ پینسٹھ برس کے، جب دونوں کشتی کے لیے اترے تو حضرت جنید بغدادی بھی حیران، بادشاہ بھی حیران، ساری رعایا، ساری سلطنت کی پبلک حیران کہ یا اللہ یہ بڈھا کیسے لڑے گا! جب بڈھا اترا تو اس نے جنید بغدادی سے کہا کہ اپنا کان یہاں لاؤ اور کان میں کہا کہ دیکھو میں تم سے جیت نہیں سکتا ہوں، بوڑھا ہوں، گردن ہل رہی ہے کمزور ہوں، دس دن سے کھانا نہیں کھایا لیکن میں سید ہوں، میرے بچوں کو بھی فاقہ ہے اگر تم آج اپنی عزت کو اللہ کے نبی کے عشق ومحبت میں قربان کردو اور ہار جاؤ تو یہ انعام مجھے مل جائے گا اور سال بھر کے لیے میری اور میرے بچوں کی روٹی کا انتظام ہوجائے گا۔ میرا قرضہ ادا ہوجائے گا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش ہوجائیں گے۔ کیا تم اے جنید اپنی عزت کو اولادِ رسول پر فدا نہیں کرسکتے؟ جنید بغدادی نے دل میں سوچا آج موقع اچھا ہے۔

محبت کی بازی وہ بازی ہے دانش
کہ خود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس بصد شوق جنید بغدادی نے دو چار ہاتھ ادھر اُدھر چلائے، اپنا کرتب دکھایا تا کہ بادشاہ کو نورا کشتی نہ معلوم ہو یعنی ملی بھگت نہ معلوم ہو، جنید بغدادی نے خوب دانت پیسے اور زور لگایا مگر اوپر اوپر سے، اندر سے طاقت استعمال نہیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گر گئے اور وہ سید صاحب سینے پر چڑھ گئے اور سارا انعام لے گئے۔ رات کو خواب میں جنید بغدادی کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جنید! تم نے اپنی عزت اور آبرو کو، اپنی بین الاقوامی شہرت کو، پورے بغداد میں اپنے نام اور جاہ کو میری اولاد کی محبت میں فدا کر دیا جو فاقہ سے تھی، آج تم اولیاء اللہ کے رجسٹر میں درج ہو گئے۔ (تجلیات جذب، ص/161)

کچھ ہونا مرا ذلت وخواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

## شیخ ابوعثمان سعید بن سلامؒ کا خواب

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عید کی شب میں حضرت ابوالفورسؒ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ محوِ خواب ہیں اس وقت میرے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر فی الوقت کہیں سے گھی دستیاب ہو جاتا تو احباب کے لئے فلاں چیز تیار کرتا، لیکن حضرت ابوالفورسؒ نے سوتے ہی سوتے فرمایا کہ اس گھی کو بلا پس وپیش پھینک دے۔ اور آپ نے یہ جملہ تین

مرتبہ فرمایا پھر بیداری کے بعد، میں نے ان سے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ہم ایک بہت بلند محل میں ہیں اور وہاں سے دیدار الٰہی کی تمنا کر رہے ہیں، لیکن تمہارے ہاتھ میں کنگھی ہے اسلئے میں نے کہا کہ کنگھی کو فوراً پھینک دو۔

حضرت ابو عمرو زجاجیؒ نے بیان کیا کہ میں برسوں اسطرح آپ کی خدمت میں رہا ہوں کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ میں نے اور دوسرے مریدین نے خواب میں یہ غیبی آواز سنی کہ تم لوگ ابو عثمانؒ کی چوکھٹ سے وابستہ رہ کر ہماری بارگاہ سے دور ہوئے ہو۔ اور یہ خواب جب آپ سے بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے برہنہ پا گھر سے نکل کر فرمایا کہ تم لوگوں نے خود بھی سن لیا اور اب میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم لوگ چلے جاؤ اور تم سب لوگ بھی خدا کے ہو جاؤ اور مجھے بھی اس کی یاد میں مشغول رہنے دو۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ مصنف حضرت فرید الدین عطارؒ صفحہ ۳۵۶)

## حضرت ابو سعید فزارؒ کا خواب

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ خواب میں دو فرشتوں نے مجھ سے صدق کا مفہوم پوچھا تو میں نے کہا کہ ایفاء عہد کا نام صدق ہے انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ ہی کی دوستی میرے قلب میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے کہ کسی دوسرے کیلئے جگہ نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب

میں میں نے ابلیس کو ڈنڈا مارنے کا قصد کیا تو غیب سے نداء آئی کہ یہ ڈنڈے سے خائف نہیں ہوتا یہ تو صرف قلب مومن کے نور سے ڈرتا ہے۔ جب میں نے ابلیس کو اپنے پاس آنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ تارک الدنیا لوگ میرے فریب میں نہیں آسکتے، البتہ تمہاری صحبت میں چونکہ لڑکے رہتے ہیں اسلئے شاید کبھی میرے فریب میں پھنس جاؤ۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ (مصنف حضرت فریدالدین عطار صفحہ ۲۰۵)

## ایک عبرت آموز خواب

ایک مرتبہ کسی شخص نے رات کو عالم خواب میں بہت ہی وحشت ناک منظر دیکھا ،جس سے وہ شخص بہت ہی خوفزدہ ہوکر اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور اپنا ڈراؤنا خواب بیان کرکے عرض کرنے لگا کہ سرکار......! اس خواب کی تعبیر سے آگاہ فرمائیں......؟

میں عالم خواب میں ایک تروتازہ صحرا سے گزر رہا ہوں، کہ اچانک میری نگاہوں نے دیکھا......ایک شیر میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ جوں ہی میری نظریں شیر کی جانب اٹھیں تو ڈر سے میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور فوراً میں نے اپنی حفاظت کی غرض سے تیز تیز دوڑنا شروع کردیا......شیر نے بھی میرا تعاقب کیا...... میں آگے آگے بھاگا جارہا تھا اور شیر میرے پسِ پشت چلا آرہا تھا۔

دوڑتے دوڑتے میں تھک کر چلنے سے عاری ہونے لگا......دریں اثنا مجھے ایک گہرا گڑھا نظر آیا، میں نے گڑھے میں کود جانے کا قصد کیا تاکہ میں شیر کے سخت حملے سے نجات پاکر اپنی جان کی حفاظت کرسکوں۔

لیکن جونہی میری نگاہیں گڑھے کے اندر پہنچیں تو میں نے دیکھا...... اس گڑھے میں بہت ہی طویل وعریض خطرناک اژدھا منہ پھیلائے بیٹھا ہے...... میں اگر شیر کے جان لیوا حملے کے ڈر سے گڑھے کو اپنی پناہ گاہ بنا بھی لیتا تو اژدہا مجھ کو بآسانی اپنا شکار بنالیتا......!

یہ نقشہ دیکھ کر کہ میرے تعاقب میں شیر، اور سامنے گہرا گڑھا ہے اور اس میں منہ پھیلائے خطرناک اژدہا، نیز پاؤں میں طاقتِ رفتار نہیں، میرے ہوش وحواس قابو سے باہر ہونے لگے......!

اچانک میری نظریں ایک درخت پر پڑیں جو گڑھے کے بالکل ہی قریب تھا اور اس کی شاخیں گڑھے کے بالکل ہی اوپر جھکی ہوئی تھیں۔

میں ایک شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا اور اپنے آپ کو شیر واژدھے سے محفوظ تصور کرنے لگا...... لیکن میں نے دیکھا کہ جس شاخ کو پکڑ کر میں پناہ لئے ہوئے تھا اسی ٹہنی کو دو چوہے جس میں ایک کا رنگ سیاہ، اور دوسرا سفید، جڑ سے شاخ کو کاٹ رہے ہیں۔!

یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد مجھ پر وحشت طاری ہونے لگی کہ تھوڑی دیر میں وہ ٹہنی جس پر میں پناہ لئے ہوئے تھا چوہے اسے کاٹ ڈالیں گے اور میں نیچے گر کر شیر یا اژدھے کا شکار بن جاؤں گا......!

میں اسی ہیبت ووحشت میں گھرا تھا کہ اتفاقاً اس درخت پر مجھ کو شہد کا ایک چھتہ نظر آیا۔ اس میں سے ایک قطرہ زبان پر لگایا، اس کا ذائقہ بہت ہی لذیذ محسوس ہوا...... پھر میں شہد کے چاٹنے میں ایسا منہمک ہوا کہ پھر نہ ہی مجھ کو حملۂ شیر کا خیال رہا اور نہ

ہی اژدہے کا ڈر......اور نہ ہی چوہوں کا خیال رہا......نوبت یہاں تک پہنچی کہ اچانک وہ ٹہنی جڑ سے کٹ گئی اور شیر نے مجھے چیر پھاڑ کر گڑھے میں پھینک دیا......!

مرید کی زبانی اس کے خواب کی کہانی سن کر وہ بزرگ فرمانے لگے کہ اے میرے مرید......! سن غور سے سن......!

''جنگل وصحرا'' سے مراد ''دنیا'' ہے......اور ''شیر'' مانند ''موت'' کے ہے کہ آدمی اس سے کتنا ہی بھاگے مگر وہ ہر دم ساتھ ہے......کسی طرح بھی اس سے چھٹکارا نہیں۔

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے بن تو مت انجان آخر موت ہے مرتے جاتے ہیں ہزاروں آدمی عاقل و ناداں آخر موت ہے اور ''اژدہا'' تیرے ''بداعمال'' ہیں جو قبر میں ڈسے گے......اور وہ ''شاخ'' تیری ''عمر'' ہے......دو چوہے، دن ورات ہیں، جو تیری عمر کی شاخ کو کاٹ رہے ہیں......سفید چوہا، دن ہے، اور سیاہ چوہا، رات ہے اور شہد کا چھتہ، دنیا کی فانی شہوات، ولذات اور دنیا کی محبت ہے جس میں انسان مشغول ہو کر موت وقبر اور سزائے بداعمال سے غافل ہو جاتا ہے......کہ اس کو آخرت کا ذرا بھی خیال نہیں رہتا......لیکن جب اچانک موت آجاتی ہے تو سواء حسرت وشرمندگی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۳۱۳)

## محمود غزنویؒ کے پیراہن کی برکت

سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنویؒ کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور ابوالحسن خرقانیؒ کا عطا کردہ

پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعاء کی کہ اے خدا اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطاء فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوگا وہ سب فقراء کو تقسیم کردوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعاء کو شرف قبولیت عطاء فرمائی ، اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بنا پر خود ہی آپس میں لڑنے لگا جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہوگئی اور رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسنؒ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو نے اس قدر معمولی شئے کے لئے میرے خرقہ کے صدقہ میں دعاء کی اگر تو اس وقت یہ دعاء مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کرلیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہوجائے تو یقیناً تیری دعاء قبول ہوتی۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ مصنف حضرت فرید الدین عطارؒ صفحہ ۲۸۹)

## تصوف کی تعریف

ایک مرتبہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تصوف اس حالت کو کہتے ہیں جس میں مکمل طور پر ربوبیت کا اظہار ہونے لگتا ہے اور عبودیت فنا ہوجاتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ مصنف حضرت فرید الدین عطارؒ صفحہ ۲۷۲)

## حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ایک عجیب وغریب خواب

وَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ ذَاتَ يَوْمٍ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مُتَوَجِّهًا اِلَى اللهِ اِذْ ظَهَرَتْ رُوْحُ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم وَغَشِيَتْنِيْ مِنْ فَوْقِيْ بِشَيْئٍ خَيِّلَ اِلَى اَنَّهُ ثَوْبٌ اُلْقِيَ عَلَيَّ وَنُفِثَ فِيْ رَوْعِيْ فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ اَنَّهُ اِشَارَةٌ اِلَى نَوْعِ بَيَانٍ لِلدِّيْنِ وَوَجَدْتُ عِنْدَ ذٰلِكَ فِيْ صَدْرِيْ نُوْرًا لَمْ يَزَلْ يَنْفَسِحُ كُلَّ حِيْنٍ ثُمَّ

اَلْهَمَنِیْ رَبِّیْ بَعْدَ زَمَانٍ اَنَّ مِمَّا کَتَبَهٗ عَلَیَّ بِالْقَلَمِ الْعُلٰی اِنِ انْتَهَضَ یَوْماً لِهٰذَا الْاَمْرِ الْجَلِیِّ وَاَنَّهٗ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَانْعَکَسَتِ الْاَضْوَاءُ عِنْدَ مَغْرِبِهَا وَاَنَّ الشَّرِیْعَةَ الْمُصْطَفَوِیَّةَ اِشْرَقَتْ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ عَلٰی اَنْ تَبْرُزَ فِیْ قَمِیْصٍ سَابِغَةٍ مِنَ الْبُرْهَانِ ثُمَّ رَأَیْتُ الْاِمَامَیْنِ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ مَنَامٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِمَکَّةَ کَاَنَّهُمَا اَعْطَیَانِیْ قَلَماً وَ قَالَا هٰذَا قَلَمُ جَدِّنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَلَطَّا لَمَّا اَحَدَثُ نَفْسِیْ اَنْ اُدَوِّنَ فِیْهِ رِسَالَةٍ تَکُوْنُ تَبْصِرَةٌ لِلْمُبْتَدِیْ وَتَذْکِرَةٌ لِلْمُنْتَهِیْ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

ایک دن میں نماز عصر کے بعد متوجہ الی اللہ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور سر سے مجھے ڈھانپ لیا، مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی کپڑا مجھ پر ڈال دیا گیا ہے اور اس حالت میں میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ دین کی ایک خاص نوعیت کے بیان کی طرف اشارہ ہے اور اس وقت میں نے اپنے سینہ میں ایک نور محسوس کیا جو ہر لحہ بڑھتا اور پھیلتا جاتا تھا، کچھ عرصہ کے بعد میرے رب نے مجھے الہام فرمایا کہ قلم اعلیٰ (قلم تقدیر) نے جو امور میرے لئے لکھے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ میں کسی دن اس امر کیلئے کھڑا ہو جاؤں جسے پھیلتے ہوئے نور کی شکل میں میں نے دیکھا تھا، یعنی دین کا ایک خاص بیان وتشریح بالیقین زمین چمک اٹھی اپنے رب کے نور سے اور اس کی شعاعیں منعکس ہوئیں غروب کے وقت، روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا ہے۔

(یعنی دل کی ہر سمت پر یہ نور چھا گیا جو علم حقائق کا ایک خاص نور تھا) اور وہ یہ کہ شریعت مصطفویہ اس دور میں حجت وبرہان کے مکمل لباس میں نمایاں ہونی ہے (جو اس

عقل پسندی کے دور کی نفسیات کا تقاضا ہے ) پھر میں نے مکہ مکرمہ میں ایک روز دین کے دو اماموں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ گویا ان دونوں نے مجھے ایک قلم عطاء کیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلم ہے، تب میں بار بار اپنے دل میں سوچتا رہا کہ اس فن (اسرار وحقائق ) میں ایک رسالہ مدون کروں جو مبتدی کے لئے تو بصیرت بنے اور منتہی کے لئے تذکیر ثابت ہو۔

(حجۃ اللہ البالغۃ) (از تاریخ دار العلوم دیوبند صفحہ ۱۴۳، ۱۴۱ جلد اول)

## حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کا خواب

ایک مرتبہ حضرت مولانا غلام غوث کے گھر کے حالات یعنی مالی حالات اچھے نہ تھے۔ ادھر رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا پہلا اور دوسرا اور تیسرا روزہ تمام گھر والوں نے ایسے ہی رکھا۔ مولانا نے کسی سے قرض لینے کو بھی اچھا نہ سمجھا۔ قطب زمان شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب لاہوری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مولوی احمد علی تم سوئے ہو مولانا غلام غوث کے گھر فاقہ ہے جلد اس کی مدد کرو۔ چنانچہ حضرت لاہوری اٹھے اور فوراً ایک آدمی کو ایک صد روپے دے کر روانہ کیا اور ساتھ رقعہ لکھا کہ ان کو واپس نہیں کرنا کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روانہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ تیسرے روزے کا افطار اس رقم سے ہوا۔ رمضان کے بعد جب مولانا حضرت لاہوریؒ سے ملے تو حضرت نے مولانا کو خلوت میں لے جا کر پورا قصہ سنایا، اسکو سن کر مولانا (خوشی سے ) زار وقطار رونے لگے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے پروردگار میں

تیرا کتنا گناہگار اور سیاہ کار بندہ ہوں مگر تیری رحمت اور شفقت بے پناہ و بے شمار ہے۔

(صالحین کے آنسو مصنف حضرت مولانا عبدالغنی طارق صفحہ ۳۱۸)

## حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی وہ کرامت جب گائے کے بچے نے دودھ دینا شروع کر دیا

ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ رانا ساگر کے قریب تشریف فرما تھے، اس طرف سے چرواہا گائے کے چند بچوں کو چراتا ہوا نکلا۔ آپؒ نے فرمایا "بیٹا مجھے تھوڑا دودھ پلا دے" اس نے خواجہ صاحب کے فرمان کو مذاق سمجھا اور عرض کیا "بابا یہ تو ابھی بچے ہیں۔ ان میں دودھ کہاں سے آسکتا ہے؟" آپؒ نے مسکرا کر ایک بچھیا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "بھائی۔۔۔! اس کا دودھ پیوں گا" دودھ والا زور سے ہنسنے لگا "یہ تو ابھی بہت کم عمر ہے" آپؒ نے دوبارہ ارشاد فرمایا "برتن لے کر اس کے پاس جا تو سہی" وہ حیران ہو کر بچھیا کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ بچھیا کے تھن جو پہلے برائے نام تھے اور اب اسکے تھنوں میں کافی دودھ بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے برتن بھر کر دودھ نکالا جس سے چالیس آدمی سیراب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر چرواہا قدموں میں گر پڑا اور غلاموں میں داخل ہو گیا۔

## حضرت حاجی عبدالرحیمؒ کے لئے سمندر سے لوٹا آیا

قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اس جگہ حضرت حاجی عبدالرحیم

صاحب ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہ مجذوب اکثر حضرت حاجی صاحب شہیدؒ کے خدام سے یوں کہا کرتے تھے ''او تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے''۔ حضرت حاجی صاحب شہیدؒ جب بغرض زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن جہاز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا ذرا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر میں سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ میں پکڑا کر غائب ہو گیا ادھر لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا کہ تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا تھا میں نے ان کو لوٹا پکڑا یا'' حضرت کے خدام نے سمجھا کہ بڑ ہانک رہے ہیں جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آ گئی انہوں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے بیشک یہ واقعہ جہاز میں پیش آیا مگر اس وقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے؟۔ (فیضان گنگوہی، ص/117)

## بزرگوں کا امتحان لینے والا لاجواب ہو گیا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخر الدین صاحب چشتی اور حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات اتفاق سے ایک شہر میں موجود ہیں ان کا امتحان لینا چاہئے کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے؟ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے یہاں دعوت ہے قبول

فرماویں اورنو بجے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لاویں میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں۔شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا، اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین صاحبؒ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لاویں اور ما حضر تناول فرماویں، یہاں سے اٹھ کر یہ شخص مرزا جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آویں تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہونچ گئے۔اول نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے اس شخص نے ان کو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا ساڑھے نو بجے مولانا تشریف لائے ان کو دوسرے مکان میں بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے انکو تیسرے مکان میں بٹھایا غرض تینوں حضرات علیحدہ علیحدہ مکان میں بٹھائے گئے کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ جب تینوں حضرات بیٹھ لئے تو یہ شخص پانی لے کر آیا ہاتھ دھلائے اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی کھانا لیکر حاضر ہوتا ہوں، کئی گھنٹے گزر گئے اور اس شخص نے خبر نہ لی آکر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون گیا اور کون بیٹھا ہے، جب ظہر کا وقت قریب آگیا اور اس نے سوچا کہ مہمانوں کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہوگئی تھی اس لئے کھانے کا انتظام نہ ہوسکا دو پیسہ نذر کئے اور کہا ان کو قبول فرمایئے، شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا کیا مضائقہ ہے بھائی گھروں میں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں یہ فرما کر چلد یئے

پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہاں کہا تھا اور دو پیسے نذر کئے مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھروں میں ایسے قصے پیش آجاتے ہیں اور کھڑے ہو کر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے۔ دونوں کو رخصت کر کے یہ شخص حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا اور وہی عذر بیان کر کے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اٹھا کر جیب میں ڈال لئے اور پیشانی پر بل ڈال کر فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مگر پھر ہمیں ایسی تکلیف مت دیجیو، یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ اس شخص نے یہ قصہ اور بزرگوں سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فن درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہو کر قبول فرمائی اور ان سے کم درجہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے کہ کھڑے تو نہیں ہوئے مگر بخوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر مرزا صاحب ہیں کہ نذر کی قبولیت کے ساتھ ملال بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرما کر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ کے بزرگوں کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا ہوا ہے کہ باوجود اسقدر نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر و تحمل فرمایا اور فرمایا: کچھ مضائقہ نہیں جواب عطا فرمایا۔ (فیضان گنگوہی، ص/119)

## حضرت مرزا صاحبؒ کی نزاکت طبع اور شاہ غلام علی کا صبر و تحمل

شاہ غلام علی حضرت مرزا صاحب کے خاص خادم تھے جب پنکھا کرنے کھڑے

ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سہج سہج پنکھا ہلتا تو حضرت فرماتے میاں تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز جھلتے تو فرماتے تو تو مجھ کو اڑا دے گا آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ ووں بن پڑے حضرت مرزا صاحب کو غصہ آ گیا اور جھڑک کر فرمایا ''ہمارا پنکھا چھوڑ دو'' پھر شاہ غلام علی صاحب روئے اور خطا معاف کرا کر پنکھا جھلنے کی درخواست کی حضرت نے اجازت دیدی۔

## حضرت شیخ شہاب الدین کی تعظیم وامتحان

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے جب اپنے شیخ سے بیعت کی اور ذکر وشغل کرنے لگے تو بیس ہی روز کے بعد ان کے شیخ ان کی خاطر ومدارات اور تعظیم کرنے لگے تھے جب حاضر ہوتے تو ممتاز جگہ یعنی چوکی وغیرہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے اور نہایت شفقت وتوجہ سے باتیں کرتے بعض خادموں کو حسد ہوا اور ان کی تکریم ناگوار گذری کہ ہم پندرہ پندرہ بیس بیس برس کے رہتے سہتے اس عنایت سے محروم ہیں اور کل کے آئے ہوئے پر یہ لطف وشفقت ہے۔ حضرت شیخ ان کے وسوسوں پر مطلع ہوئے اور خانقاہ کے سارے درویشوں کو مع شیخ شہاب الدینؒ کے ایک ایک مرغ دیکر حکم فرمایا کہ اس کو ذبح کرلاؤ مگر ہر ایک شخص اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی موجود نہ ہو چنانچہ سب گئے اور تنہا جنگل میں جہاں کوئی آدمی نہ تھا اپنا اپنا مرغ ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ شہاب الدینؒ آئے تو زندہ مرغ ہاتھ میں دبائے ہوئے لاکر چپ کھڑے ہو گئے

درویشوں نے ان کا مضحکہ اڑایا کہ اتنا بھی نہ ہوسکا جب سب نے اپنا ذبیحہ شیخ کے سامنے رکھدیا تو مرشد نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا'' بھائی تم مرغ کو ذبح کر کے نہیں لائے'' انہوں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ'' حضرت آپکا حکم تھا کہ جہاں کوئی موجود نہ ہو وہاں ذبح کیا جاوے اور مجھے کوئی جگہ ایسی ملی نہیں جہاں حق تعالیٰ موجود نہ ہوں'' اس وقت حضرت شیخ نے طالبین سے فرمایا دیکھو تمہاری اور ان کی استعداد میں اتنا فرق ہے پھر بھلا ان کی تعظیم کیوں نہ کی جائے۔

دوسری مرتبہ حضرت شیخ نے تمام خدام کو حکم دیا کہ صحرا سے ہری گھاس لے کر آؤ سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے اور جنگل سے ہری گھاس کھود کھود کر سروں پر رکھ کر حاضر ہوئے۔ شیخ شہاب الدینؒ آئے تو مٹھی میں ذرا سی سوکھی گھاس دبائے لا کر کھڑے ہو گئے پھر لوگوں نے ان کی ہنسی اڑائی کہ سارے جنگل میں ان کو ایک مٹھی ہری گھاس بھی نصیب نہ ہوئی شیخ نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے'' حضرت کیا عرض کروں جس ہری گھاس کو توڑنا چاہا اسکو ذکر الٰہی میں شاغل پایا ہمت نہ ہوئی کہ حق تعالیٰ کا ذکر میرے ہاتھوں قطع ہو ایک جگہ اتنی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی اس لئے اس کو اٹھالایا۔

## حضرت سید صاحبؒ کی کرامت

منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے دیکھنے والوں میں سے اب بھی کوئی شخص زندہ ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا بالفعل تو مجھے یاد نہیں بعد فکر بتلاؤں گا مولانا عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ سہارنپور میں ایک

شخص زندہ ہے۔ حضرت نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھہ نے مجھ سے بیان کیا تھا ہم قافلہ کے ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبد الحئیؒ صاحب، مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خان کے پاس بھیجا وہ تن تنہا یار محمد خان کے پاس پہونچا اور پیغام سنایا اس نے جواب دیا سید سے کہہ دے وہ کیوں عبث جنگ پر آمادہ ہے اسکے لئے بہتر نہ ہوگا اس کے ہمراہی ایک ایک کر کے مارے جاویں گے اور خود اس قاصد کے کوڑے لگوائے پھر واپس کر دیا اور پوچھا پھر بھی سید تجھے بھیجے گا تو تو آئے گا؟ اس نے کہا ''ہاں پھر آؤں گا'' غرض قاصد نے واپس ہو کر سارا حال سید صاحب سے عرض کیا سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی واپس جا کر یار محمد خان سے کہہ دو کہ ہم کو کیا زک دیگا تو خود پیشاب پی کر مرے گا۔ المختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خان کی فوج نے ہزیمت پائی۔ یار محمد خان بھی بھاگا اس اثناء میں اسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا اور خادم نے جواب دیا کہ موجود نہیں ہے تو کہا ''شاشہ بیار'' یعنی پیشاب ہی لا اور اور پی کر قتل ہوا۔

کچھ عرصہ کے بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب و مولوی محمد حسن صاحب بھی وہیں شہید ہوئے البتہ میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا لوگ تلاش میں نکلے اور ادھر ادھر جستجو کرنے لگے

چند آدمی مختلف دیہات اور پہاڑوں میں جا کر ڈھونڈا کرتے تھے اور کسی کو نہ ملتے تھے۔ گاؤں میں برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہاں تھے وہاں تھے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت میں میں نے تینوں شخصوں کو جاتے دیکھا جن میں ایک سید صاحب تھے میں نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہم کو کہاں چھوڑ گئے اور کیوں ہم سے علیحدہ ہو گئے؟ سب لوگ آپ کے رہ براہ ہیں میرے غل مچانے پر حضرت سید صاحب نے منہ پھیر کر مجھے دیکھا کچھ جواب نہ دیا اور چلے گئے میں بوجہ سخت بیماری کے اٹھ نہ سکا۔

دوسرے شخص نے بیان کیا کہ ہم انہیں دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفعۃً کچھ فاصلہ پر گڑ بڑاہٹ سنا میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا سید صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہیں میں نے سلام مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں مجبور ہو کر ہم نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنالیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ''ہم کو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لئے ہم نہیں آسکتے'' اتنا فرما کر قافلہ والوں کی خیریت اور حالات پوچھے اور پھر روانہ ہو گئے، میں نے بھی ہمراہ ہونے کے لئے عرض کیا تو منع فرمایا اور پھر کوشش کر کے جو میں نے پیچھے چلنا چاہا تو میرے ہاتھ پاؤں وزنی ہو گئے میں تو کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور مایوس تھا کہ یا اللہ کیسے چلوں اور حضرت سید صاحب معہ ساتھیوں کے نظر سے غائب ہو گئے۔

تیسرے شخص نے بیان کیا کہ سید صاحب کو ڈھونڈتے ہم ایک گاؤں میں ایک جگہ اترے وہاں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قبر جو ڈھئی ہوئی تازہ پڑی ہے اس کو سید صاحب ابھی ڈھوا کر گئے ہیں کیونکہ اونچی تھی اِدھر اُدھر دیکھا تو کہیں پتہ نہ لگا۔

منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا سید صاحب تیرہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں۔ انہوں نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا بلکہ اَمکن ہے اور فرمایا کہ سید صاحب انبیٹھہ میں بھی تشریف لائے میاں صابر بخش سجادہ نشین شاہ ابو المعالی کے یہاں دعوت ہوئی تھی مولوی عبدالحیٔ صاحب نے دریافت کیا تو صابر بخش کے مکان پر قیام تھا مولوی محمد سالار نے کہا ''اس کافر کے مکان پر کیوں قیام کیا؟'' مولوی عبدالحیٔ صاحب نے فرمایا وہ کافر نہیں ہے اور وجواہات میں کتب فقہ کا حوالہ دیا مولوی محمد سالار نے کہا ''مولوی صاحب یہ دہلی نباشد کہ کتاب منہ پر دے ماری یہ انبیٹھہ ہے'' مولوی عبدالحیٔ صاحب ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس ہوئے۔ گنگوہ بھی سید صاحب تشریف لائے تھے اور مکلے کی سرائے میں قیام ہوا تھا چند شخص یہاں شرف بیعت سے مشرف بھی ہوئے تھے جن میں سے ایک شخص یہاں کی مسجد میں رہتا تھا بڑا ہی متبع سنت تھا اس کی عادت تھی جب رمضان شریف گزر چکتا تو لوگوں سے کہہ دیتا تھا بھائیوں ایک برس کی میری زندگی اور نکل آئی لوگ ہنسا کرتے کہ ہر رمضان کے بعد یوں کہہ دیتا ہے حتیٰ کی رمضان کی سات تاریخ کو انتقال کیا۔

سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لے گئے وہاں بھی بہت لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا ''میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب مسجد جامع کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت شکیل جمیل تھے اور آپ نے اپنی پگڑی اتار کر ایک سرا اپنے ہاتھ میں لے کر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اس کو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنکھجورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف سے اس کو تھامے ہوئے تھے۔

سید صاحب توحید ورسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور بس، سید صاحب اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعات کے سخت مخالف تھے مولوی عبدالحئی صاحب سے ایک دن فرمایا کہ ''اگر کوئی امر مخالف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا'' مولوی صاحب نے کہا حضرت جی کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحئی دیکھے گا تو وہ آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں؟ یعنی ساتھ ہی چھوڑ دوں گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے سید صاحب نے شادی کی تھی نماز میں کچھ دیر سے آئے مولوی صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی، اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی مولوی عبدالحئی صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ ''عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت'' سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے۔

## حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک رنڈی کی بیعت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر میں گزرے ایک خوبصورت رنڈی اپنے دروازہ پر کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پر سوار جا رہے تھے آپ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور چلدئے تو وہ رنڈی بے تحاشا دوڑی اور گھوڑے کے قدموں میں گر پڑی کہ ''حضرت برائے خدا مجھے افعال ناشائستہ سے توبہ کراؤ اور بیعت کرلو'' حضرت نے توبہ کرائی اور اس سے دریافت کیا کس سے نکاح کرنا

چاہتی ہے؟ اس کا کوئی آشنا تھا اس نے اس کی نسبت کہا اس شخص نے انکار کر دیا تب اسی وقت قافلہ والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ حضرت نے اس کا نکاح کر دیا اور قیام گاہ پر پہونچ کر فرمایا لوگو جو کچھ تم نے دیکھا اس پر تعجب نہ کرنا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بھی اپنا اثر دکھائے مگر وہ خلاف سنت ہر گز ہر گز اس کا اعتبار نہ کرنا۔

ارشاد فرمایا ہنگام قیام نانوتہ میں غلام حسین شیعوں کا مولوی تھا وہ بھی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے جب وہ اندر آیا تو آپ متوجہ نہ ہوئے اس پر جوں ہی اثر پڑا تو وہ بدنصیب جوتیاں بھی وہیں چھوڑ کر بھاگا کہ یہ شخص سید بڑا جادوگر ہے اور جب تک سید صاحب نانوتہ میں مقیم رہے وہ جنگل میں رہا شہر میں نہ آیا۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے تذکرہ میں فرمایا کہ لکھنؤ میں شیعوں کا مجتہد لباس بدلکر سید صاحب کے پاس آیا مولوی اسمٰعیل صاحب موجود نہ تھے کہیں سیر سپاٹے کو گئے ہوئے تھے مجتہد نے آکر کہا مجھے چند مسئلے دریافت کرنے ہیں سید صاحب نے فرمایا پوچھو، مولوی عبدالحیؒ صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سنکر ذرا سکوت فرماتے جواب دیتے تھے چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا مجتہد نے کہا اس بیان سے تو کچھ تسکین نہیں ہوئی چلتے ہیں مجتہد صاحب سے دریافت کریں گے کیونکہ وہاں پورے طور پر تسکین ہو جاتی ہے یہ کہہ کر فوراً اٹھ کر چلدیا گویا الزام دے گیا کچھ دیر بعد مولوی محمد اسمٰعیلؒ صاحب آئے اور معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ ہوئے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کشیدہ قامت سپاہیانہ انداز میں رہتے تھے ایک دن بلا اطلاع مجتہد صاحب کی مجلس میں جا پہونچے اور کہا ''چونکہ سنیوں کی صحبت

اکثر رہتی ہے اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہیں چنانچہ چند سوال وقت طلب تھے ان کا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں'' مجتہد صاحب نے نہ پہچانا اور کہا کہ پوچھو، مولوی اسمٰعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد بیچارہ جو جواب دیتا اس کو رد کر دیتے حتیٰ کہ وہ ساکت ہو رہا مولوی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ چلیں سید صاحب سے ہی دریافت کریں وہ پورے طور سے تسکین کر دیں گے اور تسلی وہیں جا کر ہوتی ہے'' اتنا کہہ کر چلدیئے جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد اسمٰعیلؒ تھے سخت افسوس کیا اور اپنے لاجواب ہونے پر بہت نادم ہوا۔

ایک بار مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پالکی میں جا رہے تھے ایک طالب علم نے کُرۂ زمین کے متعلق ہیئت کا مسئلہ دریافت کیا آپ نے بلا تکلف اپنی مٹھی باندھ کر کرہ عرض اس کو سمجھا دیا۔ (فیضان گنگوہی، ص/141)

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمدؒ ہوں گے ایک طرف مولانا یحییٰؒ ہوں گے۔ ایک جماعت علماء کی ان کے پیچھے ہوگی۔ ایک جم غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہوگا۔ ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک صاحب گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں بہت روتے تھے ویسے بھی کثرت سے روتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اتنا کیوں روتے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت دوزخ سے ڈر لگتا ہے وہ آگ کیسے برداشت ہوگی؟ فرمایا نہیں نہیں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

## حضرت شیخ الحدیثؒ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا ارادہ تھا مدینہ طیبہ جانے کا، ہندوستان سے۔ ایک صاحب ان کے جانے سے پہلے خواب دیکھا، وہاں مسجد نبوی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے ہیں شیخ کا۔ اور ایک مجمع ہے، اس مجمع میں سے کوئی ایسا نہیں جو پہلے سے دیکھا ہوا ہو۔ کون لوگ ہیں یہ معلوم نہیں۔ سامان جانا شروع ہوا حضرت شیخ کا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کو ادھر رکھو، اس کو ادھر رکھو۔ پھر حضرت شیخ گئے معانقہ فرمایا اور فرمایا، اوہو مولوی زکریا بہت ضعیف ہو گئے، فرمایا اچھا فلاں دوا لاؤ، وہ دوا اپنے دست سے کھلا دی، دوا کا نام یاد نہیں۔ اب وہاں سے خط آتا ہے ہندوستان تعبیر کے واسطے۔ قرعہ فال بنام من دیوانہ ارجمند کہ دوا کا نام یاد نہیں اب کیا کریں۔

میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں دوا کا نام یاد رکھنے کی، یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ فلاں دوا ان کو کھلاؤ یا یہ کہ فلاں دوا کھاؤ بلکہ منگا کر خود کھلا دی۔ نام یاد نہ سہی کیا حرج ہے، یہ تاکید تو نہیں فرمائی کہ فلاں دوائی کھلاؤ۔ اگر ذمہ داری سر ڈالی جاتی کہ فلاں دوا کھلاؤ تب تو

نام یاد رکھنے کی ضرورت تھی وہ تو کھلا دی ضعف کی دوا، وہاں کی حاضری۔ سینے سے لگانا بس۔ ادھر شیخ کا یہ حال، تقاضا بہت کہ روضہ اقدس پر حاضری دیں، مگر حج کا زمانہ قریب ہر جگہ جماعتیں ہو رہی تھیں، جس جگہ پر قیام تھا، مدرسہ شرعیہ میں وہاں تک جماعتیں ہوتی تھیں ادھر طبیعت پر تقاضا حاضری کا۔ (روضہ اقدس پر) فرمایا اچھا مجھے کوٹھے پر لے چلو، تو اوپر کی منزل پر لے جا کر وہاں سے روضہ اقدس کا گنبد خضریٰ نظر آ رہا تھا وہاں سے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور پاس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہیں اور ذرا ہٹ کر شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) بیٹھے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمدؒ عرض کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میاں زکریا کو آپ کی خدمت میں حاضری کا بڑا شوق ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لیا جاتا ان سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں شوق تو ان کو بہت ہے۔ میں بھی چاہتا تھا کہ کچھ کام لے لیا جاتا، ان کی طبیعت میں جو تقاضا تھا کہ کسی طرح سے جلدی موت آ جائے۔ جلدی موت آ جائے، پہنچ جاؤ جلدی حضرت کی خدمت میں، اب وہ تقاضا ختم ہو گیا۔ یہی سوچتے تھے کہ میں کس کام کا دنیا میں کیا کام کر سکتا ہوں، بے کار پڑا ہوں، تو بس اس وقت سے اطمینان ہو گیا کہ کام لینے والے تو وہ ہیں۔ مجھے تھوڑا ہی کہا کہ کام کرو، کام لیں گے وہ لیں گے میرے ذمہ تھوڑا ہی۔

## حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی نوراللہ مرقدہ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی لگا ہوا ہے۔ مگر مجھے وہاں جانے کی ہمت نہیں ہورہی ہے میرے ماموں بھی وہاں پر موجود تھے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی۔

ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انھوں نے اپنے استاد مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری (ایک گاؤں کا نام) تو جاؤ۔ یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ موجود تھے۔ دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے تھے۔ فوراً قدموں میں گر پڑے۔ میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے۔ حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہوگیا۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

## حضرت مدنی اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہے تھے۔ مسئلہ آگیا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حضرت نے اس کو ثابت کیا۔ طلبہ نے اس پر اشکال کیا۔ حضرت نے جواب دیا، پھر اشکال کیا پھر جواب دیا۔ پھر اشکال کیا۔ حضرت

نے یکدم گردن موڑ کر اس طرح سے دیکھا (روضہ اقدس کی طرف) طلبا نے دیکھا کیا بات ہوئی۔ اس طرح سے اچانک مڑ کر دیکھا، دیکھا تو روضہ اقدس وہاں موجود نہیں عمارت غائب ہے۔ کھلی جگہ ہے صاف اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ بھی اور طلبہ بھی۔ پھر روضہ اقدس کی طرف دیکھا تو وہ اسی طرح موجود تھا۔ اس قسم کی چیزیں ہوئی ہیں۔ اب بھی ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر کرم فرما دے۔ لیکن من راٰنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان طلبہ نے خواب میں زیارت کی ہو، اس کی وجہ سے ان کو بیداری میں زیارت ہوئی ہو۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو خواب میں زیارت کرتے ہیں، بعضے روزانہ زیارت کرتے ہیں خواب میں۔ لیکن کبھی یقظۃ زیارت کی نوبت نہیں آئی انھیں۔ (مسلک علماء دیو بند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

## حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت مدنیؒ کا تذکرہ

ایک خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ تھے۔ انھوں نے دین کی خدمت کی۔ اہل بدعت سے مناظرے کئے۔ ان کو شکستیں دیں۔ حال یہ کہ روضہ اقدس پر مدینہ پاک کھڑے ہو کر وہاں تراویح میں پورا قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ (مسلک علماء دیو بند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

روضہ اقدس پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے تمام بدن کانپ جاتا تھا سر سے پیر تک۔ آنکھوں سے آنسوؤ جاری ہو جاتے تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ابھی بتا ہی چکا ہوں۔ جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انھوں نے بتلایا کہ مولانا روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ گردن جھکی ہوئی بالکل خاموش، آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے، صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت وعشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے۔ آنکھوں پر بھی وہ اتباع سنت اس کے اندر آجاتا ہے۔ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ صرف نام اہل سنت رکھنے سے اتباع سنت نہیں ہوتا۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

## سنت پر استقامت سب سے بڑی کرامت

بزرگوں نے فرمایا کہ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ احکامِ خداوندی اور سنتِ نبوی کا اہتمام کیا جائے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا، جو میں نے مرشدی حضرت اقدس شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے بارہا سنا ہے کہ ایک شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی شہرت سنی، تو ان کی خدمت میں پہنچا اور ان کی خانقاہ میں دس سال رہا، ایک دن آ کر حضرت سے کہا کہ حضرت میں واپس جانا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ تم دس سال تک جو یہاں رہے، اس کا کیا مقصد تھا اور کیا وہ مقصد تم کو حاصل ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ میں نے لوگوں سے آپ کا ذکر سنا تھا کہ آپ ولی اللہ ہیں، تو میں نے یہ سوچا کہ آپ سے بڑی بڑی کرامتیں ہوتی ہوں گی، لہٰذا

آپ کی خدمت میں رہنے آیا؛ تا کہ آپ کی کرامت دیکھوں؛ مگر اب اس لیے جا رہا ہوں کہ میں نے آپ سے اس عرصے میں ایک کرامت بھی نہیں دیکھی۔

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کو جوش آ گیا اور فرمایا کہ اچھا بتاؤ! تم نے دس سال کے عرصے میں مجھے کبھی خلافِ سنت کوئی کام کرتے دیکھا ہے؟ اس نے اب غور کیا اور کچھ دیر کے بعد کہا کہ نہیں، آپ سے کبھی بھی خلافِ سنت کوئی کام ہوتے نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جنید کی اس سے بڑی کرامت کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ کہ اس نے دس سال میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنے خدا کو ناراض نہیں کیا، کیوں کہ کوئی کام خلافِ سنت نہیں کیا۔

اللہ اکبر! دیکھیے اللہ والے ایسے ہوتے ہیں، جن سے گناہ تو در کنار سنت بھی کبھی ترک نہیں ہوتی اور یہی اصل کرامت ہے۔

## وقت کی حفاظت اور فضول گفتگو سے بچنے کی تدبیر

ایک بزرگ تھے دیوبند میں جن کا نام ہے، حضرت مولانا میاں صاحب رحمہ اللہ، دار العلوم دیوبند کے محدث تھے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے بھی اساتذہ میں سے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ان کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کی مجلس ہوتی تھی اور اس میں علما، صلحا اور طلبا سب جمع ہوتے تھے اور کوئی مسئلہ پوچھتا، کوئی مشورہ لیتا، حضرت کبھی کچھ بیان فرماتے اور کبھی مسائل کی تحقیق ہوتی، مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہتیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت نے فرمایا کہ بھائی کل

سے ہماری مجلس میں گفتگو صرف عربی زبان میں ہوگی اردو میں نہیں، اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور لوگ چلے گئے، دوسرا دن ہوا تو لوگ آئے، آنے کے بعد سب خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی بولتا نہیں، کوئی کچھ پوچھتا ہی نہیں، اگرچہ وہ علما تھے، طلبا تھے؛ لیکن عام طور پر عربی زبان میں گفتگو کی مشق چوں کہ نہیں ہوتی ہے، تو وہ جیسے اردو سرسر بول لیتے ہیں، اس طرح نہیں بول پاتے اور سب کے سب خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، بہت دیر کے بعد کسی نے کہا کہ حضرت ایک مسئلہ ہے، عربی میں اس نے ایک جملہ بہت ہی جچا تلا استعمال کیا، اب حضرت نے اس کا جچا تلا عربی میں جواب دیا، پھر مجلس پر خاموشی طاری ہوگئی، پھر کچھ دیر کے بعد کسی نے سوال کیا، پھر اسی طرح جواب ہوگیا؛ پھر خاموشی طاری ہوگئی، دو چار ہی باتیں ہوئیں تھیں کہ عصر سے مغرب تک کا وقت ختم ہوگیا اور لوگ چلے گئے۔

دوسرا دن ہوا، وہی کیفیت، تیسرا دن ہوا، وہی کیفیت، کوئی کچھ بولتا ہی نہیں، دو تین دن کے بعد کسی نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! آپ نے یہ عربی والی قید لگا کر ہم لوگوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا اور استفادے کا دروازہ بند کردیا، افادے کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی میں دیکھ رہا تھا کہ لوگ ایک چھوٹی سی بات ہوتی ہے؛ لیکن اس چھوٹی سی بات کے لیے بہت سے فضول الفاظ استعمال کرتے ہیں، پانچ لفظوں میں جو بات پوری ہوسکتی ہے، اس کے لیے دس لفظ استعمال کرتے ہیں، جو بات دس لفظوں میں پوری ہوسکتی ہے؛ اس کے لیے چالیس پچاس لفظ استعمال کرتے ہیں، وہ سب فضول ہوتے ہیں؛ اس لیے میں نے سوچا کہ

ہماری اتنی عمریں ہو چکی ہیں، میری عمر پچاس برس کی ہوگئی ہے، کسی کی عمر چالیس برس ہوگئی، کسی کی عمر پینتالیس برس ہوگئی، کسی کی عمر بیس برس ہوگئی ہے اور لوگ لمبی لمبی گفتگو کر کے اپنا وقت برباد کرتے ہیں، میں نے سوچا کہ یہ فضول گوئی میں جو وقت گزر رہا ہے، اس سے ان لوگوں کو بچاؤں، اس لیے میں نے یہ قید لگادی کہ عربی میں بولو، اب عربی میں بولے گا تو جچے تلے الفاظ میں بولے گا، بے کار کوئی لفظ استعمال نہیں کرے گا، جیسے اردو میں آدمی بکواس کر لیتا ہے، اس لیے وہاں بڑا سوچ سمجھ کر بولے گا، ضرورت ہی کا لفظ بولے گا؛ بل کہ جتنا ضروری ہے، وہ بھی پورا نہیں بول سکے گا، اس میں بھی کچھ گھٹ ہی جائے گا۔ اس لیے میں نے یہ قید لگائی ہے۔

## تاجر بھی ولی بن سکتا ہے

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''إحیاء العلوم'' میں ایک قصہ لکھا ہے کہ بغداد کے علاقے میں ایک شخص رہتے تھے، جن کا نام تھا ''شیخ منکدر'' اور ان کی ایک دکان تھی، تجارت پیشہ آدمی تھے، انھوں نے اپنے خادموں سے ایک دفعہ کہہ دیا کہ بھائی دیکھو! یہ کپڑا اتنے کا ہے اور وہ کپڑا اتنے کا ہے، یہ لبادہ اتنے کا ہے، فلاں لبادہ اتنے کا ہے۔ اس سے زیادہ قیمت میں فروخت نہ کرنا اور ایک کپڑے کے بارے میں بتایا کہ یہ دو دینار کا ہے اور ایک کے بارے میں کہا کہ یہ تین دینار کا ہے، اس طرح تاکید کردی۔

ایک مرتبہ اپنے کسی کام سے جا رہے تھے، راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جو اعرابی و دیہاتی تھا، دیکھا تو اس کے پاس ایک لبادہ ہے، انھوں نے پوچھا کہ بھائی! یہ لبادہ کہاں سے خریدا؟ تو اس نے کہا کہ ادھر ایک دکان ہے، وہاں سے خریدا ہے۔ پھر پوچھا کہ کتنے میں خریدا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے تین دینار میں خریدا ہے۔

توانھوں نے اسے لے کر الٹ پلٹ کر کے دیکھا اوراس کے بعد میں کہا کہ یہ تو دو دینار کا ہے،تم نے تین دے دیئے ،ایک دینار تم نے زائد دے دیا ہے،اس لیے چلو، اس کو واپس کر دو، یا تو اپنی قیمت واپس لے لو، یا نہیں تو اپنا ایک دینار واپس لے لو۔

تو اس نے کہا کہ آپ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں اسی دکان کا مالک ہوں، تو شیخ منکدر اس دیہاتی کو لے کر واپس پہنچے اور اپنے خادم سے کہا کہ تم نے یہ غلط حرکت کیوں کی؟ اس کا ایک دینار واپس کرو، یا نہیں تو اسے تین دینار والا لبادہ دے دو۔ خادم نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہیں؟ اس دیہاتی نے کہا کہ ایک دینار واپس کر دو۔ چناں چہ ایک دینار واپس کر دیا گیا اور وہ دیہاتی واپس جانے لگا ، چلتے چلتے کچھ آس پاس کے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی یہ کون صاحب ہیں؟ بڑے امانت دار معلوم ہوتے ہیں کہ ایسا ایسا واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ نہیں جانتے ان کو؟ یہ شیخ منکدر رہیں۔

تو اب اس دیہاتی نے کہا کہ اچھا یہ ہیں شیخ منکدر! ہم لوگ اپنے علاقے میں جب کبھی بارش بند ہو جاتی ہے،تو شیخ منکدر کا واسطہ دے کر دعائیں مانگا کرتے ہیں اوراس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم کو بارش دے دیتا ہے،اس نے کہا یہ تو وہ آدمی ہیں، مجھے پتہ نہیں تھا اور کہنے لگا کہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ شیخ منکدر کوئی صاحب جبہ ودستار شخصیت ہوگی، جو کسی خانقاہ میں بیٹھ کر تسبیح گھماتے ہوں گے؛ لیکن یہاں آکر پتہ چلا کہ یہ تو تاجر آدمی ہیں،تجارت کر رہے ہیں؛ لیکن مقام ایسا ہے اللہ کے نزدیک، کہ اللہ ان کے نام کی بہ دولت ، ان کے واسطے کی وجہ سے بارشیں نازل کر رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر راستے سے خدا کو پایا جا سکتا ہے۔

## بادشاہ بھی ولی اللہ ہوسکتا ہے

حضرت شجاع رحمہ اللہ ''کرمان'' کے بادشاہ تھے، یہ کرمان ایک بستی ہے، حضرت شجاع اس بستی کے بادشاہ تھے اور ساتھ ہی بہت بڑے اللہ کے ولی تھے، ان کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ مسجد تشریف لائے، نماز پڑھنے کے بعد دیکھا کہ ایک طالبِ علم نماز پڑھ رہے ہیں، بڑے خشوع کے ساتھ، بڑے اطمینان کے ساتھ اور ایسی اچھی نماز کہ انھوں نے خال خال ہی کسی کو ایسا نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

تو ان کا دل اندر سے کہنے لگا کہ یہ طالبِ علم جو نماز پڑھ رہا ہے، اتنی شاندار نماز، یہ اس قابل ہے کہ میں اس کو اپنا داماد بنالوں، انھوں نے مال نہیں دیکھا، انھوں اس کی دنیوی حیثیت نہیں دیکھی، اس کا حسب ونسب نہیں دیکھا، اس لیے کہ ان چیزوں سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے، تو شیخ کرمانی کے دل میں آیا کہ کیوں نہ میں اس کو اپنا داماد بنالوں، وہ طالبِ علم نماز سے فارغ ہوا، تو انھوں نے اپنے وزیر سے کہا کہ اس طالبِ علم کو بلا کر لاؤ، وزیر نے جا کر اس کو بلایا، وزیر کے بلانے پر وہ بیچارہ کانپ گیا کہ بادشاہ بلا رہے ہیں، پتہ نہیں کیا بات ہے؟ اب وہ آیا ڈرتے ہوئے، کانپتے ہوئے کہ معلوم نہیں میرے سے کیا خطا ہوگئی، لغزش ہوگئی ہوگی یا معلوم نہیں کہ کیا سوال کرلیا جائے اور میں جواب دے سکوں کہ نہ دے سکوں؟ جب وہ حاضر ہوا، تو بادشاہ نے اسے بٹھایا اور بٹھانے کے بعد کہا کہ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ میرے دل میں یہ خواہش گزری کہ میں تم کو اپنا داماد بنالوں، تمھاری اگر شادی نہیں ہوئی ہے، تو تم

اگر شادی کرنا چاہو، تو میری لڑکی سے شادی کرلو، بس جناب یہ سننا تھا کہ ان کا دماغ چکرانے لگا؛ اس لیے کہ باشادہ کی بیٹی کو یہ فقیر شادی کر کے کیا کرے گا؟ کہاں رکھے گا؟ کیا کھلائے گا؟ کیسے اس کی خواہشات پوری کرے گا؟ اسے ہوسکتا ہے کہ دن میں پچاس جوڑوں کی ضرورت ہو، اب بے چارہ چکر میں آ گیا، ہاں کہوں تو مشکل، نہ کہوں تو بھی مشکل، ہاں کہنے میں یہ مصیبت، نہ کہنے میں یہ کہ بادشاہ کہیں ناراض ہوجائے کہ میری طرف سے یہ پیغام دیا جارہا ہے اور تو ٹھکرا رہا ہے۔

بالآخر اس نے قبول کرلیا، اس کے بعد شادی کا وقت آیا، شادی ہوگئی، شادی ہونے کے بعد رخصتی ہوئی، یہ اپنے جھونپڑے میں لے گیا شہزادی کو اور کھانے پینے کا مختصر انتظام ایک دو وقت کے لیے اس نے بنا رکھا تھا، جب کھانے کا وقت آیا تو میاں بیوی کھانے کے لیے بیٹھے، شرما شرمی میں کچھ زیادہ نہیں کھایا گیا اور کچھ کھانا بچ گیا، اس طالب علم نے اپنی بیوی سے جو کہ شہزادی تھی کہا کہ اس بچے ہوئے کھانے کو اُٹھا کر رکھ دینا، صبح ہمیں ناشتے میں کام آئے گا، اس نے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور رونے بیٹھ گئی، اب رو رہی ہے، رو رہی ہے، طالب علم بہت پریشان کہ آخر کیا ماجرا ہے؟ اس نے اس سے بار بار پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیوں روتی ہو؟ مگر اس نے کوئی جواب ہی نہیں دیا، یہ کہنے لگا کہ میں نے تمھارے والد سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں آپ کی بیٹی کو کیسے سنبھالوں گا ،میری جھونپڑی اسے کیسے پسند آئے گی، میری رہائش کا انداز اسے کیسے پسند آئے گا، میرا سوکھا موکھا کھانا اسے کیسے پسند آئے گا؛ لیکن آپ کے والد نے بڑی غلطی کی کہ میرے سے آپ کی شادی کردی اور آپ کے تمام جذبات اور تمام خواہشات کو انھوں نے بالکل

پیس کرر کھ دیا، یہ آپ کے والد کی غلطی ہے، میری غلطی نہیں ہے، شاید تم کو میرا یہ جھونپڑا اور یہ سوکھا کھانا پسند نہیں آیا؛ اس لیے رو رہی ہو؟

شہزادی نے کہا کہ میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ مجھے جھونپڑے میں رکھا گیا یا سوکھا کھانا کھلایا گیا؛ بل کہ اس لیے رو رہی ہوں کہ میرے والد نے مجھے یہ کہا تھا کہ میں ایک متقی پرہیز گار اور اللہ والے سے تیرا رشتہ کر رہا ہوں، جو توکل علی اللہ کی دولت سے مالا مال ہے؛ لیکن میں نے یہاں پر آ کر آپ میں توکل نہیں دیکھا، آپ کہہ رہے ہیں کہ کھانا اٹھا کر کل کے لیے رکھو، جس خدا نے آج آپ کو دیا، وہ کیا کل نہیں دے سکتا؟ اس لیے مجھے رونا آ رہا ہے۔

اللہ اکبر! آپ سوچیے کہ وہ بادشاہ کیسا ہوگا اور بادشاہ کی بیٹی پر اس کی تربیت کیسی ہوگی؟ اس کا اندازہ کچھ دیر کے لیے آپ کو کرنا چاہیں، میں سمجھتا ہوں کہ صحیح طور پر نہیں کر پائیں گے، بادشاہ کا جو انداز ہوتا ہے، اس کے پاس جو طاقتیں ہوتی ہیں، جو چیزیں ہوتی ہیں، اس کے اندر دینی غیرت ایسی، توکل ایسا، اللہ سے تعلق ایسا پیدا کرنے کی اس نے اگر کوشش کی ہے تو کیا کیا نہ کیا ہوگا؟

معلوم ہوا کہ ایک آدمی بادشاہ ہوتے ہوئے خدا کا ولی ہو سکتا ہے، شہزادی خدا کی ولی ہو سکتی ہے، شہزادہ خدا کا ولی ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے ہزاروں راستے ہیں، کروڑوں ہیں، جس راستے سے چاہے آدمی پہنچ سکتا ہے، کوئی چیز اسے اللہ تک پہنچنے سے روک نہیں سکتی، جیسا کہ آپ کو یہ مثالیں بتا رہی ہیں۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے)

## اورنگ زیب کو تاج حکومت ان کے غلام نے عطا کیا

بہت سے اللہ والے ہمارے بغل میں ہی رہتے ہیں؛ مگر ہم اُن کو نہیں پہچانتے، ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، ہم نہیں جانتے، آپ نے سنا ہوگا کہ شاہ جہاں کا جب آخری وقت آیا، تو اُن کی اولاد میں ایک ''دارہ شکوہ''، دوسرے: ''اورنگ زیب'' تھے، دونوں حکومت چاہتے تھے، اورنگ زیب نیک انسان تھے، وہ حکومت سے دین کو تقویت دینا چاہتے تھے۔

ایک مرتبہ دہلی میں ایک بزگ آئے، جب معلوم ہوا تو دعا کروانے پہلے دارہ شکوہ گئے، بزرگ صاحب سے ملاقات کی، اُنھوں نے کہا: میری گدی پر بیٹھ جاؤ؛ مگر دارہ شکوہ نے انکار کر دیا، پھر جاتے وقت دارہ شکوہ نے کہا: حضرت دعا کیجیے کہ حکومت مل جائے، بزرگ کہنے لگے، ہم نے تو اپنی گدی دینی چاہی، آپ نے انکار کر دیا، اب حکومت نہیں ملے گی، وہ افسوس کرتے ہوئے چلے گئے، کچھ دیر بعد اورنگ زیب آئے، بزرگ صاحب نے اُن کو بھی گدی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا، پہلے تو انکار کیا، پھر حکم ہوا، تو بیٹھ گئے، پھر اورنگ زیب نے بھی کہا: دعا کیجیے کہ تخت و تاج مل جائے، انھوں نے کہا: تخت پر تو ہم نے اللہ کے حکم سے بٹھا دیا؛ مگر تاج میں نہیں دے سکتا، بلکہ تاج آپ کا غلام جو آپ کو روزانہ وضو کراتا ہے، وہ اگر آپ کے سر پر عمامہ رکھ دے، تو تاج بھی مل جائے گا، اورنگ زیب نے تعجب سے کہا: میرا غلام جو میری جوتیاں سیدھی کرتا ہے، کیا وہ اتنا بڑا اللہ والا ہے؟ گھر گئے اور وضو کے بعد غلام کو حکم دیا کہ عمامہ

پہنا دو، غلام نے کہا: حضور میں آپ کے سر پر کیسے رکھ سکتا ہوں، گستاخی ہوگی، اورنگ زیب نے کہا: میرا حکم ہے رکھ دو، اُس نے رکھ تو دیا؛ مگر سمجھ گیا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے ،اُس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گیا۔

دیکھیے! جسے غلام اور نوکر سمجھا جاتا رہا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کتنا بڑا مقام تھا؟ لہٰذا آج بھی اللہ والے موجود ہیں، مگر پہچاننے والی آنکھ چاہیے۔

## جذبۂ شکر پیدا کرنے کا طریقہ

ایک مرتبہ شیخ سعدی رحمہ اللہ گھر سے نکلے، تو پیر میں پہننے کے لیے جوتے نہیں تھے، دل ہی دل میں کہنے لگے کہ اللہ نے مجھے جوتے بھی نہیں دیئے ہیں، پھر پیدل تھوڑی دور گئے، تو دیکھا کہ ایک فقیر بھیک مانگ رہا ہے، جس کے دونوں پیر رانوں تک کٹے ہوئے ہیں، یہ منظر دیکھ کر شیخ سعدی نادم ہوئے اور اللہ سے کہنے لگے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ مجھے صرف جوتے نہیں دیئے، اس بیچارہ کو تو پیر ہی نہیں دیئے ہیں، اگر تو مجھے بھی اس جیسا بناتا تو میں کیا کر سکتا تھا؟

آدمی ہمیشہ ہر دنیوی چیز میں اپنے سے نیچے کے طبقے والوں کو دیکھے، تو شکر کرے گا، اگر اپنے سے اونچے طبقے والوں کی طرف نظر کرے گا؛ تو ناشکری میں مبتلا ہوگا یعنی اگر کوئی متوسط درجے کا مال دار ہے، تو وہ غریبوں کو دیکھے اور شکر ادا کرے کہ اللہ نے مجھے اس سے اچھا رکھا ہے، اسی طرح کسی کو اللہ نے معمولی سا گھر دیا ہے، تو وہ جھونپڑی میں رہنے والے کی طرف نظر کر کے شکر ادا کرے کہ اللہ نے مجھے مکان تو دیا ہے، اس کے بر

خلاف اگر متوسط درجے کا مال دار اپنے سے بڑے مال دار کی طرف نظر کرے گا، تو حرص میں ، یا حسد میں مبتلا ہوگا اور ناشکری کرے گا کہ اللہ نے اس کو اتنا مال دیا ہے اور مجھے نہیں دیا۔

## اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کافی اور بہتر سمجھیں اور صبر سے کام لیں اسی میں خیر ہے

ایک بزرگ ایک بستی سے دوسری بستی کو جا رہے تھے، جب دوسرے شہر کے قریب ہوئے ،تو دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے بند ہیں اور دن کا وقت ہے، ان کو بڑا تعجب ہوا کہ دن میں شہر کا دروازہ کیوں بند ہے؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس شہر کے بادشاہ کا ایک پالتو پرندہ "باز" اُڑ گیا ہے، جس کی تلاش جاری ہے اور دروازے بند اسی لیے ہیں ؛ تاکہ باز شہر کے اندر ہی رہے اور دروازہ سے کہیں باہر نہ چلا جائے۔ ان بزرگ نے سوچا کہ کتنا بڑا بے وقوف بادشاہ ہے؟! کہ باز تو اُوپر، جو کھلی فضا ہے، وہاں سے بھی جا سکتا ہے ، اسے اتنی بھی عقل نہیں اور اس نے شہر پناہ کا دروازہ بند کروا دیا ہے۔

پھر وہ بزرگ اللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے اللہ ! تو نے حکومت وسلطنت اور مال و دولت اس بے وقوف بادشاہ کو دے دی ہے، جو عقل سے بالکل عاری ہے اور مجھ جیسے عاقل کو کچھ نہیں دیا ،تو اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ اس کی بے وقوفی وحماقت کے ساتھ آپ کو یہ دولت وحشمت اور حکومت وسلطنت اور جاہ وجلال سب کچھ اس بادشاہ سے چھین کر آپ کو دے دی جائے اور آپ کی عقل مندی اور تقوی شعاری، نیکیاں اور طاعتیں سب اُس کو دے دی جائیں؟ تو

ان بزرگ کوفوراً احساس ہوااور اللہ سے معافی مانگی اور کہنے لگے کہ یا اللہ! مجھے تقوی والی دولت زیادہ پسند ہے، اگر چہ غریبی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، اور یہ حکومت وسلطنت اس کی بےتوفی وبےایمانی سمیت لینے سے تو ایمان وعمل کے ساتھ فقر وفاقہ ہی بہتر ہے۔

لوگ عموماً نعمت، صرف مال ودولت کو سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی کی طرف سے کسی کوطاعت وعبادت کی توفیق مل جائے، تو یہ بہت بڑی دولت ہے، اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے؟ مگر لوگ اسکو نعمت سمجھتے ہی نہیں۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے)

## لقمان حکیم رحمہ اللہ کا شکر

لقمان حکیم کسی کے غلام تھے، ایک مرتبہ باغ میں ان کا آقا آیا اور ایک پھل کاٹ کر حضرت لقمان کو دیا، تو وہ مزہ لے کر کھانے لگے، جب ایک ٹکڑا وہ خود کھایا، تو معلوم ہوا کہ بڑا کڑوا پھل ہے، اس نے تھوک دیا اور کہنے لگا کہ لقمان! تم کو یہ پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ تو حضرت لقمان نے جواب دیا کہ آپ کے ہاتھ سے میں نے کتنی میٹھی میٹھی چیزیں کھائی ہیں، آج ایک مرتبہ آپ کڑوا پھل کھلا دیں، تو کیا میں شکوہ کروں؟

اللہ اکبر! کیسا عجیب جواب دیا، اگر ہم بھی اللہ کے بارے میں ایسا ہی خیال کریں، تو ہماری کیا حالت ہوگی؟ اللہ کو ناشکری پسند نہیں، اگر شکر کروگے؛ تو نعمت میں اضافہ ہوگا۔ اگر اللہ مال دے دے؛ تو بھی خوش رہو اور نہ دے تو بھی خوش رہو اور صحت دے، تو بھی راضی رہو، بیماری دے؛ تو بھی خوش رہو۔

مگر آج لوگ اللہ کی ہزاروں نعمتوں کو تو بھول جاتے ہیں اور کبھی کوئی مصیبت آتی ہے ؛تو شکوہ شروع کر دیتے ہیں۔

## تمھاری ساری سلطنت ایک گلاس پانی اور ایک گلاس پیشاب کے برابر ہے

خلیفہ منصور نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نصیحت کرنے کی درخواست کی، تو انھوں نے پوچھا کہ اگر تمھیں سخت پیاس لگے اور پانی میسر نہ آئے، جان جانے کا اندیشہ ہو، ایسے وقت میں اگر کوئی کہے کہ ایک گلاس پانی میں دیتا ہوں اور تمھاری آدھی سلطنت اس کے عوض میں دینا پڑے گا، تو تم کیا کرو گے؟ بادشاہ نے کہا کہ آدھی سلطنت دے کر ایک گلاس پانی لے لوں گا، تاکہ جان بچے۔

سفیان ثوری نے پھر پوچھا کہ اگر خدانخواستہ اس پانی کے پینے کے بعد تمھارا پیشاب بند ہو جائے اور اطبا کہیں کہ اس کا علاج ہو سکتا ہے، اگر آدھی سلطنت اس کے عوض میں ہمیں دے دو گے، تو علاج کر کے پیشاب جاری کریں گے، تم کیا کرو گے؟ بادشاہ نے کہا کہ آدھی سلطنت دے دوں گا اور علاج کراؤں گا؛ تاکہ جان بچ جائے، تو اب اُن بزرگ صاحب نے عجیب بات فرمائی کہ اس سے معلوم ہوا کہ تمھاری کل سلطنت کی قیمت صرف ایک گلاس پانی اور ایک کٹورا پیشاب کے برابر ہے، شکر کرو اُس اللہ کا، جو تمھیں روزانہ پچاسوں گلاس پانی مفت پلا رہا ہے اور غور کرو اس کی قدرت پر جس سے کتنا پیشاب بغیر کسی معاوضے کے بہ آسانی نکل جاتا ہے، اگر اللہ بھی اپنی نعمتیں عوضاً دینے لگے، تو انسان کا جینا مشکل ہو جائے۔

ہر شخص روزانہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو سوچا کرے اور اس کا شکر بہ جالائے، اس سے ایک طرف اللہ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور دوسری طرف نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

## اللہ کا شکر ہے خود بینی کا آئینہ ٹوٹ گیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جو بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کو کسی نے ''چینی'' کا بنا ہوا ایک آئینہ دیا، حضرت نے اس کو لے کر کہا ''الحمد للہ''، پھر انہوں نے اپنے خادم کو دیا کہ اس کو رکھو، جب ضرورت ہو گی لے کر اس میں چہرہ دیکھوں گا، اتفاق سے وہ ان کے خادم کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا، تو اس نے خدمت میں حاضر ہو کر ڈرتے ڈرتے کہا: ''از قضا آئینۂ چینی شکست'' (اللہ کی قضا و فیصلے سے چینی کا آئینہ ٹوٹ گیا اور اس کو یہ خیال تھا کہ اس پر مجھے ڈانٹ پڑے گی، کہ تم نے اس کو کیوں توڑا؟ مگر حضرت نے اس کے جواب فرمایا کہ ''الحمد للہ کہ آلۂ خود بینی شکست'' (اللہ کا شکر ہے کہ خود بینی کا آلہ ٹوٹ گیا)۔ خادم نے کہا کہ حضرت! جب آئینہ آیا تھا، تب بھی آپ نے ''الحمد للہ'' کہا اور اب یہ ٹوٹا، تو بھی ''الحمد للہ'' کہا، فرمایا کہ ہاں! یہ اللہ ہی کا ہے، جب وہ دے، تو بھی الحمد للہ اور اس کا شکر ہے اور اگر وہ لے لے تو بھی ''الحمد للہ''۔

اولیاء اللہ کی نظر اشیا پر نہیں ہوتی؛ بلکہ خالقِ اشیا پر ہوتی ہے، وہ ہر وقت اسی پر نظر جمائے ہوئے ہوتے ہیں۔

## امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبادت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ دن بھر درس و تدریس، مسائل کا استنباط اور استخراج، قرآن میں حدیث میں غور و فکر، تدبر و تفکر، فقہ کی ترتیب وغیرہ میں مصروف رہتے اور جب شام ہوتی، عشا کا وقت ہوتا، لوگ عشا پڑھ کر چلے جاتے، تو امام اعظم ابوحنیفہ

رحمہ اللہ نماز کے لیے رکعت باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ رکعتوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا ، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا تھا۔

شروع شروع میں سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ایک دن کہیں جارہے تھے، راستے میں ایک شخص نے ایک اپنے ساتھی سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دکھا کر آہستہ سے کہا کہ یہ جو بزرگ جارہے ہیں، یہ روزانہ پانچ سو رکعت پڑھا کرتے ہیں۔وہ تو آہستہ سے کہہ رہا تھا ؛لیکن امام صاحب کے کانوں میں اس کی آواز پہنچ گئی۔امام صاحب نے کہا کہ اللہ اکبر! یہ میرے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ میں پانچ سو رکعت روزانہ پڑھتا ہوں، جب کہ میں صرف سو ہی رکعت پڑھتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قرآن کی اس آیت کا مصداق بن جاؤں:{ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا } (آل عمران:۱۸۸)

(اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ایسی بات پر جو انھوں نے نہیں کی)

اگر میں اس کا مصداق بن جاؤں تو کیا ہوگا ؟ جہنم کی سزا ہوگی۔امام صاحب نے کہا کہ لوگ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ میں پانچ سو رکعت پڑھا کرتا ہوں ، تو میں آج سے پانچ سو رکعت پڑھا کروں گا۔اور اس کے بعد سے آپ کا یہی معمول ہو گیا۔

پھر اس کے بعد ایسا ہی واقعہ ہوا کہ ایک دفعہ جارہے تھے، تو کسی آدمی نے امام ابوحنیفہ کو دکھا کر کہا کہ یہ بزرگ روزانہ ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے ہیں ، حالانکہ اس وقت پانچ سو رکعت پڑھتے تھے۔امام صاحب نے اس کی یہ بات سن لی اور کہا کہ اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ہزار رکعات پڑھتا ہوں؛ حالانکہ میں صرف پانچ سو پڑھتا ہوں، تو مجھے اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا، اس لیے میں آج سے ہزار رکعت نماز پڑھوں گا اور زندگی بھر یہی

معمول رہا، کتابوں کے اندر لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، آپ کی پوری پوری رات عبادت کے اندر گزر جاتی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا عجیب حال تھا۔ دیکھیے کس طرح اللہ کو مقصود بنا کر زندگی گزاری جاتی ہے۔ لہٰذا پڑھو، لکھو، تحقیق کرو، مطالعہ کرو اور لوگوں کے لیے نیک کام کرو، ہمدردی اور غمخواری کے کام بھی کرو، دعوت و تبلیغ کے کام بھی کرو، لوگوں کو نصیحت کرو، عبرت کی باتیں بتاؤ، اللہ کی طرف ان کو متوجہ کرو، لیکن ان ساری چیزوں کے ساتھ کبھی اس کو نہ بھولو، کہ میں پیدا ہی ہوا ہوں اپنے رب کے لیے۔ وہی مقصود ہے، وہی مطلوب۔

## امام اوزاعی رحمہ اللہ کے آنسو

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم تھے، مجتہد تھے اور ان کا بھی مسلک بہت زمانے تک دنیا میں چلتا رہا تھا، جیسے امام ابوحنیفہ کا، امام شافعی کا، امام مالک کا، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مسلک آج چل رہا ہے۔ اسی طرح امام اوزاعی کا بھی مسلک چلتا تھا، لیکن جب ائمۂ اربعہ کا مسلک بہت آگے بڑھ گیا، لوگوں کے اندر اس کو مقبولیت ہوگئی، تو پھر دوسرے ائمہ کے ماننے والے ختم ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی بہت بڑے مجتہد وامام تھے۔

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ فجر کے بعد ان کے گھر پر پڑوس کی ایک عورت آئی، امام اوزاعی رحمہ اللہ گھر میں موجود نہیں تھے، چھوٹا سا گھر تھا، ایک طرف مصلیٰ

بچھا ہوا تھا، ایک طرف حضرت کی اہلیہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ عورت آ کر ان کے بازو بیٹھ گئی اور کچھ باتیں کرنے لگی، اتنے میں اس کی نظر مصلیٰ پر پڑی، تو وہ عورت حضرت کی اہلیہ سے کہنے لگی: اماں جان! یہ دیکھیے! مصلیٰ بھیگا ہوا ہے، اس پر کسی بچے نے پیشاب کر دیا ہوگا۔

حضرت کی اہلیہ نے کہا کہ ہمارے یہاں تو کوئی بچہ ہے نہیں، ہم بوڑھا، بوڑھی دو ہی آدمی یہاں رہتے ہیں، ہمارے یہاں کوئی بچہ نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا: اگر بچہ نہیں ہے، تو پھر پانی پڑ گیا ہوگا، یہ دیکھیے! مصلیٰ بھیگا ہوا ہے، تو حضرت کی اہلیہ نے مصلے پر اپنا ہاتھ پھیرا، تو اس کے اوپر نمی تھی، یہ دیکھ کر کہا کہ یہ نہ پیشاب کی نمی ہے، نہ ہی پانی کی نمی ہے، بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے حضرت پوری رات اس مصلیٰ پر روتے رہتے ہیں، وہ تری ان کے آنسوؤں کی وجہ سے ہے، جو تم کو نظر آ رہی ہے۔

## حضرت مرۃ ہمدانی رحمہ اللہ کا عجیب سجدہ

اسی طرح حضرت مرۃ بن شرحبیل ہمدانی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم گزرے ہیں، تابعی ہیں، قرآن کی تفسیر میں ان کا ذکر کثرت کے ساتھ آتا ہے، ان کی عبادت وریاضت کے بارے میں بہت سی عجیب باتیں منقول ہیں، حضرت حارث الغنوی کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسا سجدہ کیا کہ زمین کی مٹی ان کی پیشانی کو کھا گئی۔

روزانہ چھ سو یا ایک ہزار رکعات پڑھا کرتے تھے، حضرت علاء بن عبد الکریم کہتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت میں آتے، تو ان کے چہرے اور ہاتھ پیر پر سجدے کا اثر نظر آتا، وہ کچھ دیر ہمارے ساتھ بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے اور بس نماز پڑھتے رہتے۔ (سیر أعلام النبلاء: ۴/۷۵، حلیۃ الأولیاء: ۴/۱۶۵)

## محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا خوف

ایک بزرگ محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ کا ذکر بھی سنتے چلیے! وہ بھی بہت بڑے عالم تھے، تابعی تھے، بہت سے صحابہ سے علم حاصل کیا تھا، بہت متقی واللہ والے تھے، ان کی عبادت وآہ وبکا کا حال یہ تھا کہ رات بھر عبادت وریاضت کے ساتھ روتے رہتے تھے، بڑے بے چین ومضطرب نظر آتے تھے، ان کی والدہ نے ایک بار ان سے کہا کہ بیٹا! اگر میں نے بچپن سے اب تک تجھے نیک و پرہیز گار نہ دیکھتی، تو تیرا یہ رونا دھونا دیکھ کر کہتی کہ کوئی بڑا گناہ تجھ سے ہوگیا ہے؛ اس لیے کہ تو ایسا روتا ہے۔

اس پر حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا کہ اے ماں! ہوسکتا ہے کہ اللہ نے مجھے اس وقت دیکھ لیا ہو، جب کہ میں کسی گناہ میں مبتلا تھا اور وہ مجھ سے یوں کہہ سکتا ہے کہ جا میں تیری مغفرت نہیں کروں گا۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲/ ۱۳۲، سیر أعلام النبلاء: ۵/ ۶۵)

بھائیو! یہ تھے ہمارے اسلاف! جو ایک طرف علم کا پہاڑ وسمندر تھے اور علم کی نشر و اشاعت و دعوت وتبلیغ، درس وتدریس میں لگے ہوئے تھے، تو دوسری جانب ان کی راتیں ایسی ہوتی تھیں، عبادت وریاضت کا یہ حال تھا۔ اسی لیے امام شافعی کا قول کئی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ میں علما کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایک وقت اپنا محض اللہ کے لیے خاص کر کے رکھیں۔

## تہجد کی دو رکعتیں ہی کام آئیں

ایک مرتبہ کسی بزرگ نے اپنے خواب میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کو دیکھا اور

انھوں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرمایا کہ مجھے اللہ کے دربار میں پیش کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ! ہم نے تمھاری مغفرت کردی، پوچھنے والے نے دریافت کیا کہ آپ کی بخشش کس بنیاد پر ہوئی؟

جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”طَاحَتْ تِلْكَ الْاِشَارَاتُ، وَغَابَتْ تِلْكَ الْعِبَارَاتُ، وَفَنِيَتْ تِلْكَ الْعُلُوْمُ ، وَنَفِدَتْ تِلْكَ الرُّسُوْمُ ، وَ مَا نَفَعَنَا اِلَّا رُكَيْعَاتٌ كُنَّا نَرْكَعُهَا بِالْأَسْحَارِ۔“ (صفۃ الصفوۃ: ۲/ ۲۴۴، سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۲۵۰)

(ساری کی ساری عبارتیں ختم ہوگئیں، وہ رموز ونکات ضائع ہو گئے، وہ علوم فنا کے گھاٹ اتر گئے، بس ہمارے حق میں سودمند ثابت ہوئیں، تو وہ الٹی پلٹی، ٹیڑھی میڑھی، غلط سلط، دو رکعتیں ثابت ہوئیں، جو ہم راتوں میں اُٹھکر پڑھ لیتے تھے۔)

دیکھو! جنید بغدادی جنھوں نے احادیث کو سمجھا اور اس پر عمل کیا، جنھوں نے قرآن وحدیث کو سمجھا اور اس پر عمل کیا، نکات کو واضح کیا، جو سید الاولیا کا لقب پانے والے بزرگ ہیں، جنھوں نے اللہ کی خاطر ساری دنیا سے بغض وعداوت مول لی، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا، جنھوں نے اللہ کی محبت کی طلب میں رات دن عبادتوں پر عبادتیں کیں، وہ بزرگ کہتے ہیں کہ نہ وہ فرائض وواجبات کام آئے، نہ وہ رموز واسرار کام آئے، نہ وہ تصوف وسلوک کے حقائق ومعارف کام آئے، کام آئے تو وہ دو رکعت نفل جو رات میں اٹھ کر پڑھتے تھے، وہ کام آئے، اس سے تہجد کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

# ایک چور کو اللہ نے قبول کرلیا

حضرت مسیح الامت جلال آبادی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ سنایا تھا، کہ کسی زمانے میں ایک چور تھا، وہ ایک بادشاہ کے محل میں چوری کرنے کے ارادے سے گیا، رات کا وقت تھا اور محل کے ایک کمرے سے بادشاہ اور اس کی بیوی کی گفتگو کی آواز آرہی تھی، وہ کھڑے ہو کر سننے لگا، اگرچہ ایسا سننا ناجائز ہے، حرام ہے، چوری ہے؛ لیکن چور چوری ہی کرنے آیا تھا، تو اسے سننے میں کیا چیز مانع ہوتی؟ آخر کو وہ چور ہی تو تھا۔ تو اس نے سنا کہ بادشاہ اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اور اس کی بیوی ہاں میں ہاں ملا رہی ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کروں گا، جو نہایت متقی و پرہیزگار ہو، جو بہت بڑا اللہ والا ہو، میں میری بچی کی کسی اور سے شادی نہیں کروں گا۔

جب چور یہ بات سن رہا تھا کہ تو اس کے دل میں آیا کہ کیوں نہ میں ہی کچھ ایسا بن کر دکھاؤں کہ میرے ہی ساتھ شاہزادی کی شادی بادشاہ کردے۔ دل میں ایک حرص پیدا ہوگئی، اب وہ چوری کو تو بھول گیا؛ لیکن دھوکے پر اتر آیا اور گھر میں جا کر بہت دیر تک سوچنے لگا کہ کس طرح میں اس بات میں کامیاب ہوسکتا ہوں؟ تو ایک تدبیر اس کی سمجھ میں آئی کہ بادشاہ کے محل کے قریب ایک مسجد ہے، اس مسجد میں جا کر بزرگانہ لباس پہن کر اور ان کی وضع قطع اختیار کر کے وہاں دن رات عبادت میں مشغول ہو کر بیٹھ جاؤں، تو شدہ شدہ بادشاہ تک بات پہونچے گی کہ کوئی آدمی یہاں ایسا متقی پرہیزگار ہے جو دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف ہے، تو ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کی نگاہِ انتخاب میرے اوپر پڑ جائے اور میں چن لیا جاؤں اور شاہزادی سے میری شادی ہو جائے۔

یہ اس کا ایک نہایت حقیر اور ذلیل دنیوی مقصد تھا، جس کے لیے اس نے یہ ارادہ کیا اور اس نے اپنے پروگرام کے مطابق بزرگانہ لباس و پوشاک، وضع قطع اختیار کر کے اس مسجد میں جا کر نمازوں پر نمازیں، ذکر و تلاوت، مراقبہ سب شروع کر لیا۔ اب زمانہ چلتا رہا، لوگوں میں شہرت ہوتی گئی کہ کوئی اللہ کے بہت بڑے ولی یہاں آ گئے ہیں، جو دن رات عبادت کرتے ہیں۔ اب اس کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی کہ یہاں کوئی اللہ والے آ کر بیٹھے ہیں، ہیں تو جوان؛ لیکن زہد و عبادت میں لاجواب و تقوے و طہارت میں بے نظیر، جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی، تو اپنے ارادے کے مطابق غور و فکر شروع کر دیا کہ شاہزادی کے متعلق جو سوچا تھا؛ اس کے لیے اسی کا انتخاب کر لیا جائے۔

بادشاہ نے اس سلسلے میں گفتگو کے لیے اپنے وزیر کو بھیجا، وزیر اس شخص کے پاس مسجد میں پہنچا اور اس نے باادب اس سے کہا کہ میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں بادشاہ جہاں پناہ کی طرف سے آیا ہوں ایک پیغام لے کر۔ اس نے کہا کہ کیا پیغام ہے؟ وزیر نے بتایا کہ بادشاہ نے کئی سال پہلے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کریں گے، جو بڑا ہی متقی و پرہیز گار ہو، اللہ والا ہو اور وہ اس کی تلاش میں تھے، اب جو نظر گئی، تو نظرِ انتخاب آپ پر آ کر رک گئی ہے؛ لہٰذا بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے کہ اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کروں، اگر آپ اس کے لیے تیار ہوں، تو فرمائیے، اگلی نشست کے اندر اس سلسلے کی کوئی کاروائی آگے بڑھائی جائے گی۔

یہ شخص جو دراصل اسی تمنا و آرزو میں یہاں آ کر بیٹھا تھا، وہ بہت دیر تک یہ وزیر کی

گفتگو سنتا رہا، اس کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وزیر نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی؟ تو کہنے لگا کہ آج جو پیغام لے کر آپ آئے ہیں، یہ پیغام مجھے منظور نہیں ہے۔ وزیر نے کہا کہ کیوں منظور نہیں؟ اس نے کہا کہ دیکھیے میں صاف صاف بات آپ کو بتاتا ہوں کہ میں اصل میں ایک چور تھا اور میں بادشاہ کے محل میں چوری کے ارادے سے ایک مرتبہ گیا تھا، پھر جو کچھ بھی ہوا اس کو سنایا اور اس کے بعد اس چور نے کہا کہ میں نے تو یہ وضع قطع اسی حرص کی وجہ سے اختیار کی تھی؛ لیکن جب میں یہاں آکر بیٹھا، تو خدا نے مجھے اپنا بنالیا، اب بس اس کے بعد مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔

## مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں ڈالنے والا بیل ہے

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ مسجد میں بے خیالی کے ساتھ چلے گئے اور مسجد میں اپنا داہنا پیر پہلے داخل کرنے کے بہ جائے بائیں پیر سے داخل ہو گئے، تو فوراً الہام ہوا اور اس الہام میں ان سے کہا گیا کہ اے ثور! یعنی (اے بیل) کیا ہمارے دربار میں آنے کا یہی ادب وطریقہ ہے؟ اللہ نے ان کو بیل کہا؛ اس لیے کہ یہ جو بیل وگدھے ہوتے ہیں؛ ان کے لیے کوئی اصول نہیں ہوتا، جو چاہے پہلے رکھو اور جو چاہے بعد میں رکھو۔ لیکن انسان ہو کر بھی یہی بے اصولی کرے، تو یہ بات قابلِ گرفت ہوتی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری کو ''ثوری'' اسی واقعے کی وجہ سے کہتے ہیں، مگر اس میں اشکال ہے؛ کیوں کہ ''ثوری'' میں ''یائے نسبت'' لگی

ہوئی ہے؛ اس لیے اس کا معنی تو یہ ہو گا کہ ''بیل والا'' حالانکہ اللہ نے ان کو خود بیل کہا ہے نہ کہ بیل والا؛ اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ ثوری ان کو ایک قبیلے کی طرف نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔

الغرض جب یہ الہام ہوا، تو فوراً اللہ کے سامنے سجدے میں پڑ گئے، رونے اور گڑگڑانے لگے اور معافی مانگنے لگے۔لہٰذا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اس ادب کا لحاظ و دھیان ہونا چاہیے۔

## اچھی نیت کا فائدہ

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے پڑوس میں ایک آدمی تھا، جو کھاتا تھا اور گھر کو چلا آیا کرتا تھا، پھر اس کا انتقال ہو گیا۔پھر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا بھی انتقال ہو گیا، پھر ان کو کسی نے خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا حال ہے؟ حضرت نے کہا: اللہ نے بخش دی؛ لیکن میری پڑوسی کے پیچھے ہی رہا۔لوگوں نے کہا اس طرح کیوں؟ ہم نے تو آپ کو پوری دنیا میں افضل سمجھتے تھے!!۔حضرت نے کہا کہ وہ آدمی ذکر اور قرآن وغیرہ پڑھتا تھا اور نیت کرتا تھا کہ اگر مجھے فرصت مل جائے، تو میں بھی جنید بغدادی رحمہ اللہ جیسا بن جاؤں اور اسی طرح کی عبادت کروں گا، صرف اس نیت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے درجے کو بلند کر دیا۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیز کو نجات ملی اور دوسرے خلفاء جہنم میں گر گئے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پر فکرِ آخرت کا بڑا غلبہ رہتا تھا، ایک مرتبہ آپ کی

ایک باندی آئی اور اس نے سلام کیا، پھر ایک جانب کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی اور بیٹھ گئی، تو اس پر نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھ لگ گئی اور نیند ہی میں وہ رونے لگی۔

پھر وہ بیدار ہوئی اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میں نے خواب میں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ پوچھا کہ کیا دیکھا؟ تو کہنی لگی کہ میں نے دیکھا کہ دوزخ ہے اور وہ اہلِ دوزخ پر زور زور سے آوازیں نکال رہی ہے۔ پھر پل صراط لایا گیا اور دوزخ پر اس کو بچھا دیا گیا۔

حضرت امیر المؤمنین نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المومنین عبد الملک بن مروان کو لایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھک گیا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کو لایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ بھی کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھکا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک کو لایا گیا اور پل صراط پر ڈالا گیا اور وہ بھی کچھ ہی دور اس پر چلے تھے کہ پل صراط جھکا اور وہ جہنم میں گر گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ پھر اے امیر المؤمنین! آپ کو لایا گیا۔

اتنا سنتے ہی انھوں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ باندی ان کے

کان میں کہتی جارہی تھی کہ اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم، میں نے دیکھا کہ آپ نجات پا گئے، خدا کی قسم، آپ نجات پا گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ باندی تو یہ کہتی جارہی تھی اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ اپنے پیروں کو زمین پر رگڑتے جا رہے تھے۔ (إحیاء العلوم: ۴/ ۱۸۷)

## حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا حکیمانہ طرز زندگی اور شان استغناء

شروع میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظّمہ میں ایک رباط میں رہتے تھے۔ وہاں اور بہت درویش بھی قیام کئے ہوئے تھے۔ کسی بیچارے کو سب درویشوں کی خدمت میں صرف ایک ایک دونی ہی پیش کرنے کی توفیق ہوئی۔ چنانچہ وہ تقسیم کرتا ہوا حضرت خلوت کی طرف بھی آیا یہاں دیکھا تو سب امیرانہ سامان فرش بھی مسند بھی۔ گاؤ تکیہ بھی گھڑی بھی۔ یہ ٹھاٹھ دیکھ کر وہ جھجک گیا اور پیچھے کو ہٹا۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کون صاحب ہیں کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں کچھ تو ہے۔ بتاؤ کیوں آئے تھے اس نے عرض کیا حضرت سچی بات تو یہ ہے کہ میں یہاں کے ہر درویش کی خدمت میں دو دو آنہ ہدیہ پیش کرتا چلا آرہا ہوں مجھے اتنی ہی وسعت ہے یہاں آپ کی خدمت میں بھی اسی نیت سے آیا تھا لیکن یہاں کے سامان اور امیرانہ شان کو دیکھ کر شرم آئی کہ صرف ایک دونی کیا پیش کروں اس لئے رک گیا۔

حضرت بڑے خوش مزاج اور متواضع تھے۔ فرمایا کہ اچھا تو آپ نے مجھ کو درویش کی

فہرست سے خارج کر دیا ہے۔اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو درویشوں کے سردار ہیں۔

فرمایا کہ یہ اچھی سزا دی ہے کہ اوروں کو تو ان کا حصہ ملے اور ہمیں اپنا حصہ نہ ملے۔ ہم تو اپنا حصہ لیں گے۔اب وہ تو شرماتا ہے کہ دونی کیا دوں اور حضرت اصرار فرما رہے ہیں۔عموماً تو درویشوں کا یہ طریق ہوتا ہے کہ دینے والے اصرار کرتا ہے اور لینے والا انکار کرتا ہے۔لیکن یہاں اس کا عکس ہوا کہ لینے والا لینا چاہتا ہے اور دینے والا نہیں دینا چاہتا ہے کیونکہ یہاں اسی کا موقع تھا۔یہ حضرات عادل ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ شریف مکہ کے پاس کوئی رقم مہاجرین میں تقسیم کرنے کے لئے آئی تو حضرت حاجی صاحب نے شریف مکہ کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس کوئی رقم مہاجرین میں تقسیم کرنے کے لئے آئی ہے تو ہمارا حصہ بھی ہمیں ملنا چاہئے۔چنانچہ وہاں سے تین آنے پیسے حضرت کے حصے کے آئے۔اس وقت مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی بھی موجود تھے۔ان سے فرمایا کہ کیوں جی کیا تین آنہ پیسوں میں میرا کام چل جائے گا لیکن ایک مصلحت کی وجہ سے میں نے یہ رقم خود درخواست کر کے منگوالی ہے کیونکہ یہاں کا خاصہ ہے کہ جو ذرا استغناء کے ساتھ رہتا ہے اس پر لوگ خواہ مخواہ حسد کرنے لگتے ہیں۔چوں کہ مجھے یہاں رہنا ہے اور اپنی ساری عمر گذارنی ہے۔اسی واسطے میں ذلیل ہو کر رہتا ہوں تا کہ استغنا کا شبہ نہ ہو۔(ماہنامہ وصیۃ العرفان نومبر، دسمبر ۲۰۱۰ء)

## حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان

فرمایا: مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے چلتے ہو؟ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف انکار کر دیا نہیں حضرت میں نہیں جا سکتا کیوں کہ میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں لوگ سند پکڑیں گے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان دیکھئے فرمایا: جزاک اللہ! میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا۔ اور اگر کوئی پیر ہوتا تو سمجھتا کہ مریدی سے خارج ہو گئے۔ اس سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق معلوم ہو سکتا ہے کہ مولود میں نہ جانے کو پسند فرمایا۔ پھر خود تشریف لے گئے۔ اس قول اور فعل سے دونوں فریق اپنا اپنا مدعا ثابت کر سکتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عجب رنگ تھا۔ تصوف غالب تھا۔ فرمایا کرتے تھے ہر شخص مجھ کو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں۔ (حسن العزیز جلد،۱،ص ۱۷۲)

## حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی لگا ہوا ہے۔ مگر مجھے وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے میرے ماموں بھی وہاں پر موجود تھے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی۔

ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انھوں نے اپنے استاد مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری (ایک گاؤں کا نام) تو

جاؤ۔ یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ موجود تھے۔ دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے تھے۔ فوراً قدموں میں گر پڑے۔ میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹالیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے۔ حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہو گیا۔ (مسلک علماء دیو بند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص/32)

## حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں: کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی سے بیعت ہونے سے قبل خواب دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی لگا ہوا ہے مگر میری جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، میرے ماموں بھی وہاں موجود تھے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دیدیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف و کمزور شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی، ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے مگر کامیابی نہ ہوئی سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انہوں نے اپنے استاذ مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری تو جاؤ! (یہاں میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی موجود تھے) دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے

تھے فوراً قدموں پر گر پڑے، میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمھیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے، حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہو گیا۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص، ۱۹۰)

الغرض ان کی خدمت میں پہونچے اور بیعت ہوئے اور آپ سے ایک عالم فیضیاب ہوا، جن میں کبار اولیاء اللہ علمائ، صلحاء اور عوام وخواص کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے، صرف علماء تقریباً ہزاروں ہیں جن میں سرفہرست حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا تھانوی، حضرت مولانا مدنی، حضرت سہارنپوری، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی وغیرہم ہیں جن کا فیض پورے عالم میں جاری وساری ہے، آپ کی شان اقدس کو کن کلمات سے تعبیر کیا جائے! آپ اللہ کے عشق ومحبت کا خزانۂ عامرہ تھے، ذکر وفکر کے سلطان اعظم تھے، ریاضات ومجاہدات کے امام تھے، علم وعرفاں کے منبع اور سرچشمہ تھے، توکل ورضاء، صبر وشکر، خلوص وللّٰہیت کے مجسمہ تھے، تواضع وعبدیت آپ کی شان تھی، عبادت کے انوار وبرکات آپ کی پیشانی سے اس طرح ظاہر ہوتے تھے کہ جو بھی آپ کے پاس آتا آپ کی عقیدت میں گرفتار ہو جاتا اور آپ کے انوار وبرکات سے فیضیاب ہوتا تھا۔

الغرض آپ علمائے ربانیین کے سرتاج، عارفینِ کاملین کے سرمایۂ فخر وامتیاز، مجاہدین کے امیر وسرپرست، طائفۂ اتقیاء اور اولیاء کے سید وبزرگ، ابتہال وتضرع، خشیت وبکاء کے ساتھ متصف، عالم ربانی، غوثِ صمدانی، عارفِ لاثانی بزرگ تھے، آپ کی

کشف وکرامات کثیر ہیں، آپ کی تصنیفاتِ جلیلہ تصوف وروحانیت، عشق ومعرفت سے بھرا ہوا نیز چھلکتا ہوا ایک جام ہے، آپ نے علم ومعرفت کی اشاعت کے ساتھ جہاد ہجرت کو بھی جمع کیا اور ہندوستان کو انگریز سے آزاد کرانے میں مجاہدین کی سرپرستی بھی کی، آپ ہی کے ایماء واشارہ پر دارالعلوم (دیوبند) جیسے ادارے وجود پذیر ہوئے، الغرض آپ کا وجود باجود اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھا اور آپ کی ذات منبع الکمالات الظاہرۃ والباطنہ تھی، آپ نے طریقۂ چشتیہ صابریہ" کی تجدید کی اور اسی میں لوگوں کو زیادہ فیض پہونچایا اور اس سلسلہ کے انوار وبرکات آپ ہی کے ذریعہ سے آفاق میں پھیلے، تمام عمر دین کی اشاعت میں گزار کر عشق ومعرفت کی وادیوں میں رہ کر دنیا کی سب سے مقدس اور محترم سرزمین مکہ معظّمہ پر ۱۲ جمادی الآخر شب چہار شنبہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے، ۸۴ سال ۳ ماہ آپ کی عمر شریف ہوئی۔

حضرت تھانوی نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے: اعلیٰ حضرت، فاروقی نسب، حنفی المذہب، حقیقت آگاہ معرفت، دستگاہ، حافظ سید السادات العظام، افتخار المشائخ الاعلام، مرکز الخواص والعوام، منبع البرکات القدسیہ، مظہر الفیوضات المرضیہ، معدن المعارف الالٰہیہ، مخزن الحقائق، مجمع الدقائق، سراج اقرانہ، قدوۃ اہل زمانہ، سلطان العارفین، ملک التارکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین (امداد المشتاق ص ۱۰)

## حضرت گنگوہی حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں

بیعت ہونے سے بزرگوں کے سلسلے کی برکات بھی نصیب ہوتی ہیں اور انسان کے

لیے مجاہدہ وعمل آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کو خلافت صرف چالیس دن میں ملی ،صرف چالیس دن میں وہ منزلیں طے کرتے کرتے نسبت مع اللہ کی دولت سے مشرف ہو گئے تھے،ان کا قصہ عجیب ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ'' تھانہ بھون'' کی خانقاہ میں رہتے تھے ، رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جوان آدمی تھے ، جوانی کا بڑا جوش وجذبہ تھا، تھانہ بھون میں ایک بہت بڑے عالم شیخ محمد تھانوی رحمہ اللہ رہتے تھے ، کسی مسئلے میں ان بزرگ سے مولانا کو اختلاف تھا، تو ان سے مناظرہ کرنے کی نیت سے وہ تھانہ بھون گئے ، راستے میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ نظر آئی ،توسوچنے لگے کہ حاجی صاحب یہاں رہتے ہیں ، بزرگ آدمی ہیں ، ملاقات کر لینا چاہیے ،تو ملاقات کرنے چلے گئے ، حاجی صاحب نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہا کہ'' گنگوہ'' سے آیا ہوں ، پوچھا کیوں آئے ؟ کہا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب سے فلاں مسئلے میں مناظرہ ومباحثہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔

حاجی صاحب نے کہا کہ بھائی ! وہ تو تمھارے سے بڑے عالم ہیں ، مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تم ان سے مناظرہ کرو ؛ لہٰذا یہ خیال ترک کردو ۔ حضرت حاجی صاحب کی بات ان کے دل میں آ گئی ،تو کہا کہ ٹھیک ہے، جب ایک بزرگ کہہ رہے ہیں ،تو مان لیتا ہوں ، کہ ان سے مناظرہ نہیں کروں گا ۔ پھر وہیں خانقاہ میں رات میں ٹھیر گئے ۔ جب صبح سحری کا وقت ہوا، تو دیکھا کہ حاجی صاحب کے مریدین اور بہت

سارے ذاکرین، شاغلین، طالبین موجود ہیں اور ذکر و دعا، نماز و تلاوت وغیرہ عبادات میں مشغول ہیں اور ایک عجیب کیفیت وسماں نظر آنے لگا، جب یہ دیکھا، تو دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے بھی بیعت ہو جانا چاہیے، پھر حاجی صاحب سے بیعت کی درخواست کی کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجیے!۔ حضرت نے کہا کہ بہت اچھا اور بیعت کرانے تیار ہو گئے۔ اس لیے کہ حاجی صاحب سے جو بھی بیعت کی درخواست کرتا، تو اسے فوراً قبول کر لیتے تھے۔

کسی کے پوچھنے پر کہ حضرت! آپ ہر ایک کو فوراً کیوں بیعت کر لیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! اس لیے کر لیتا ہوں کہ معلوم نہیں کون سا اللہ کا بندہ نیک اور مقبول ہوگا، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دے گا، تو میری مغفرت ہو جائے گی۔ اللہ اکبر! کیا عاجزی، کیا سادگی ہے!۔

الغرض حاجی صاحب نے بیعت کی، اب بیعت کے وقت بزرگوں کا معمول ہے کہ وہ کچھ معمولات بتاتے ہیں، حاجی صاحب بتانے جارہے تھے کہ مولانا رشید احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! میری ایک درخواست ہے، وہ یہ کہ مجھے صبح تہجد کے لیے اٹھا نہیں جاتا؛ اس لیے وہ ایک کام چھوڑ کر دوسرا جو چاہے حکم کیجیے۔ حضرت نے کہا ٹھیک ہے! جو تم کر سکتے ہو کر لینا؛ لیکن میں نے تمھاری ایک شرط مان لی، تم بھی میری ایک شرط مان لو، وہ یہ کہ میرے پاس چالیس دن قیام کرو۔ مولانا رشید احمد صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اب چالیس دن کی نیت کر کے خانقاہ میں رہ گئے، جب دوسرے دن صبح ہوئی تو سالکین ذکر و فکر میں اور رونے دھونے میں مشغول ہیں، کوئی

نماز پڑھ رہا ہے، کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی دعا میں ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے۔ اب ان کو نیند کہاں آئے گی؟ دو چار منٹ بستر پر پڑے کروٹیں بدلتے رہے، پھر ان کو بھی شرم آنے لگی کہ سب تو ذکر و عبادت میں ہوں اور تو پڑا رہے! تو خود ہی اٹھ کر تہجد پڑھنے لگے اور ذکر میں مشغول ہو گئے، اب روز ایسا ہی ہونے لگا اور دو چار دن بعد خود ہی طبیعت کے اندر داعیہ پیدا ہونے لگا کہ صبح اٹھو اور عبادت کا چسکہ پاؤ۔ لہٰذا سب سے پہلے اٹھنا شروع کر دیا، حال آں کہ بیعت کے وقت تو یہ شرط لگائی تھی، کہ صبح کو نہیں اٹھوں گا؛ لیکن صحبتِ اولیا کی برکت سے سب سے پہلے اٹھنا شروع کر دیا، پہلے تو جبراً اٹھتے تھے؛ لیکن پھر قصداً اٹھنا شروع کر دیا، جب اسی طرح چالیس دن گزر گئے، تو حاجی صاحب نے خلافت عطا کر دی۔

جب تھانہ بھون سے رخصت ہوئے اور اپنے وطن گنگوہ پہنچ گئے، تو کئی مہینے ہو گئے اور حاجی صاحب کو ان کے حالات کا کچھ پتہ ہی نہ چلا، نہ خیر خیریت، نہ حال واحوال، تو حاجی صاحب نے مولانا کے نام ایک خط بھیجا، اس میں لکھا کہ تمھاری کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی، بندہ کو تشویش ہوئی؛ اس لیے اپنے حالات سے مطلع کیجیے!۔ یہ خط پہنچا، تو اس کو پڑھا اور جواب لکھا کہ حضرت! میں نے اپنے حالات اس لیے نہیں لکھے کہ بندہ کا کوئی حال ہے ہی نہیں، تو کیا لکھوں؟ اس کے بعد لکھا کہ بس اتنا میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں کہ کسی کی کوئی مدح وذم کا کوئی اثر بندے پر نہیں ہوتا، دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں آئی ہوئی تعلیمات میں کسی جگہ کسی قسم کا شک نہیں ہوتا۔

بھائیو! بیعت کی برکت اور اہمیت وضرورت کا اندازہ کرو کہ بزرگوں کی نظر انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے)

# حضرت تھانویؒ کی گھڑی پر نظر

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

حضرتؒ کو وقت کی بڑی قدر تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالی نے ان کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا، وقت کے ایک ایک لمحے کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ہر وقت ان کی نظر گھڑی پر رہتی تھی، اور نہایت ہی سہولت اور بے تکلفی سے نظام الاوقات کے تحت ہر کام کو انجام دیتے تھے۔ (متاع وقت ۹۵)

حضرت تھانویؒ مرض الموت میں تھے، طبیبوں نے آپ کو بات کرنے سے منع کر دیا تھا، اس وقت بھی آپؒ بعض اصحاب کو باری باری بلاتے اور ان کو کوئی کام یا کوئی ذمہ داری سپرد فرماتے، آپ سے عرض کیا گیا کہ طبیبوں کے منع کرنے پر بھی آپ لوگوں سے باتیں کرتے رہتے ہیں، آپؒ نے فرمایا بات تو تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہو، اگر کسی کی خدمت کے اندر عمر گذر جائے تو یہ خدا کی نعمت ہے۔

حضرتؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے، جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے، میں ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔

# میاں جی نور محمد علوی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر یوپی میں آپ بحیثیت ایک معلم کام کرتے رہے اور مستور الاحوال رہے، آخر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی تھانوی مہاجر

مکی ومدنی ایک عجیب طریقہ سے آپ کے مرید ہوئے اور آپ کے جلوؤں کو عام کرنے کا سبب بنے، آپ اس واقعہ کو مصنف ''شمائم امدادیہ'' کی زبان سے سنئے!

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعہ مثنوی مولانا روم کو بطور ورد کے معمول بنالیا تھا، خاطرِ اقدس کو ایک حرکت بلیغ پیدا ہوتی تھی اور جوش وخروش باطنی آئینہ چہرۂ انور سے ظاہر ہوتا تھا اور داعیہ سلوک صامت سینہ صفت گنجینہ میں جلوہ اضطرار ڈالتا تھا کہ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ مجلس اعلیٰ حضور اقدس سرورِ دوعالم مرشداتم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، غایت رعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے، ناگاہ میرے جدامجد حضرت شاہ بلاقی صاحب تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچادیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ لے کر حضرت میاں جی صاحب علوی جھنجھانوی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کردیا، اس وقت بعالم ظاہری حضرت میاں جی صاحب سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا، بیان فرماتے ہیں کہ میں جب بیدار ہوا تو عجب انتشار وحیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دے دیا، مجھ کو خود ان کے سپرد فرمادیا، اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن استاذی مولانا محمد قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث جلال آبادی شاگردِ رشید وخلیفہ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمالِ شفقت فرمایا: تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے، وہاں چلے جاؤ اور حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرو، شاید مقصد اصلی کو پہنچو اور حیص بیص سے نجات

پاؤں میں گرمی وسفر سے حیران وپریشان چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، بارے بہ کشش وکوشاں آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمالِ باکمال جناب والا ملاحظہ کیا چہرۂ انور کو خواب میں دیکھا تھا، بخوبی پہچانا اور محوخود رفتگی ہوگیا اور آپے سے گذر گیا، افتاں وخیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا، حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سر کو اٹھایا اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق ہے، یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر ہوئی اور اس کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔ (انوار طریقت، ص/183)

## حضرت میاں جی نور محمدؒ اور وقت کی قدر

حضرت میاں جی نور محمدؒ جنجانوی کا یہ حال تھا کہ جب بازار میں کوئی چیز خریدنے جاتے تو ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی ہوتی، اور چیز خریدنے کے بعد خود پیسے گن کر دکاندار کو نہیں دیتے تھے، بلکہ پیسوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دیتے، اور اس سے کہتے کہ تم خود اس میں سے پیسے نکال لو، اس لئے کہ اگر میں نکالوں گا اور اس کو گنوں گا تو وقت لگے گا، اتنی دیر میں سبحان اللہ کئی مرتبہ کہہ لوں گا۔

## حضرت اجمل خان کے شاگرد خاص حکیم عبد الباریؒ

آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا حکیم عبد الباری صاحب ہیں۔ حکیم اجمل خان صاحب کے شاگردِ رشید، آپ کو علم طب میں بے پناہ دسترس حاصل تھی۔ آپ کے

دستِ شفا سے بہت سے لا علاج مریض شفایاب ہوئے۔ درسیاّت کی فنی کتابوں پر بہت عبور تھا۔ عربی کی بڑی مشکل کتاب کو بڑی آسانی سے سمجھا دیتے تھے۔ آپ فقیہ الامت تو تھے ہی آپ کو علم طب میں حاذق الملک کا خطاب ملا۔

آپ کے بڑے فرزند ولی الدین بچپن سے صوم وصلاۃ کے پابند، ولی صفت اسم بامسمیٰ تھے۔ افسوس کہ کم سنی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ بہت ہی آرزوں کو تمناؤں کے بعد حضرتؒ کی ولادت ہوئی۔ بڑوں کی آغوش میں نورِ نظر بن کر پرورش پائی۔ ہر ایک کے چہیتے اور لاڈلے تھے آپ نے اپنے بزرگوں کے مہکتے باغ کے جن پھولوں کے زیادہ استفادہ کیا ہے اور ان کی شفقت ومحبت کو خوب پایا ہے وہ آپ کے جدِّ امجد دادا جانؒ ہیں۔

## شیخ محب اللہ الہ آبادی

شیخ محب اللہ صدیقی الہ آبادی ۲ صفر یکشنبہ ۹۹۶ھ صدر پور نواح خیر آباد میں پیدا ہوئے، علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد علوم باطنیہ کی طلب میں سرگرداں تھے، اکثر مشائخین سے ملتے تھے مگر مدعا اور مطلوب حاصل نہ ہوتا تھا، آخر دہلی میں آکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے روضہ پر مراقب ہوئے، وہاں سے روحانی طور پر اشارہ ملا جو کہ درحقیقت من جانب اللہ تھا کہ حضرت شیخ ابوسعید کے پاس گنگوہ جاؤ! وہاں آج کل تکمیل کا بازار گرم ہے تمہارا حصہ وہاں ہے، اُدھر شیخ ابوسعید کو اشارۂ غیبی ہوا کہ میں نے محب اللہ کو آپ کے سپرد کر دیا ہے یہاں پہنچے، شیخ پہلے ہی سے منتظر تھے اذکار اور اوراد و وظائف تعلیم فرما کر مسجد کے برابر حجرہ میں قیام وخلوت کے لئے حکم فرمایا، ابھی ایک چلہ

بھی نہ گذرا تھا شیخ نے الجھے ہوئے مسائل وحدۃ الوجود جیسا مسئلہ واضح فرما دیا، اس کا قصہ یہ ہوا کہ آپ پر شیخ کی توجہ سے اللہ کی محبت اور عشق کا وہ حال طاری ہوا جو شیخ منصور حلاج پر طاری ہوا تھا اور آپ نے بھی انا الحق کا نعرہ مارنا شروع کیا، ایک روز یہی کیفیت تھی کہ حضرت شاہ ابوسعید فوراً اٹھ کر وہاں تشریف لائے جس وقت ان پر یہ حال طاری تھا اور ایک مخصوص توجہ دیکر فرمایا محب اللہ چہ میگوئی گفت اللہ اس کے بعد انا فنا ہو گیا اور حق باقی رہ گیا اور انشراح تام حاصل ہوا اور ہر طرح سے روحانی تکمیل فرما کر بشارت ومژدہ سنایا کہ ہم نے تم کو اللہ تک پہنچا دیا اور پورب کی ولایت تمہارے حوالے کر دی ہے اور اجازت وخلافت سے نوازا۔

اس پر بعض خدام نے جو ایک زمانہ سے پڑے ہوئے تھے عرض کیا کہ حضرت یہ خدام ایک عرصہ سے پڑے ہوئے ہیں، ان کی طرف حضرت نے التفات نہیں فرمایا، یہ نووارد جن کی حاضری کو کچھ بھی زمانہ نہیں ہوا آپ نے ان کی تکمیل فرما دی، حضرت شیخ نے فرمایا **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء** ، اس کے بعد ان کو نصیحت فرمائی کہ ہر شخص کا یکساں حال نہیں ہوتا بعض لوگ محتاج بڑے مجاہدوں کے ہوتے ہیں اور بعض کو تھوڑی سی مشقت میں تجلیات حاصل ہو جاتی ہیں، اجازت پر خود مولانا کو یہ خیال ہوا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوا ہوں لیکن اجازت کے ساتھ وہ توجہ حضرت شیخ کی ہوئی کہ خود مولانا نے فوراً عرض کیا کہ حضرت اس سے زائد کا مجھ میں تحمل نہیں، بس کیجئے بس کیجئے! (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۲۱)

یہاں پر آکر سکون ہوا اور مسئلۂ وحدۃ الوجود کو سمجھ کر کمال پیدا کیا اور واپس تشریف

لے گئے، اورالہ آباد جا کر خلق خدا کوفیض رسانی میں مشغول ہو گئے اور آپ ہی سے آگے سلسلہ میں ترقی ہوئی جوسلسلہ آج گنگوہ کے بزرگوں کا جاری ہے اس میں آپ ہی کا زیادہ حصہ ہے،شہرالہ آباد میں بیس سال مسلسل فیض رسانی کے بعد ۹ رجب ۱۰۵۸ ھ مطابق ۱٦٤۸ ء بروز شنبہ غروب آفتاب کے وقت یہ آفتاب ہدایت بھی غروب ہوا اورالہ آباد ہی میں مزار ہے،آپ کی تاریخ وفات قطب الشیوخ سے برآمد ہوتی ہے۔

## حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف

جیسا کہ حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ جب بلخ تشریف لے گئے تو گھر پر نماز پڑھتے تھے مسجد تشریف نہ لے جاتے ،لوگوں نے اس کی شکایت امیر بلخ سے کی۔انہوں نے شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ مسجد کیوں نہیں تشریف لاتے۔آپ نے جواب دیا کہ مجھے کچھ عذر شرعی ہے۔امیر اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا دوبارہ کہلایا کہ آخر کیا عذر ہے اس کو بتلانا ہوگا۔شیخ یہ سنکر امیر کے پاس خود پہونچے اوراس سے کہا کہ اس مسجد کا امام جہاں ہواور جس حال میں ہوفوراً طلب کیا جائے چنانچہ امام صاحب بلائے گئے حضرت نے فرمایا اس کے جوتے اتروا کے اس کا تلا اودھیڑ دیا جائے دیکھا تو اس میں ایک کاغذ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام درج کر کے اس کو پاؤں کے نیچے رکھا تھا۔شیخ نے امیر کو اسے دکھلا کر فرمایا ملاحظہ فرمائیے یہ رافضی ہے اورکس قدر گستاخ و بے ادب ہے یہ سبب تھا میرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا۔اب تو آپ کو اطمینان ہوا۔امیر شیخ کے اس کشف کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔شیخ کا معتقد ہو گیا اور اس رافضی کو قتل کر دیا۔

غرض اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ دیکھئے ان بزرگ نے کشف سے اس کا حال معلوم کر لیا تھا لیکن امیر سے ابتداء یوں نہیں فرمایا کہ وہ رافضی ہے اس لئے میں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ بلکہ جب تفتیش کے بعد دلیل شرعی سے اس کا رافضی اور بے ادب ہونا امیر کے سامنے ثابت کر دیا تب اس پر حکم لگایا۔ (افادات حکیم الامت، ص/46)

## ایک قیافہ شناس کی حکایت

اسی طرح سے عرب کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ دو نوجوان اونٹ پر سوار کہیں جا رہے تھے آگے آگے ان کا غلام اونٹ کی مہار پکڑے چل رہا تھا۔ اتنے میں کسی قیافہ شناس کا ان پر گزر ہوا۔ اس نے ایک نظر ان نوجوان لڑکوں پر ڈالی اور ایک نظر اس غلام کو دیکھا اور کہا کہ یہ لڑکے اس غلام کے ہی مشابہ ہیں۔ ان لڑکوں نے جب یہ سنا تو کھٹک گئے اور غلام سے کہا کہ گھر واپس چلو مکان پر پہونچ کر اپنی ماں کے سامنے دونوں تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا کہ سچ بتاؤ کیا واقعہ ہے۔ آج ایک قیافہ شناس نے ہم دونوں کو اس غلام کے مشابہ بتایا ہے اس نے کہا بات بالکل صحیح ہے۔ تمہارے باپ کے انتقال کے بعد میں نے اس غلام کو ایک بار اپنے اوپر قابو دیدیا تھا تم لوگ اسی کے نطفے سے ہو۔ خیر یہ تو اہل قیافہ کی حکایت تھی میرا مقصد اس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ ان لڑکوں نے محض اس قیافہ شناس کے کہنے سے اپنی ماں کو قتل نہیں کر دیا بلکہ پہلے اس واقعہ کی تفتیش کی تب کوئی قدم اٹھایا۔

اسی طرح سے یہاں کہتا ہوں کہ شیخ کا اس مرید سے یہ کہنا کہ جاؤ اپنے باپ کو قتل

کردو یہ جائز نہ تھا۔ اسی طرح سے اس مرید کا امتثال امر شیخ کے لئے چل پڑنا یہ بھی اس کے لئے جائز نہ تھا۔ بلکہ مرید کو یہ کرنا چاہئے تھا کہ شیخ کے اس فرمانے کے بعد ماں کے پاس جاتا اور اس سے اس امر کی تصدیق کرتا اور واقعہ کی تفتیش کرتا، ظاہر ہے اس سے یہ عقدہ کھل ہی جاتا اس وقت اس یہودی کے ساتھ جو چاہتا معاملہ کرتا۔ کیونکہ اب حدود شرع کے اندر ہو کر وہ فعل اس کے لئے جائز ہوتا۔ (افادات حکیم الامت، ص/47)

## شیخ جلال الدین بن محمود عمری تھانیسری

آپ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے اکابر خلفاء میں سے ہیں، فاروقی النسب ہیں، وطن آپ کا بلخ تھا آپ کے والد قاضی محمود عالم تھے، صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے والد محترم کا نام محمود ہی تحریر کیا ہے، آپ کی ولادت بظاہر ۸۹٤ ھ مطابق ۱٤۸۹ء ہے، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ فرمالیا تھا، اور سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہریہ کی تکمیل فرما کر تدریس و افتاء میں مشغول ہو گئے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری کیا، طاعت، عبادت، نوافل، اوراد و وظائف اور پابندیٔ اوقات آپ میں خاص طور سے پائی جاتی تھی۔

اتباع سنت میں بھی آپ کا وہی حال تھا جو مشائخ چشت کے لئے بمنزلہ عادت ثانیہ کے ہوتا ہے، ایک مرتبہ بیمار ہوئے دوا پیش کی گئی، اس وقت آپ صاحب فراش تھے بیٹھنا مشکل تھا لیکن جوں توں کر کے بیٹھنے پر خادموں سے فرمایا مجھے اٹھا کر زمین پر بٹھا دو، خدام نے حکم کی تعمیل کی جب زمین پر بیٹھ گئے اس وقت دوا نوش فرمائی، اور فرمایا نبی اکرم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے تخت و سریر پر کوئی چیز کھائی ہو۔

ریاضت ومجاہدات کی کثرت نے لاغر کردیا تھا، لیٹے رہتے تھے، مگر عجیب بات یہ تھی کہ اذان کے وقت قوت اور بشاشت لوٹ آتی تھی اور بڑے اطمینان سے نماز ادا کرتے تھے (نزہۃ الخواطر ص ٦٦ ج ٤)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے اکثر مکاتیب آپ کے نام بڑے پرحقائق ہیں۔

## بیعت وارادت

آپ کی ابتدائی بیعت کا واقعہ بھی پرلطف ہے، آپ چونکہ علوم ظاہریہ کے امام تھے اس لئے ایک مدرسہ میں تعلیم فرماتے تھے طلباء کا مجمع رہتا تھا، کچھ لوگ حضرت شیخ گنگوہی سے بیعت تھے، حضرت وہاں تشریف لے گئے مولانا جلال کو بھی علم ہوا، ان مریدین سے کہا کہ سنا ہے تمہارے پیر آئے ہیں اور وہ ناچتے بھی ہیں (غلبہ حال اور وجد وغیرہ کو ناچنے سے تعبیر کیا) ان سے ہمارا سلام کہہ دینا، کسی وقت موقع ہوا تو میں خود بھی آؤں گا، خدام نے سلام پہنچا دیا، حضرت شیخ نے جواب سے سرفراز فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کہہ دینا کہ وہ پیر خود بھی ناچتے ہیں دوسروں کو بھی نچاتے ہیں، اتفاقاً ایک روز نداء غیبی نے حضرت شیخ کو مژدہ سنایا کہ مولانا جلال کو تمہیں بخشدیا ان کو اپنے حلقہ میں لے آؤ، اس کے امتثال کے لئے حضرت شیخ مدرسہ تشریف لے گئے وہاں طلبہ کا مجمع مولانا کو احاطہ کئے ہوئے تھا، جب درس سے فراغت ہوئی تو حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوکر مولانا نے دریافت کیا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں وہی ناچتا پیر ہوں، یہ فرما کر حضرت نے ایک تیز نظر سے توجہ ڈالی جس کی بناء پر

مولانا کے علوم سب زائل ہو گئے اس پر مولانا نے بڑی التجا و معذرت کی تو حضرت نے کشفی اور علوم حقیقی کا اظہار فرمایا، اسی طرح چند توجہات کے بعد حضرت کو اشغال کی تعلیم فرمائی اور خلوت ومجاہدہ کا امر فرمایا، کچھ دنوں بعد مولانا پر ایک بیخودی کا عالم طاری ہونے لگا اور اپنے احوال کی حضرت کو اطلاع کرتے رہتے حضرت شیخ اس کی اصلاح فرماتے رہتے تھے، استغراق کا غلبہ آپ پر بھی بہت تھا۔

## کرامات

آپ صاحبِ کرامات تھے، ایک مرتبہ ایک مرید کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ پہلے زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے تھے کہ جس پر نظر کرتے تھے وہی صاحب کمال ہوجاتا تھا، حضرت شیخ اس خطرہ پر مطلع ہو گئے اور فرمایا کہ اب بھی ایسے شخص موجود ہیں، یہ فرما کر ایک تیز نگاہ سے دیکھا وہ مرید تین دن تک بیہوش رہے اور اس کے چند روز بعد انتقال ہوگیا، حضرت شیخ تک جب ان کی وفات کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ ہر شخص کو اس بار کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہوتی یہ بیچارہ بھی اسکی طاقت نہ رکھ سکا۔

تھانیسر میں ایک میلہ ہوتا ہے جس میں لاکھوں ہندو جمع ہوتے ہیں، حضرت نے ایک روز اپنے خدام سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے یہاں اتنے ہندو کیوں جمع ہیں؟ عرض کیا کہ حضرت یوں تو ان کا یہ ایک مذہبی میلہ ہے لیکن اس میں ایک عجیب بات ہے جو زیادہ ہجوم کا باعث ہے، وہ یہ کہ ایک جوگی آتا ہے جو بہت مرتاض ہے، اس میں یہ تصرف ہے کہ وہ زمین زمین میں غوطہ لگاتا ہے یہاں غوطہ لگاتا ہے، اور وہاں نکلتا ہے، اندر ہی اندر یہاں سے وہاں پہنچ جاتا ہے، یہ سنکر فرمایا کہ بھائی اس تماشہ کو تو ہم بھی دیکھیں گے،

لوگوں کو تعجب ہوا کہ کیا شیخ بھی اس تماشہ کو دیکھیں گے، مگر کون بول سکتا تھا، حضرت نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو جہاں اس کا مرکز ہے، چنانچہ لوگوں نے حضرت کو لیجا کر اس کے مرکز کے پاس کھڑا کر دیا جہاں سے وہ غوطہ لگاتا تھا، جب وقت آیا تو اس نے حسب معمول غوطہ لگایا غوطہ لگاتے ہی زمین پھٹ گئی اور وہ غائب ہو گیا، آپ نے جھٹ اپنا قدم مبارک اس موقع پر رکھ دیا اب جوگی صاحب نہیں نکلتے، وہیں زمین کے اندر دھنس گیا اور مر گیا اور حضرت اپنا کام کر کے چلے آئے۔

ارشاد الطالبین آپ کی تصنیف ہے، اس میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: **عاشق لوگ** کشف و کرامات کے درپے نہیں ہوتے، بلکہ ان کا سارا اہتمام عبادت، زہد، تقویٰ کے لئے ہوتا ہے اور وہ لوگ ان چیزوں کو کسی حال میں نہیں چھوڑتے بلکہ وہ لوگ اپنے نفوس کو رضائے الٰہی کے لئے فنا کر دیتے ہیں اور مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں (یہ ایک حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے جس میں نبی پاک کا ارشاد ہے: **موتوا قبل ان تموتوا**)

ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ جاہل صوفیاء راستہ سے پھسل کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور مشائخ صوفیاء کے کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ان مشائخ کا کہنا ہے کہ یہ جاہل صوفیاء وصول الی اللہ سے اس لئے محروم ہوتے ہیں کہ اصول چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اصول یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی رعایت کرے، بدعات وخرافات سے بچے، اب جبکہ بعض جاہل لوگوں نے بدعات وخرافات ہی کو تصوف اور روحانیت سمجھ لیا ہے تو اس کو سوائے حماقت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

بسوخت عقل زحیرانی ایں چہ بوالعجبی ایست

حضرت شیخ کے کلام میں بہت بڑی بات ارشاد فرمائی گئی ہے جس میں ایک صحیح صوفی

اور عاشق کیلئے راہِ سلوک وتصوف کا پورا سامان بصیرت ہے اور جس کا مطمحِ نظر اس کے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کا تصوف سے دور کا بھی رشتہ نہیں نہ روحانیت سے اس کو کوئی تعلق ہے۔ (تذکرہ اکابر گنگوہ جلد اول)

## شیخ احمد عبدالحق کا استغراق

مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ پر کثرتِ ذکر قلبی کی وجہ سے استغراق کا یہ عالم تھا کہ ماسوا اللہ سے بالکل مستغنی ہو کر کمالِ فنائیت اور عبدیتِ تامہ پر فائز ہو چکے تھے جیسا کہ چند نمونے سابق میں پیش کئے گئے ہیں، محویت اس قدر تھی کہ ایک زمانۂ دراز تک جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جاتے تو خادم حضرت اقدس کا حق حق پکارتا ہوا آگے آگے چلتا تھا، اس طرح حضرت احمد مسجد پہنچتے مگر اس سارے زمانے میں حضرت شیخ کو مسجد کا راستہ یاد نہ ہوا، ہمارے قریب کے اکابر میں اس طرح کا استغراق حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند پر کبھی کبھی طاری ہو جاتا تھا بقول حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت تھانوی کے ایک بار پرچہ کے آخر میں اپنا نام لکھنا چاہا مگر نام یاد نہ آیا کہ میرا نام کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ باتیں سن کر اور پڑھکر وہ لوگ تعجب کریں جو ہر وقت دنیا کی خرافات میں مشغول رہتے ہیں، لیکن خود دنیا میں مشغول رہنے والے ایسے بھی بہت سے ہیں کہ اپنے کاروبار اور دنیوی خرافات میں لگ کر بہت سی چیزیں ان کو یاد نہیں رہتی، اسی کا نام استغراق ہے، اگر اولیاء اللہ کو یادِ حق میں لگ کر دنیا ومافیہا سے غفلت ہو جائے تو یہ حیرت کی کونسی بات ہے

؟ آپ ۱۷ جمادی الثانی ۷۳۷ھ مطابق ۱۴۳۴ء کو بعمر ۱۰۸ سال اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اور ردولی ہی میں مدفون ہیں۔

آپ کے وہاں پہنچنے پر جوگی نے آنکھیں کھولیں اور آپ کو سنگ پارس دیا۔ آپ نے اس پتھر کو دریا میں پھینک دیا۔ جوگی خفا ہوا۔

## حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاؒ

آپ نے جوگی سے فرمایا "دریا میں جا کر اپنا پتھر لے آئے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی پتھر لے۔" جب جوگی دریا میں گیا تو اس نے وہاں ہزاروں اس قسم کے پتھر پائے۔ اس نے اپنے پتھر کے علاوہ ایک اور پتھر اٹھایا اور باہر چلا آیا۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ دوسرا پتھر کیوں چھپا کر لایا۔ جوگی نے یہ سنا تو اس نے دونوں پتھر نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیئے پھر تائب ہوا اور آپ کا مرید ہو گیا۔

دوسرا واقعہ:

ایک سال ماہ رمضان میں حضرت شیخ جلال الدین بخاریؒ نے اُچ کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ ایک دن اُچ کا حاکم جس کا نام سومرہ تھا، جامع مسجد میں آیا۔ اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ حاکم نے اس سب کو جامع مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے سومرہ سے فرمایا "اے سومرہ! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ درویشوں کو تنگ کرتا ہے۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سومرہ دیوانہ ہو گیا۔ سومرہ کی ماں اس کو آپ کے پاس لائی اور آپ سے معافی کی درخواست گار ہوئی۔

آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ سومرہ کو غسل دے اور کپڑے پہنا کر حضرت جمال الدین خنداںؒ کے مزار پر لے جائے اور پھر آپ کے پاس لائے۔

اس کی ماں نے ایسا ہی کیا" سومرہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ سے اور درویشوں سے معذرت چاہی۔ اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ کی دعا سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

تیسرا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلی ہاتھ میں آگ لیے ہوئے پھر رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں، تاکہ مخلوق کعبہ والے کی جانب متوجہ ہو جائے۔

ایک دن آپ نے فرمایا" خدا شناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں ملتا۔ عارف وہی ہے جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے اور نہ کسی سے محبت اور بات کرے اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔

ایک مرتبہ حضرت جلال الدین محمد کبیر الاولیاؒ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ گاؤں والے اپنا سامان اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔

آپ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ گاؤں میں ژالہ زوگی کی وجہ سے فصل خراب ہو گئی ہے۔ لگان ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ حاکم سخت ہے۔

آپ نے فرمایا" اگر اس گاؤں کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو اور ہمارے نام سے اس کا نام جلال آباد رکھو تو تمہارا لگان بھی ادا ہو ج ائے اور تم لوگوں کو اچھی خاصی رقم بھی بچ جائے جس سے تم اپنے کھیتوں خود رست بھی کر سکتے ہو۔"

آپ کی اس بات سے لوگ راضی ہو گئے۔ آپ نے ان لوگوں سے لوہا اور لوہے کا سامان لانے کو فرمایا اور لکڑی جمع کرنے کی تاکید فرمائی۔

ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے لکڑی کے جلانے اور لوہا اس میں ڈالنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ صبح کو آ کر دیکھیں کہ اس میں کیا موجود ہے۔ اسی رات کو آپ اس گاؤں سے چل دیئے۔

صبح کو جب گاؤں والے وہاں گئے تو ان کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سارا لوہا زرِ خالص بنا ہوا ہے۔ انہوں نے اس سے اپنا اپنا لگان ادا کیا اور باقی روپیہ اپ نے خرچ میں لائے اور اپنے گاؤں کا نام جلال آباد رکھ دیا۔

حضرت شیخ کبیر عارف ربانی مربی عیسیٰ تہار یمنیؒ کا گزر ایک طوائف کے مکان کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس طوائف سے فرمایا "ہم بعد نماز عشاء تمہارے پاس آئیں گے۔"

طوائف یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگھار کر کے شیخ کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ جن لوگوں نے یہ سنا، تعجب ہوا۔ حسب وعدہ آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

اس طوائف نے کہا "آپ تو جا رہے ہیں۔"

اس پر آپ نے اس کی جانب دیکھ کر فرمایا "نیک بخت میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔"

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس طوائف کی حالت بدل گئی۔ اس نے اسی وقت شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل اپنا مال و اسباب چھوڑ دیا۔ حضرت نے اس کا نکاح ایک فقیر سے کر دیا اور فرمایا کہ ولیمہ میں صرف روٹیاں پکواؤ، سالن کی ضرورت نہیں ہے۔

انہوں نے حسب الارشاد روٹی پکوا کر شیخ کے پاس حاضر کی۔ اس طوائف کا ایک امیر یار تھا۔ اس سے ایک شخص نے جا کر کہا "فلاح رنڈی نے توبہ کرلی ہے اور اس نے ایک شخص کے ساتھ نکاح بھی کرلیا ہے اور اس کا آج اس وقت ولیمہ بھی ہے جس میں صرف روٹیاں ہیں سالن نہیں ہے۔"

وہ امیر آدمی یہ سن کر بڑا حیران ہوا پھر اس نے فقیر کا مذاق اور انہیں شرمندہ کرنے کی غرض سے اس شخص کو شراب کی دو بوتلیں دیتے ہوئے کہا "تو جا کر شیخ کبیر عارف ربانیؒ کو میرا اسلام کہیو۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ میں نے طوائف کی توبہ کا واقعہ سنا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ولیمہ میں سالن کا انتظام نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ شراب روانہ کررہا ہوں۔ اس کو آپ سالن کی جگہ استعمال میں لاسکتے ہیں۔"

وہ شخص شراب کی بوتلیں لے کر جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے اسے دیکھ کر فرمایا "تم نے آنے میں بہت دیر لگادی۔" اس کے بعد انہوں نے شراب کی ایک بوتل لے کر اسے خوب ہلایا اور اسے ایک پیالے میں انڈیل دیا۔ پھر دوسری بوتل کو بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص سے کہا کہ تو بھی بیٹھ کر کھالے۔

اس شخص نے بیٹھ کر کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی بن گیا تھا کہ اس سے قبل اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ اس نے یہ سارا قصہ جا کر امیر کو سنایا تو وہ سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے جا کر شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

## شیخ شمس الدین اور شاہ ابو علی قلندر کا واقعہ

حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی اپنے شیخ علی احمد صابرؒ کے حکم سے پانی پت تشریف لائے اور یہاں قیام کا ارادہ کیا تو پانی پت میں شاہ ابو علیؒ قلندر پہلے سے موجود تھے انہوں نے اپنے ایک مرید کے ہاتھ کٹورے میں پانی بھر کر شیخ شمس الدین کے پاس بھیجا، شیخ شمس الدین نے اس پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا، لوگ اس رمز (اشارہ) کو نہ سمجھے تو انہوں نے قلندر صاحبؒ سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی، فرمایا کہ میں نے شیخ شمس الدینؒ سے یہ کہا تھا کہ پانی پت میرے اثر سے ایسا بھرا ہوا ہے جیسے یہ کٹورا پانی سے بھرا ہوا ہے، اس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں، آپ یہاں فضول تشریف لائے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں یہاں اس طرح رہوں گا جیسے پانی پر پھول رہتا ہے کہ پانی کی جگہ کو نہیں گھیرتا یعنی میں آپ کے اثر میں تصرف نہ کروں گا۔

اس کے بعد شاہ بو علی قلندرؒ خود ہی بستی کو چھوڑ کر جنگل کی طرف تشریف لے گئے، گویا حضرت شیخ شمس الدینؒ کو اجازت دیدی کہ تم جس طرح چاہو تصرف کرو، اب ہماری ضرورت نہیں رہی کیونکہ دوسرا صاحب کمال آ گیا ہے۔

صاحبو! ہمارے اندر یہی باتیں تو نہیں رہیں بلکہ اس کے بجائے ہمارے اندر تحزب اور گروہ بندی کا مرض آ گیا ہے اگر ہم کو مخلوق کو نفع پہنچانا مقصود ہوتا تو دوسرے نفع پہنچانے والوں سے انقباض نہ ہوتا، بلکہ خوشی ہوتی کہ اچھا ہوا کہ اس نے میرے اوپر سے بوجھ ہلکا کر دیا، اب میں دین کا کوئی دوسرا کام کروں جس کو کوئی نہ کر رہا ہو، نیز اگر

نفع خلق مقصود ہوتا تو جس شخص کے ہاتھ سے بھی دین کا نفع پہنچتا ہم اس سے خوش ہوتے اگر چہ وہ ہمارے بزرگوں سے بعض مسائل فرعیہ میں اختلاف ہی رکھتا ہوتا کیونکہ مسائل فرعیہ میں اختلاف تو اہل حق میں ابتداء سے چلا آرہا ہے کوئی نئی بات نہیں ،مگر ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہمارے بزرگوں سے کسی عالم کو کسی مسئلہ میں بھی اختلاف ہوتو چاہے اس سے دین کا فیض ہمارے بزرگوں سے بھی زیادہ ہورہا ہو اس سے خوش نہ ہوں گے اور نہ اس کے مرنے پر حسرت ورنج ہوتا ہے بلکہ کسی درجہ میں خوشی ہی ہوتی ہے میں کہاں تک معیارات بیان کروں ، اگر ہمارے اندر دین ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ ان کسوٹیوں پر نہیں کسا جاتا ، بس جہاں تک اپنی حالت میں غور کرتے ہیں حسرت ہی ہوتی ہے اور زیادہ حسرت اس کی ہے کہ حسرت بھی پوری طرح نہیں ہوتی ۔ (ارضاء الحق ملحقہ تسلیم ورضا ص ۱۵۶)

صاحبو! یہ سب آثار اسی کے ہیں کہ ہم لوگ رضائے خلق کو رضائے حق پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ بڑا مرض ہے جو شرک کا شائبہ ہے کیونکہ اسی سے ریاء پیدا ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ ریاء کی حقیقت مخلوق ہی کو مقصود سمجھنا ہے اور جو شخص رضائے خلق کا طالب ہوگا اس سے زیادہ مقصودیت خلق کس میں ہوگی پس ریاء میں اس مرض کی فرع ہے اور ریاء کو حدیث میں شرک سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ (تسلیم ورضا ص ۱۵۶)

## حضرت فریدالدین عطارؒ کا واقعہ

فریدالدین عطارؒ نے بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے ایک بہت بڑے اللہ والے تھے وہ

بیٹھے بیٹھے عرش الٰہی اور خدا کے انوارات کا مشاہدہ کرتے تھے، کعبۃ اللہ کے صحن میں تھے اور ان پر سکرات کا عالم طاری تھا، اللہ رب العزت کے انوارات کو اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اب تب میں روح قبض ہونے والی تھی، اچانک ان کی نظر کعبۃ اللہ پر پڑی ادھر ایک اونٹ آیا اور حضرت کے چہرے پر زبردست ایک لات رسید کی کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی اور انتقال ہو گیا، ایک دوسرے بزرگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی روحانی مشاہدہ کر رہے تھے انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے ایک ایسا بندہ جو تیرے انوارات کا مشاہدہ کر رہا تھا اور ابھی تیرے پاس پہونچنے والا تھا، اس کی روح قبض ہونے والی تھی کہ اتنے میں ایک اونٹ نے لات رسید کی اور اسی میں انتقال ہو گیا۔ اے اللہ اس میں کیا رحمت ہے؟ اللہ کی طرف سے الہام ہوا اے دوست تجھے معلوم ہونا چاہئے جب وہ ہمارے انوارات کا مشاہدہ کر رہا تھا تو اس کو کعبہ دیکھنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ کعبے والا سامنے تھا، آدمی جتنا بڑا ہوتا ہے اتنا ہی اس کا مقام اونچا ہوتا ہے اور اتنی ہی باریکیاں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔

## حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا کوئی رنگ نہیں

فرمایا: مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے چلتے ہو؟ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف انکار کر دیا نہیں حضرت میں نہیں جا سکتا کیوں کہ میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں لوگ سند پکڑیں گے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان

دیکھئے فرمایا: جزاک اللہ! میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا۔ اور اگر کوئی پیر ہوتا تو سمجھتا کہ مریدی سے خارج ہو گئے۔ اس سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق معلوم ہو سکتا ہے کہ مولود میں نہ جانے کو پسند فرمایا۔ پھر خود تشریف لے گئے۔ اس قول اور فعل سے دونوں فریق اپنا اپنا مدعا ثابت کر سکتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عجب رنگ تھا۔ تصوف غالب تھا۔ فرمایا کرتے تھے ہر شخص مجھ کو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں۔ (حسن العزیز جلد ۱، ص ۱۷۲)

## حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ علماء دیوبند کے سید الطائفہ تھے

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں: کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی سے بیعت ہونے سے قبل خواب دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی لگا ہوا ہے مگر میری جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، میرے ماموں بھی وہاں موجود تھے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دیدیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف و کمزور شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی، ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے مگر کامیابی نہ ہوئی سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انہوں نے اپنے استاذ مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری تو جاؤ! (یہاں میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی موجود تھے) دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے

تھے فوراً قدموں پر گر پڑے، میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے، حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہو گیا۔ (ملفوظات فقیہ الامت ص، ۱۹)

الغرض ان کی خدمت میں پہونچے اور بیعت ہوئے اور آپ سے ایک عالم فیضیاب ہوا، جن میں کبار اولیاء اللہ علمائ، صلحاء اور عوام وخواص کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہے، صرف علماء تقریباً ہزاروں ہیں جن میں سرفہرست حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا تھانوی، حضرت مولانا مدنی، حضرت سہارنپوری، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی وغیرہم ہیں جن کا فیض پورے عالم میں جاری وساری ہے، آپ کی شان اقدس کو کن کلمات سے تعبیر کیا جائے! آپ اللہ کے عشق ومحبت کا خزانۂ عامرہ تھے، ذکر وفکر کے سلطان اعظم تھے، ریاضات ومجاہدات کے امام تھے، علم وعرفاں کے منبع اور سرچشمہ تھے، توکل ورضاء، صبر وشکر، خلوص وللّٰہیت کے مجسمہ تھے، تواضع وعبدیت آپ کی شان تھی، عبادت کے انوار وبرکات آپ کی پیشانی سے اس طرح ظاہر ہوتے تھے کہ جو بھی آپ کے پاس آتا آپ کی عقیدت میں گرفتار ہو جاتا اور آپ کے انوار وبرکات سے فیضیاب ہوتا تھا۔

الغرض آپ علمائے ربانیین کے سرتاج، عارفینِ کاملین کے سرمایۂ فخر وامتیاز، مجاہدین کے امیر وسرپرست، طائفۂ اتقیاء اور اولیاء کے سید وبزرگ، ابتہال وتضرع، خشیت وبکاء کے ساتھ متصف، عالم ربانی، غوثِ صمدانی، عارفِ لاثانی بزرگ تھے، آپ کی

کشف وکرامات کثیر ہیں، آپ کی تصنیفاتِ جلیلہ تصوف وروحانیت، عشق ومعرفت سے بھرا ہوا نیز چھلکتا ہوا ایک جام ہے، آپ نے علم ومعرفت کی اشاعت کے ساتھ جہاد ہجرت کو بھی جمع کیا اور ہندوستان کو انگریز سے آزاد کرانے میں مجاہدین کی سرپرستی بھی کی، آپ ہی کے ایماء واشارہ پر دارالعلوم (دیوبند) جیسے ادارے وجود پذیر ہوئے، الغرض آپ کا وجود باجود اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھا اور آپ کی ذات منبع الکمالات الظاہرۃ والباطنہ تھی، آپ نے طریقۂ چشتیہ صابریہ" کی تجدید کی اور اسی میں لوگوں کو زیادہ فیض پہونچایا اور اس سلسلہ کے انوار وبرکات آپ ہی کے ذریعہ سے آفاق میں پھیلے، تمام عمر دین کی اشاعت میں گزار کر عشق ومعرفت کی وادیوں میں رہ کر دنیا کی سب سے مقدس اور محترم سرزمین مکہ معظّمہ پر ۱۲ جمادی الآخر شب چہار شنبہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے، ۸۴ سال ۳ ماہ آپ کی عمر شریف ہوئی۔

حضرت تھانوی نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے: اعلیٰ حضرت، فاروقی نسب، حنفی المذہب، حقیقت آگاہ معرفت، دستگاہ، حافظ سید السادات العظام، افتخار المشائخ الاعلام، مرکز الخواص والعوام، منبع البرکات القدسیہ، مظہر الفیوضات المرضیہ، معدن المعارف الالٰہیہ، مخزن الحقائق، مجمع الدقائق، سراج اقرانہ، قدوۃ اہل زمانہ، سلطان العارفین، ملک التارکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین (امداد المشتاقین ۱۰)

## حضرت گنگوہی حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں

بیعت ہونے سے بزرگوں کے سلسلے کی برکات بھی نصیب ہوتی ہیں اور انسان کے

لیے مجاہدہ وعمل آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کو خلافت صرف چالیس دن میں ملی ،صرف چالیس دن میں وہ منزلیں طے کرتے کرتے نسبت مع اللہ کی دولت سے مشرف ہو گئے تھے،ان کا قصہ عجیب ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ ''تھانہ بھون'' کی خانقاہ میں رہتے تھے، رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جوان آدمی تھے، جوانی کا بڑا جوش وجذبہ تھا، تھانہ بھون میں ایک بہت بڑے عالم شیخ محمد تھانوی رحمہ اللہ رہتے تھے، کسی مسئلے میں ان بزرگ سے مولانا کو اختلاف تھا، تو ان سے مناظرہ کرنے کی نیت سے وہ تھانہ بھون گئے، راستے میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ نظر آئی، تو سوچنے لگے کہ حاجی صاحب یہاں رہتے ہیں، بزرگ آدمی ہیں، ملاقات کر لینا چاہیے، تو ملاقات کرنے چلے گئے، حاجی صاحب نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہا کہ ''گنگوہ'' سے آیا ہوں، پوچھا کیوں آئے ؟ کہا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب سے فلاں مسئلے میں مناظرہ ومباحثہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔

حاجی صاحب نے کہا کہ بھائی ! وہ تو تمھارے سے بڑے عالم ہیں، مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تم ان سے مناظرہ کرو ؛ لہٰذا یہ خیال ترک کردو۔ حضرت حاجی صاحب کی بات ان کے دل میں آ گئی، تو کہا کہ ٹھیک ہے، جب ایک بزرگ کہہ رہے ہیں، تو مان لیتا ہوں، کہ ان سے مناظرہ نہیں کروں گا۔ پھر وہیں خانقاہ میں رات میں ٹھیر گئے۔ جب صبح سحری کا وقت ہوا، تو دیکھا کہ حاجی صاحب کے مریدین اور بہت

سارے ذاکرین، شاغلین، طالبین موجود ہیں اور ذکر و دعا، نماز و تلاوت وغیرہ عبادات میں مشغول ہیں اور ایک عجیب کیفیت وسماں نظر آنے لگا، جب یہ دیکھا، تو دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے بھی بیعت ہو جانا چاہیے، پھر حاجی صاحب سے بیعت کی درخواست کی کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجیے!۔حضرت نے کہا کہ بہت اچھا اور بیعت کرانے تیار ہو گئے۔اس لیے کہ حاجی صاحب سے جو بھی بیعت کی درخواست کرتا، تو اسے فوراً قبول کر لیتے تھے۔

کسی کے پوچھنے پر کہ حضرت! آپ ہر ایک کو فوراً کیوں بیعت کر لیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! اس لیے کر لیتا ہوں کہ معلوم نہیں کون سا اللہ کا بندہ نیک اور مقبول ہوگا، اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دے گا، تو میری مغفرت ہو جائے گی۔اللہ اکبر! کیا عاجزی، کیا سادگی ہے!

الغرض حاجی صاحب نے بیعت کی، اب بیعت کے وقت بزرگوں کا معمول ہے کہ وہ کچھ معمولات بتاتے ہیں، حاجی صاحب بتانے جا رہے تھے کہ مولانا رشید احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! میری ایک درخواست ہے، وہ یہ کہ مجھے صبح تہجد کے لیے اٹھا نہیں جاتا؛ اس لیے وہ ایک کام چھوڑ کر دوسرا جو چاہے حکم کیجیے۔حضرت نے کہا ٹھیک ہے! جو تم کر سکتے ہو کر لینا؛ لیکن میں نے تمھاری ایک شرط مان لی، تم بھی میری ایک شرط مان لو، وہ یہ کہ میرے پاس چالیس دن قیام کرو۔مولانا رشید احمد صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے۔اب چالیس دن کی نیت کر کے خانقاہ میں رہ گئے، جب دوسرے دن صبح ہوئی تو سالکین ذکر و فکر میں اور رونے دھونے میں مشغول ہیں، کوئی

نماز پڑھ رہا ہے، کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی دعا میں ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے۔ اب ان کو نیند کہاں آئے گی؟ دو چار منٹ بستر پر پڑے کروٹیں بدلتے رہے، پھر ان کو بھی شرم آنے لگی کہ سب تو ذکر و عبادت میں ہوں اور تو پڑا رہے! تو خود ہی اٹھ کر تہجد پڑھنے لگے اور ذکر میں مشغول ہو گئے، اب روز ایسا ہی ہونے لگا اور دو چار دن بعد خود ہی طبیعت کے اندر داعیہ پیدا ہونے لگا کہ صبح اٹھو اور عبادت کا چسکہ پاؤ۔ لہٰذا سب سے پہلے اٹھنا شروع کر دیا، حال آں کہ بیعت کے وقت تو یہ شرط لگائی تھی، کہ صبح کو نہیں اٹھوں گا؛ لیکن صحبتِ اولیا کی برکت سے سب سے پہلے اٹھنا شروع کر دیا، پہلے تو جبراً اٹھتے تھے؛ لیکن پھر قصداً اٹھنا شروع کر دیا، جب اسی طرح چالیس دن گزر گئے، تو حاجی صاحب نے خلافت عطا کر دی۔

جب تھانہ بھون سے رخصت ہوئے اور اپنے وطن گنگوہ پہنچ گئے، تو کئی مہینے ہو گئے اور حاجی صاحب کو ان کے حالات کا کچھ پتہ ہی نہ چلا، نہ خیر خیریت، نہ حال واحوال، تو حاجی صاحب نے مولانا کے نام ایک خط بھیجا، اس میں لکھا کہ تمھاری کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی، بندہ کو تشویش ہوئی؛ اس لیے اپنے حالات سے مطلع کیجیے!۔ یہ خط پہنچا، تو اس کو پڑھا اور جواب لکھا کہ حضرت! میں نے اپنے حالات اس لیے نہیں لکھے کہ بندہ کا کوئی حال ہے ہی نہیں، تو کیا لکھوں؟ اس کے بعد لکھا کہ بس اتنا میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں کہ کسی کی کوئی مدح وذم کا کوئی اثر بندے پر نہیں ہوتا، دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں آئی ہوئی تعلیمات میں کسی جگہ کسی قسم کا شک نہیں ہوتا۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے)

**فائدہ:** راقم السطور مرتب عرض پرداز ہے کہ:

ایک مقام پر یہ علم حاصل ہوا کہ: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حاجی صاحبؒ کو جواب لکھا کہ بندہ کا کوئی حال ہے ہی نہیں البتہ آپ کی خدمت میں تین باتوں کا فائدہ ہوا۔

(1) آپ سے بیعت ہونے کے بعد اب قرآن وسنت کے علوم میں کہیں تضاد اور شک نہیں رہا، یقین ہی یقین ہے۔

(2) دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مکروہات شرعیہ اب میرے لئے مکروہات طیبہ ہوگئیں۔

(3) فائدہ یہ ہوا کہ اب کسی کی مدح و مذمت سے مجھے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا: شریعت میں تضاد نہ ہونا علامت ہے کہ آپ کامل العلم ہو گئے۔ مکروہات شرعیہ مکروہات طبیعہ ہوئیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کامل العمل ہو گئے۔

(4) مدح ذم کا اثر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کامل الخلاص ہو گئے۔

## حضرت تھانویؒ کے یہاں وقت کی قدر

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

حضرتؒ کو وقت کی بڑی قدر تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالی نے ان کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا، وقت کے ایک ایک لمحے کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ہر وقت ان کی نظر گھڑی پر رہتی تھی، اور نہایت ہی سہولت اور بے تکلفی سے نظام الاوقات کے تحت ہر کام کو انجام دیتے تھے۔ (متاع وقت ۹۵)

حضرت تھانویؒ مرض الموت میں تھے، طبیبوں نے آپ کو بات کرنے سے منع کر دیا تھا، اس وقت بھی آپؒ بعض اصحاب کو باری باری بلاتے اور ان کو کوئی کام یا کوئی ذمہ

داری سپرد فرماتے، آپ سے عرض کیا گیا کہ طبیبوں کے منع کرنے پر بھی آپ لوگوں سے باتیں کرتے رہتے ہیں، آپؒ نے فرمایا بات تو تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہو، اگر کسی کی خدمت کے اندر عمر گذر جائے تو یہ خدا کی نعمت ہے۔

حضرتؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے، جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے، میں ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔ (انوار طریقت، ص/183)

## حضرت میاں جی نور محمدؒ اور وقت کی قدر

حضرت میاں جی نور محمدؒ جھنجانوی کا یہ حال تھا کہ جب بازار میں کوئی چیز خریدنے جاتے تو ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی ہوتی، اور چیز خریدنے کے بعد خود پیسے گن کر دکاندار کو نہیں دیتے تھے، بلکہ پیسوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھ دیتے، اور اس سے کہتے کہ تم خود اس میں سے پیسے نکال لو، اس لئے کہ اگر میں نکالوں گا اور اس کو گنوں گا تو وقت لگے گا، اتنی دیر میں سبحان اللہ کئی مرتبہ کہہ لوں گا۔

## حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاءؒ کے ہدایت آموز واقعات

آپ نے جوگی سے فرمایا "دریا میں جا کر اپنا پتھر لے آئے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی پتھر لے۔" جب جوگی دریا میں گیا تو اس نے وہاں ہزاروں اس قسم کے پتھر پائے۔ اس نے اپنے پتھر کے علاوہ ایک اور پتھر اٹھایا اور باہر چلا آیا۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ دوسرا پتھر کیوں چھپا کر لایا۔ جوگی نے یہ سنا تو اس نے دونوں پتھر نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیئے پھر تائب ہوا اور آپ کا مرید ہو گیا۔

**دوسرا واقعہ:**

ایک سال ماہ رمضان میں حضرت شیخ جلال الدین بخاریؒ نے اُچ کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ ایک دن اُچ کا حاکم جس کا نام سومرہ تھا، جامع مسجد میں آیا۔ اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ حاکم نے اس سب کو جامع مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے سومرہ سے فرمایا "اے سومرہ! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ درویشوں کو تنگ کرتا ہے۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سومرہ دیوانہ ہو گیا۔ سومرہ کی ماں اس کو آپ کے پاس لائی اور آپ سے معافی کی درخواست گار ہوئی۔

آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ سومرہ کو غسل دے اور کپڑے پہنا کر حضرت جمال الدین خنداںؒ کے مزار پر لے جائے اور پھر آپ کے پاس لائے۔

اس کی ماں نے ایسا ہی کیا" سومرہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ سے اور درویشوں سے معذرت چاہی۔ اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ کی دعا سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

**تیسرا واقعہ:**

ایک مرتبہ حضرت جلال الدین محمد کبیر الاولیاؒ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ گاؤں والے اپنا سامان اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔

آپ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ گاؤں میں ژالہ زوگی کی وجہ سے فصل خراب ہوگئی ہے۔لگان ادا کرنے سے قاصر ہیں۔حاکم سخت ہے۔

آپ نے فرمایا" اگر اس گاؤں کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو اور ہمارے نام سے اس کا نام جلال آباد رکھو تو تمہارا لگان بھی ادا ہوجائے اور تم لوگوں کو اچھی خاصی رقم بھی بچ جائے جس سے تم اپنے کھیتوں خود رست بھی کر سکتے ہو۔"

آپ کی اس بات سے لوگ راضی ہو گئے۔آپ نے ان لوگوں سے لوہا اور لوہے کا سامان لانے کو فرمایا اور لکڑی جمع کرنے کی تاکید فرمائی۔

ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔پھر آپ نے لکڑی کے جلانے اور لوہا اس میں ڈالنے کی ہدایت فرمائی۔آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ صبح کو آکر دیکھیں کہ اس میں کیا موجود ہے۔اسی رات کو آپ اس گاؤں سے چل دیئے۔

صبح کو جب گاؤں والے وہاں گئے تو ان کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سارا لوہا زر خالص بنا ہوا ہے۔انہوں نے اس سے اپنا اپنا لگان ادا کیا اور باقی روپیہ اپنے خرچ میں لائے اور اپنے گاؤں کا نام جلال آباد رکھ دیا۔

## روٹیوں کا ولیمہ

حضرت شیخ کبیر عارف ربانی مربی عیسیٰ تہار یمنیؒ کا گزر ایک طوائف کے مکان کے پاس سے ہوا۔آپ نے اس طوائف سے فرمایا" ہم بعد نماز عشاء تمہارے پاس آئیں گے۔"

طوائف یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگھار کر کے شیخ کے انتظار میں بیٹھ

گئی۔جن لوگوں نے یہ سنا، تعجب ہوا۔حسب وعدہ آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

اس طوائف نے کہا "آپ تو جا رہے ہیں۔"

اس پر آپ نے اس کی جانب دیکھ کر فرمایا "نیک بخت میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔" آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس طوائف کی حالت بدل گئی۔اس نے اسی وقت شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل اپنا مال و اسباب چھوڑ دیا۔حضرت نے اس کا نکاح ایک فقیر سے کر دیا اور فرمایا کہ ولیمہ میں صرف روٹیاں پکواؤ، سالن کی ضرورت نہیں ہے۔

انہوں نے حسب الارشاد روٹی پکوا کر شیخ کے پاس حاضر کی۔اس طوائف کا ایک امیر یار تھا۔اس سے ایک شخص نے جا کر کہا "فلاح رنڈی نے توبہ کر لی ہے اور اس نے ایک شخص کے ساتھ نکاح بھی کر لیا ہے اور اس کا آج اس وقت ولیمہ بھی ہے جس میں صرف روٹیاں ہیں سالن نہیں ہے۔"

وہ امیر آدمی یہ سن کر بڑا حیران ہوا پھر اس نے فقیر کا مذاق اور انہیں شرمندہ کرنے کی غرض سے اس شخص کو شراب کی دو بوتلیں دیتے ہوئے کہا "تو جا کر شیخ کبیر عارف ربانیؒ کو میرا اسلام کہیو۔اس کے بعد یہ کہنا کہ میں نے طوائف کی توبہ کا واقعہ سنا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ولیمہ میں سالن کا انتظام نہیں ہے۔اس وجہ سے یہ شراب روانہ کر رہا ہوں۔اس کو آپ سالن کی جگہ استعمال میں لا سکتے ہیں۔"

وہ شخص شراب کی بوتلیں لے کر جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے اسے دیکھ کر فرمایا "تم نے آنے میں بہت دیر لگا دی۔" اس کے بعد انہوں نے شراب کی ایک بوتل

لے کر اسے خوب ہلایا اور اسے ایک پیالے میں انڈیل دیا۔ پھر دوسری بوتل کو بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص سے کہا کہ تو بھی بیٹھ کر کھالے۔

اس شخص نے بیٹھ کر کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی بن گیا تھا کہ اس سے قبل اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ اس نے یہ سارا قصہ جاکر امیر کو سنایا تو وہ سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے جاکر شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

## امام بخاریؒ کا عجیب کلام

قاضی ابولعباس عہدۂ قضا سے معزول ہوکر بخارا آئے اسحاق بن ابراہیم اپنے شاگرد ابوالمظفر کو ان کی خدمت میں لے گئے قاضی سے فرمائش کی کہ اس بچہ کو کچھ احادیث پڑھا دیجئے ابوالعباس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشائخ سے سماع حدیث کا شرف نہیں حاصل اسحاق کہنے لگے یہ کیونکر ممکن ہے آپ تو فقیہ ہیں قاضی ابوالعباس نے کہا درحقیقت میں جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو حدیث کا شوق مجھے امام بخاری کے پاس لے آیا ان کے سامنے میں نے اپنے ارادہ وشوق کا اظہار کیا تو امام بخاریؒ فرمانے لگے بیٹے کسی بھی چیز میں داخل ہونے سے پہلے اسکی حدود دوسا نے جان لیا کرو میں نے کہا میں جس چیز کا شوق لے کر آیا ہوں اس کے حدود وشرائط آپ ہی مجھے بتادیں تو بخاری فرمانے لگے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی اس وقت کامل محدث بن سکتا ہے۔ کہ اوّلاً چار چیزوں کے ساتھ چار چیزوں کی طرح لکھیں، جسے چار چیزیں، چار (مقاصد) کی وجہ سے

چار (قسم کے لوگوں) چار چیزوں پر، چار (مقامات) میں چار (حالات) کیوقت (اور زندگی کے مختلف) چار (زمانوں) میں لکھی جاتی ہیں اور یہ تمام رباعیات اسی وقت مکمل ہو سکتے ہیں جب انسان کو چار (کمالات) چار (نعمتوں) سمیت حاصل ہوں اور جب یہ سب آدمی کو حاصل ہو جائیں تو پھر اس کیلئے چار چیزیں آسان ہو جاتی ہیں اور چار (آزمائشوں) میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے اور جب ان (آزمائشوں) پر صبر کر لے تو اللہ دنیا میں اس کو چار (نعمتوں) سے نوازتے ہیں اور آخرت میں چار نعمتیں نصیب فرماتے ہیں۔ ابوالعباس بے چارے رباعیات کے اس طویل سلسلہ کا فلسفہ کیا جانتے کہنے لگے اب مہربانی فرما کر ذرا اس کی تشریح بھی فرما دیجئے امام بخاریؒ نے تشریح فرماتے ہوئے کہا جو چار چیزیں اولاً لکھنا ضروری ہیں وہ ہیں۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور دیگر احکام شریعت، ۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے احوال ۳۔ تابعین اور ان کے حالات ۴۔ دیگر علماء امت کی تاریخ ان چار کو جن چار کے ساتھ لکھنا ہے وہ ہیں ۱۔ راویوں کے نام ۲۔ رجال حدیث کی کنیتیں ۳۔ رجال حدیث کے علاقے اور ۴۔ ان کا زمانہ اور دور یہ ایسی لازمی ہیں جیسے خطبے کے ساتھ حمد و ثناء کے ناموں کے ساتھ درود و سلام قرآن کی سورتوں کے ساتھ بسم اللہ اور نماز کے ساتھ تکبیر جیسے احادیث مسندہ، احادیث مرسلہ، احادیث موقوفہ اور احادیث مقطوعہ چار قسم کی احادیث بچپن میں بھی لکھی جاتی ہیں اور لڑکپن میں بھی اور جوانی میں بھی لکھتے ہیں اور کہولت میں بھی مشغولیت کے وقت بھی اور فراغت میں بھی فقر میں بھی اور غنا میں بھی پہاڑوں پر چڑھ کر بھی اور دریاؤں کو عبور کر کے بھی شہروں میں جا کر بھی اور صحراؤں کی خاک چھان کر بھی پتھروں پر بھی اور اصواف (اون) پر بھی، چمڑوں پر بھی اور

ہڈیوں پر بھی۔ پھر یہ احادیث بڑے سے بھی لکھی جاسکتی ہیں اور ہم عمر سے بھی، چھوٹے سے براہ راست بھی لکھی جاسکتی ہیں اور اس کے والد کی کتاب سے بھی۔ اور ان سب کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کی رضاء حاصل ہو، رضاء خداوندی کے طالبین میں ان احادیث کی اشاعت ہو، کتاب اللہ کے موافق غم ہو اور آنے والی نسلوں کے لئے تالیف کی صورت میں ذخیرہ ہو لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان لکھنا بھی جانتا ہو اور زبان سے بھی واقف ہو صرف کا بھی شغل رکھتا ہو اور نحو کا بھی اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی جانب سے صحت عطا ہو کام کرنے کی قدرت حاصل ہو، شوق وطلب کا جذبہ ہو اور حافظہ کی قوت پاس ہو۔ جب ان تمام کی تکمیل ہو جائے تو پھر اہل وعیال اور مال ووطن کی محبت انسان کے لئے ہلکی ہو جاتی ہے اور دشمنوں کی شماتت، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن اور علماء کے حسد کی آزمائش میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، اور جب ان تمام پر آدمی صبر کرلے تو دنیا میں اللہ کی جانب سے پھر چار نعمتیں ملتی ہیں ۱۔ قناعت کی عزت ۲۔ نفس کی ہیبت ۳۔ علم کی لذت ۴۔ اور ابدی حیات اور چار نعمتیں آخرت میں ملتی ہیں۔

۱۔ حق شفاعت کہ جس کے لئے چاہے اللہ سے سفارش کردے۔ ۲۔ عرش خداوندی کے سایہ میں جگہ۔ ۳، اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوض سے پانی پلانے کا اختیار۔ ۴۔ اور اعلی علیین میں انبیاء کے جوار میں سکونت۔ امام بخاری یہ تفصیل سنا کر قاضی ابو العباس سے فرمانے لگے بیٹے اب تجھے علم حدیث کا مشغلہ اختیار کرنے میں اختیار ہے قاضی ابو العباس نے حدیث میں مہارت کی ان تمام شرطوں کی تاب اپنے اندر نہ پا کر فقہ کی طرف توجہ دی کہ اس کیلئے بہر حال اتنے بیلنے پڑے اور فقیہ بن کر قاضی ہوئے۔

(متاع وقت اور کاروان علم ص ۱۲۳ تا ۱۲۵)

# {مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا

گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا) 847427

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ

امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند

فراغت : سنہ ۱۹۹۱ء

## بعد فراغت مصروفیات...

درس و تدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف و تالیف کے مشاغل۔

# مؤلف کی مشہور کتابیں

١۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

٢۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

٣۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

٦۔ جادو ٹونا، اور کہانت کا حکم۔

٧۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

٨۔ وعظ و ادب کا خزانہ۔

٩۔ عظمت قرآن۔

١٠۔ مسائل حاضرہ۔

١١۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

١٢۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔

١٣۔ چراغ اصلاح۔

١۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔

١۵۔ تنقید ایک بری عادت ہے۔

١٦۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ و نفیس نعمتیں۔

۱۷۔تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات، جلد، اوّل۔

